مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ {مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ}

اُصُوْلُ الشَّاشِی

سوالاً وجواباً (اردو)

مدرس

محمد کمال مدنی صاحب



جامعۃ المدینۃ: فیضان کنزالایمان

اصول الفقہ

سوال نمبر 1: اصول الفقہ کی تعریف، غرض وغایت، موضوع بیان کریں؟

جواب: اصول الفقہ:

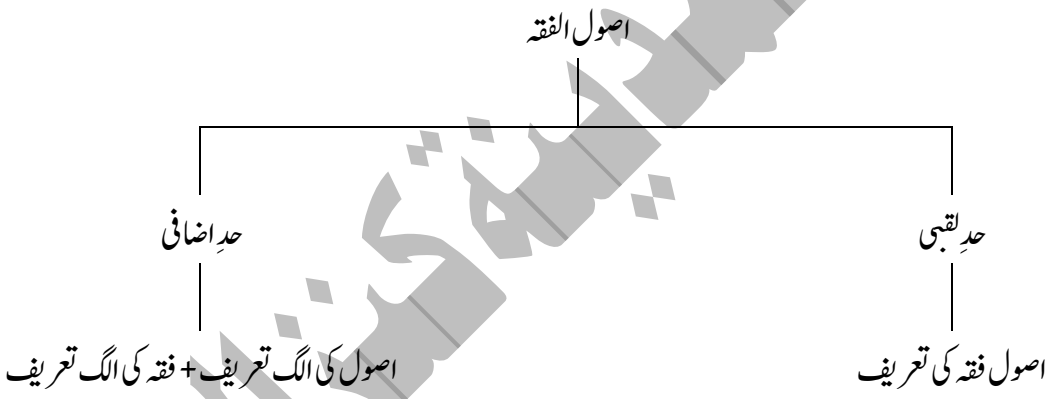
ایسے قواعد جو ان راستوں کو واضح کرتے ہیں جن پر چل کر کوئی فقیہ ادلہِ تفصیلیہ سے احکام شرعیہ عملیہ کو مستنبط کرتا ہے۔

موضوع:

احکام شرعیہ اور ان کے دلائل {یعنی وہ دلائل جو احکام تک پہنچادیں}۔

غرض وغایت:

احکام شرعیہ کو دلائل کے ساتھ جاننا۔



- فقہ: ادلہ تفصیلیہ سے احکامِ شرعیہ عملیہ کو جاننا۔
- اصل: وہ قوانین جن پر فقہ کا دارومدار ہے۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

فصل فی الخاص والعام

سوال نمبر 1: خاص کی تعریف مع اقسام و حکم بیان کریں؟

جواب: خاص:

ایسا لفظ ہے جسے وضع کیا گیا ہو معنی معلوم یا مسمی معلوم کے لیے انفرادی {علیحدہ علیحدہ} طور پر۔

خاص کی اقسام:

خاص کی تین قسمیں ہیں:

{1} خاص الفرد {3} خاص الجنس

{2} خاص النوع

خاص کا حکم:

اس پر یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔ اگر کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر واحد یا قیاس آجائے،

- ان کے درمیان تطبیق دینا ممکن ہو گا
  - تطبیق دیں گے
- ان کے درمیان تطبیق دینا ممکن نہیں ہو گا
  - خبر واحد اور قیاس کو چھوڑ دیں گے

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ------

سوال نمبر 2: مذکورہ مثال کس کی ہے، اور آیت کا ترجمہ اور تشریح اس انداز میں بیان کریں کہ اختلاف آئمہ واضح ہو جائے، نیز مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے یا تین طہر اختلاف بیان کریں؟

جواب: یہ مثال "خاص" کی ہے۔

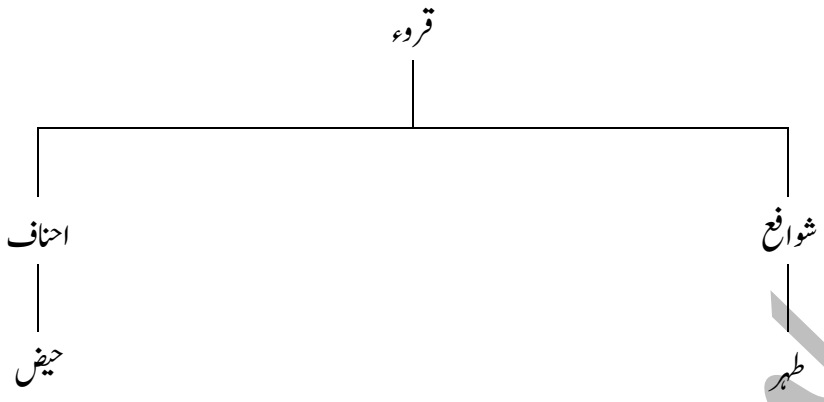
ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔ {ترجمہ: کنز الایمان}

"اختلاف"

لفظِ قروء دو معنی میں مشترک ہے:

{1} حیض {2} طہر

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

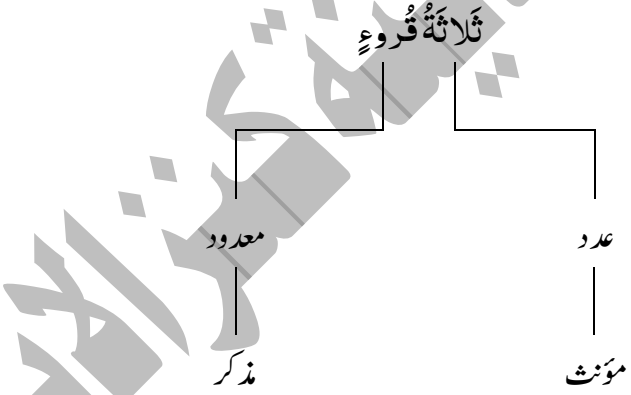


شوافع کا مذہب:

شوافع کے نزدیک قروء سے مراد "طہر" ہے۔

شوافع کی دلیل:

قرآن کریم میں قروء تانیث کی تمیز ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ {طہر} مذکر ہے، کیونکہ قاعدہ لغویہ ہے کہ تین سے لیکر نو تک کی تمیز خلاف قیاس آتی ہے۔



❖ لہٰذا اس قاعدہ لغویہ کے مطابق مطلقہ عورت کی عدت "تین حیض" ہے۔

احناف کا مذہب:

احناف کے نزدیک قروء سے مراد "حیض" ہے۔

احناف کی دلیل:

اس مثال میں ثلاثہ کا عدد خاص ہے جو ایک معین عدد کی پہچان کے لیے وضع کیا گیا ہے اور وہ پورے تین ہے، پس اگر طہر مراد لیا جائے تو پورے تین پر عمل نہیں ہو گا بلکہ دو طہر اور تیسرے کے بعض پر عمل ہو گا تیسرا وہ جس میں طلاق واقع ہوئی ہے۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

پس یہاں کتاب اللہ کے مقابلے میں قیاس لغوی آرہاہے اور قیاس پر عمل کرنے سے کتاب اللہ کے خاص پر عمل نہیں ہو گا، لہٰذا ہم قیاس کو چھوڑ دیں گے اور کتاب اللہ کے خاص پر عمل کریں گے۔

فَيُخَرِّجُ على هذا حُكمِ الرَّجْعَةِ فِي الحَيضَةِ الثَّالِثةِ۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 3: مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے یا تین طہر، اس اختلاف پر متفرع ہونے والے مسائل اس طرح بیان کریں کہ ہمارا اور امام شافعی کا مذہب واضح ہو جائے؟

جواب:

شوافع	احناف
{1} اگر کوئی شخص اپنی عورت کو حالتِ طہر میں طلاقِ رجعی دے تو تیسرے حیض میں رجوع نہیں کر سکتا ہے۔	{1} اگر کوئی شخص اپنی عورت کو حالتِ طہر میں طلاقِ رجعی دے تو تیسرے حیض میں رجوع کر سکتا ہے۔
{2} تیسرے حیض میں مطلقہ عورت کے ساتھ غیر آدمی کا نکاح جائز ہے۔	{2} تیسرے حیض میں مطلقہ عورت کے ساتھ غیر آدمی کا نکاح نا جائز ہے۔
{3} تیسرے حیض میں عورت پر اپنی عدت کے اندر گھر میں پابند رہنا لازم نہیں، کیونکہ عدت پوری ہو چکی ہے۔	{3} تیسرے حیض میں عورت پر اپنی عدت کے اندر گھر میں پابند رہنا لازم ہے۔
{4} تیسرے حیض میں خاوند پر عورت کا نفقہ اور سکنی لازم نہیں ہے۔	{4} تیسرے حیض میں خاوند پر عورت کا نفقہ اور سکنی لازم ہے۔
{5} تیسرے حیض میں بیوی کے خلع لینے اور شوہر کو طلاق دینے کا حق نہیں ہو گا۔	{5} تیسرے حیض میں بیوی کے خلع لینے اور شوہر کو طلاق دینے کا حق ہو گا۔
{6} تیسرے حیض میں خاوند کا انتقال ہو جائے تو مطلقہ عورت خاوند کی وارث نہیں ہو گی۔	{6} تیسرے حیض میں خاوند کا انتقال ہو جائے تو مطلقہ عورت خاوند کی وارث ہو گی۔

قَدْ عَلِمنا ما فَرَضنا عَلَيْهِمْ فِي اَزْواجِهم۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 4: مذکورہ آیت کا ترجمہ کریں، اور یہ مثال کس کی ہے نیز مہر کی کوئی مقدار شریعت میں مقرر ہے یا نہیں اختلاف بیان کریں؟

جواب: یہ مثال "خاص" کی ہے۔

ترجمہ: ہمیں معلوم ہیں جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے ان کی بیویوں میں۔ {ترجمہ: کنزالایمان}

شوافع	احناف
شوافع کے نزدیک شریعت کی جانب سے مہر کی کوئی مقدار معین نہیں ہے۔ دلیل: امام شافعی کی دلیل قیاس ہے کہ انہوں نے عقدِ نکاح کو عقدِ مالی پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح عقدِ مالی میں عوض کی مقدار شرعاً مقرر نہیں ہوتی بلکہ عاقدین کی رائے پر موقوف ہوتی ہے اسی طرح نکاح میں بھی مہر کی مقدار زوجین کی رائے پر موقوف ہوتی ہے۔	احناف کے نزدیک شریعت کی جانب سے مہر کی تعیین مقرر ہے۔ دلیل: "قَدْ عَلِمنا ما فَرَضنا عَلَيْهِمْ فِي أَزْواجِهم" اس آیت میں لفظِ "فَرَضنا" خاص ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مہر کی کم از کم شرعی مقدار مقرر ہے۔ مگر اس آیت میں مقرر کی ہوئی مقدار مجمل ہے اور مجمل چونکہ بیان کا محتاج ہوتا ہے اس لیے اس کی تفسیر حضور اقدس ﷺ نے یوں فرمائی، "لا مهر لا قل من عشرة دراهم" تو معلوم ہوا کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ پس نکاح کو عقدِ مالی سمجھتے ہوئے زوجین کی رائے پر قیاس نہیں کیا جائے گا ورنہ کتاب اللہ کے خاص پر عمل نہیں ہو گا۔

فرع على هذا ان التخلى لنفلى العبادة افضل من الاشتغال بانكاح۔۔۔۔۔

سوال نمبر 5: مذکورہ عبارت کو لانے کی غرض مصنف بیان کریں؟

جواب: یہاں سے غرضِ مصنف یہ ہے کہ امام شافعی کے اس اصل پر "نکاح عقدِ مالی" ہے چند مسائل متفرع ہوتے ہیں۔

{1} امام شافعی کے نزدیک نفلی عبادت کے لیے خلوت نشینی اختیار کرنا نکاح کرنے سے بہتر ہے۔ {جبکہ ہمارے نزدیک نکاح کرنا افضل ہے}

{2} امام شافعی کے نزدیک خاوند کے لیے مباح کہ جس طرح چاہے طلاق دے ایک ہی دفعہ تین طلاق دے یا متفرق کر کے دے۔ {جبکہ ہمارے نزدیک یکباری دو یا تین طلاق دینا بدعت ہے}

{3} امام شافعی کے نزدیک عقد نکاح خلع سے فسخ ہو جاتا ہے۔ {جبکہ ہمارے نزدیک خلع طلاق بائنہ ہے}

حتى تنكح زوجا غيره۔۔۔۔۔

سوال نمبر 6: مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں، نیز یہ کس کی مثال ہے اور اس عبارت کی وضاحت اس انداز میں بیان کریں کہ اختلاف آئمہ واضح ہو جائے؟ اور آزاد بالغہ عورت اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کیا تو نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟

جواب: یہ مثال "خاص" کی ہے۔

ترجمہ: جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ {ترجمہ: کنزالایمان}

"اختلاف"

احناف	شوافع
{1}اگر کوئی بالغہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر خود اپنا نکاح کرے تو شوہر کے لیے اس عورت سے وطی کرنا حلال ہے اور مہر اور نان و نفقہ اس نکاح کی وجہ سے خاوند پر لازم ہو جائے گا۔ {2}اگر شوہر اس نکاح کے بعد طلاق دینا چاہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ {3}اگر خاوند نے ایسی عورت کو جس نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تھا، تین طلاقیں دیں تو پھر اس عورت کا اس خاوند سے "حتی تنکح زوجا غیرہ" کے بغیر نکاح کرنا درست نہ ہو گا۔	{1}اگر کوئی بالغہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر خود اپنا نکاح کرے تو شوہر کے لیے اس عورت سے وطی کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ہی مہر اور نان و نفقہ شوہر پر لازم ہے۔ {2}اگر شوہر اس نکاح کے بعد طلاق دینا چاہے تو طلاق واقع نہیں گی کیونکہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔ {3}شوافع کے نزدیک دوسرے شوہر سے نکاح کرنا درست ہو گا، کیونکہ پہلا نکاح تو منعقد ہی نہیں ہوا تھا۔

"آزاد بالغہ عورت اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کیا تو نکاح منعقد ہو گا یا نہیں"

شوافع	احناف
آزاد عاقلہ بالغہ عورت نے اگر اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کیا تو اس کا نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ دلیل: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "ایما امراۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل"۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بالغہ عاقلہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔	آزاد عاقلہ بالغہ عورت نے اگر اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کیا تو اس کا نکاح منعقد ہو جائے گا۔ دلیل: احناف اللہ پاک کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں کہ "حتی تنکح زوجا غیرہ" کہ یہاں "تنکح" کا لفظ عورت کو نکاح کا اختیار حاصل ہونے پر دلالت کرنے کے لیے خاص ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بالغہ عاقلہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔

سوال نمبر7: عام کی تعریف مع اقسام و حکم بیان کریں؟

جواب: عام:

ہر وہ لفظ جو افراد کی ایک جماعت کو لفظاً یا معناً شامل ہو۔

- لفظاً کی مثال: "مسلمون"، "مشرکون"۔
- معناً کی مثال: "من"، "ما"۔

عام کی اقسام:

عام کی دو قسمیں ہیں:

{1}عام خص عنہ البعض: وہ عام جس میں بعض افراد کو خاص کیا گیا ہو۔

{2}عام لم یخص عنہ شیء: وہ عام جس میں کسی فرد کو خاص نہ کیا گیا ہو۔

عام{لم یخص عنہ شیء}کا حکم:

لزومِ عمل کے اعتبار سے خاص کی طرح ہوتا ہے{یعنی اگر اس کے مقابلے میں خبر واحد یا قیاس آجائے اور عام کے حکم میں تبدیلی کئے بغیر اس پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ عام پر عمل کیا جائے گا اور اس کے مقابلے میں جو چیز آئے گی اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔

عام{خص عنہ البعض}کا حکم:

اس کا حکم یہ ہے کہ تخصیص کے بعد اس پر عمل کرنا واجب ہے، لیکن تخصیص کا احتمال بھی رہے گا۔

جب عام میں پہلی بار تخصیص کرنہ ہو تو دلیل شرعی{دلیل قطعی}سے ہوگی پھر اس کے بعد تخصیص خبر واحد یا قیاس سے ہوتی رہی گی یہاں تک کہ عام کے تین افراد باقی رہ جائیں اس کے بعد تخصیص نہیں ہوگی۔

علی ھذا قلنا۔۔۔۔۔

سوال نمبر8: اگر چور چوری کرے چوری کا مال اس کے پاس ضائع ہو جائے تو اس چور کی کیا سزا ہوگی؟

جواب:

شوافع	احناف
اگر مالِ مسروقہ ضائع ہو جائے تو قطعِ ید کے علاوہ مالِ مسروقہ کی ضمانت بھی لی جائے گی۔ دلیل: امام شافعی چوری کے مسئلے کو غصب کے مسئلے پر قیاس کرتے ہے کہ جس طرح مالِ مغصوبہ غاصب کے پاس ضائع ہو جائے تو غاصب کو اس کی ضمانت دینا پڑتی ہے، اسی طرح اس مسئلے میں بھی اس پر قطعِ ید اور ضمانت دونوں چیزیں واجب ہیں۔	اگر مالِ مسروقہ ضائع ہو جائے تو حد سرقہ صرف ہاتھ کاٹنا ہے ضمان واجب نہیں ہے۔ دلیل: احناف کہتے ہیں کہ اس پر قرآن پاک کی آیت دلیل ہے"**والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء**"۔ اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ "کلمۃ ما"عام غیر مخصوص البعض ہے جو ان تمام جرموں کی سزا جو چور کی جانب سے پائے گئے ہیں{یعنی چوری اور مال کا ہلاک ہونا}۔ لہٰذا سرقے کو غصب پر قیاس کرکے ضمان واجب نہیں کیا جائے گا ورنہ عام کے عموم پر عمل نہیں ہوگا حالانکہ عام کے عموم پر عمل کرنا ضروری ہے۔

الدلیل علی کلمۃ"ما"عامۃ۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر9: کلمۃ "ما" عام ہے اس پر امام محمد کی دلیل پیش کریں؟

جواب: کلمۃ "ما" کے عام ہونے دلیل امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب کوئی آقا اپنی لونڈی سے کہے "ان کان ما فی بطنک غلاما فانت حرۃ" {جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ بچہ ہے تو، تو آزاد ہے} لیکن اگر وہ لونڈی بچہ اور بچی دونوں کو ایک ساتھ جنم دے تو آزاد نہیں ہو گی، کیونکہ "ما" کی عمومیت کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ صرف لڑکا جنم دیتی۔

فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر10: مذکورہ آیت کا ترجمہ کریں اور یہ کس کی مثال ہے، نیز نماز میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟

جواب: یہ مثال "عام" کی ہے۔

ترجمہ: قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ {ترجمہ: کنز الایمان}

شوافع	احناف
امام شافعی کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ دلیل: امام شافعی اپنے اس مذہب پر خبر واحد سے استدلال کرتے ہیں "لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب" کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔	امام اعظم کے نزدیک نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ دلیل: امام اعظم اپنے اس مذہب پر قرآن سے استدلال کرتے ہیں "فاقرءوا ما تیسر من القرآن" یہ آیت عام ہے کہ جو کچھ تم آسانی سے قرآن کریم میں سے پڑھ سکتے ہو پڑھو، تو اس کی عمومیت کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز کا درست ہونا سورۃ الفاتحہ پر موقوف نہ ہو، اس لیے ہم حدیث پاک پر اس طرح عمل کریں گے کہ کتاب اللہ کا حکم بھی متغیر نہ ہو اور خبر واحد پر بھی عمل ہو جائے، تو ہم کہیں گے کہ مطلقاً قراءت کرنا فرض ہے کتاب اللہ کی وجہ سے اور سورۃ الفاتحہ پڑھنا واجب ہے حدیث کی وجہ سے۔

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر11: مذکورہ مثال کس کی ہے، نیز اگر کوئی شخص جانور کو ذبح کرتے وقت عمداً {جان بوجھ کر} بسم اللہ چھوڑ دیں تو ذبیحے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شوافع کا مذہب:

امام شافعی کے نزدیک جس جانور کو ذبح کرتے وقت عمداً {جان بوجھ کر} بسمہ اللہ نہ پڑھے تو وہ حلال ہے۔

دلیل: حضور اقدس ﷺ سے جب ایسے جانور کے متعلق پوچھا گیا جس پر عمداً بسم اللہ ترک کر دی گئی تھی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "کلوہ فان تسمیۃ اللّٰہ تعالی فی قلب کل امرء مسلم" تم اُسے کھاؤ پس بیشک اللہ کا نام ہر مسلمان انسان کے دل میں موجود ہے۔

احناف کا مذہب:

امام اعظم کے نزدیک جس جانور پر اللہ کا نام {بسم اللہ} عمداً ترک کی گئی ہو تو وہ حلال نہیں ہے۔

احناف کی دلیل:

جانور ذبح کرتے وقت دو صورتیں ہونگی، {1} متروک التسمیۃ عامداً {2} متروک التسمیۃ ناسیاً

اللہ تعالی کا فرمان "ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ" کے دونوں افراد کو شامل ہے۔

مگر حدیث مبارکہ "رفع عن امتی الخطاء و النسیان" کی وجہ سے اس عمومی حکم سے خارج ہو گیا لہٰذا {متروک التسمیۃ ناسیاً} کا کھانا جائز ہے۔

اب اگر خبر واحد "کلوہ فان تسمیۃ اللّٰہ تعالی فی قلب کل امرء مسلم" کی وجہ سے {متروک التسمیۃ عامداً} کا کھنا بھی جائز ہو تو کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا، لہٰذا خبرِ واحد کو چھوڑ دیا جائے گا اور کتاب اللہ کے عام پر عمل کیا جائے گا۔

سوال نمبر 12: حرمت رضاعت ایک مرتبہ دودھ چوس لینے سے ثابت ہو گی یا نہیں؟

جواب:

احناف	شوافع
مدتِ رضاعت کے اندر بچے کا ایک آدھ مرتبہ دودھ پی لینا بھی حرمتِ رضاعت کو ثابت کرتا ہے۔ دلیل: اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا "وامھاتکم اللاتی ارضعنکم" یہ آیت عام اور اس کی عمومیت کا تقاضہ یہ کہ مرضع {دودھ پلانے والی} کا نکاح دودھ پینے والے سے کسی بھی طرح درست نہیں ہو سکتا۔	ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پی لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ دلیل: امام شافعی اپنے اس موقف پر اس حدیث "لا تحرم المصۃ ولا المصتان ولا الاملاجۃ ولا الاملاجتان" سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک اور دو کی نفی کی گئی ہے۔ نوٹ: حرمتِ رضاعت کے لیے کم از کم پانچ چسکیاں ضروری ہے۔

سوال نمبر 13: خبر واحد اور قیاس کے ساتھ عام کی تخصیص کیوں جائز ہے؟

جواب: خبر واحد یا قیاس کے ساتھ عام کی تخصیص اس لیے جائز ہے کہ جب پہلی بار مخصص نے عام کے تمام افراد سے بعض کو نکالا تو اس کی دو صورتیں ہیں،

{1} وہ بعض افراد مجہول ہونگے {2} وہ بعض افراد معروف ہونگے

{1}وہ بعض افراد مجہول ہونگے:

اگر افراد مخصوصہ مجہول ہوں تو ہر فردِ معین میں یہ احتمال باقی رہے گا کہ وہ خاص کیے ہوئے افراد کے تحت داخل ہیں یا عام کے تحت داخل ہیں جب ہر ہر فرد میں دونوں جہتیں برابر ہو گئیں تو ہر فرد میں احتمال ثابت ہو گیا۔

جیسے:**اقتلوا المشرکین۔۔۔۔ولا تقتلوا بعضھم**

{2}وہ بعض افراد معروف ہونگے:

اگر افراد مخصوصہ معروف ہوں تو ممکن ہے کہ جو علت اس فرد معین میں پائی جاتی ہے تو وہ علت باقی افراد میں کسی فردِ معین میں بھی پائی جائے، تو جب اس علت کے موجود ہونے پر دلیلِ شرعی قائم ہو جائے، تو اس کی جانب تخصیص بھی راجع ہو جائے گا۔

جیسے:**فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔۔۔۔۔۔۔۔وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ۔**

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل فی المطلق والمقید

سوال نمبر 1: مطلق مقید کی تعریف مع مثال بیان کریں؟

جواب:

مطلق	مقید
مطلق وہ ہے جو صفات کی تخصیص کے بغیر محض ذات پر دلالت کرے۔{حاشیہ} جیسے: رقبۃ{غلام}	مقید وہ ہے جو کسی خصوصی صفت کے ساتھ ذات پر دلالت کریں۔{حاشیہ} جیسے: رقبۃ مومنہ{مومن غلام}

سوال نمبر 2: مطلق کا حکم بیان کریں؟

جواب: جب مطلق کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر خبر واحد یا قیاس سے زیادتی کرنا جائز نہیں۔

سوال نمبر 3: مقید کا حکم بیان کریں؟

جواب: جب کوئی لفظ مقید وارد ہو تو اس میں قید کا اعتبار کرنا واجب ہے جب تک کوئی ایسا لفظ وارد نہ ہو جو اس قید کو باطل کرنے کا فائدہ دے۔

سوال نمبر 4: کیا وضو میں {نیت کرنا، ترتیب قائم رکھنا، پے در پے کرنا، بسم اللہ شریف پڑھنا} فرض ہے یا پھر وضو کے چار ہی فرائض ہیں؟

جواب: امام شافعی کے نزدیک:

وضو میں نیت اور ترتیب شرط ہے۔

نیت کی دلیل:

"انما الاعمال بالنیات"

وضو بھی اعمال میں ایک عمل ہے اور اعمال کی صحت نیتوں پر موقوف ہے لہذا وضو کی صحت نیت پر موقوف ہو گی۔

ترتیب کی دلیل:

"هذا وضوء لا يقبل الله الصلاة الا به"

امام مالک کے نزدیک:

وضو میں اعضاء کو پے در پے دھونا فرض ہے۔

پے در پے کی دلیل:

حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو نماز اور وضو دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا جس کے پاؤں میں چمک تھی۔

داؤد ظاہری:

وضو میں بسم اللہ کو شرط قرار دیتے ہیں۔ "لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ"۔

امام اعظم کے نزدیک:

"یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم و ارجلکم الی الکعبین"۔

احناف کہتے ہیں مذکورہ آیت میں اللہ پاک نے ہمیں تین اعضاء کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا حکم دیا ہے پس مامور بہ مطلق غسل {دھونا} ہے تو اس مطلق کو خبر واحد کی وجہ سے {نیت اور ترتیب اور موالات اور بسم اللہ پڑھنے کے ساتھ} مقید نہیں کیا جائے گا، کیونکہ مقید کرنے کی صورت میں کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی،

اس لیے ہم اس طرح عمل کریں گے کہ مطلق کے حکم میں بھی تبدیلی نہ آئے اور اخبار آحاد پر بھی عمل ہو جائے،

پس ہم کہیں گے کہ مطلقاً اعضاء ثلاثہ کا دھونا کتاب کے حکم کی وجہ سے فرض ہے اور نیت، ترتیب وغیرہ حدیث کی وجہ سے سنت ہے۔

احناف کا مذہب:

وضو کے چار فرائض ہیں۔

سوال نمبر 5: زانیہ اور زانی کی سزا کے متعلق اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب: شوافع کا مذہب:

اگر غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو اس کی سزا 100 کوڑے اور 1 سال کی جلاوطنی ہے۔

شوافع کی دلیل:

امام شافعی حدیثِ مبارکہ "البکر بالبکر جلد مئۃ و تعریف عام" سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے غیر شادی شدہ مرد و عورت کی حدِ زنا 100 کوڑے اور 1 سال کی جلاوطنی بتائی گئی ہے۔

احناف کا مذہب:

اگر غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو اس کی سزا صرف 100 کوڑے ہیں۔

احناف کی دلیل:

"الزانی والزانیة فاجلدوا کل واحد منهما مئة جلدة" مذکورہ آیت میں صرف 100 کوڑے مارنے کا حکم ہے، اگر امام شافعی کی پیش کردہ حدیث پاک پر عمل کیا جائے تو خبر واحد سے کتاب کے مطلق میں تبدیلی لازم آئے گی لہذا ہم تطبیق دیتے ہوئے یوں کہیں گے کہ 100 کوڑے مارنا حد زنا ہے اور کتاب اللہ سے ثابت ہے اور جلاوطن کرنا سیاسۃ مشروع ہے اور خبر واحد سے ثابت ہے۔

سوال نمبر 6: طواف زیارہ کے وقت وضو شرط ہے یا نہیں اختلاف مع دلیل بیان کریں؟

جواب: امام شافعی کے نزدیک:

امام شافعی کے نزدیک طواف زیارہ کے وقت وضو شرط ہے۔

امام شافعی کی دلیل:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "الطواف بالبیت مثل الصلوۃ"

مذکورہ حدیث میں بیت اللہ کے طواف کو نماز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے {یعنی جس طرح نماز میں وضو شرط ہے اسی طرح بیت اللہ کے طواف کے لیے بھی شرط ہو گا۔

امام اعظم کے نزدیک:

احناف کے نزدیک طواف زیارہ کے وقت وضو شرط نہیں ہے۔

امام اعظم کی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "ولیطوفوا بالبیت العتیق" اس آیت میں "ولیطوفوا" بیت اللہ کے طواف کے حکم میں مطلق ہے خواہ وضو کے ساتھ ہو یا بغیر وضو کے ہو، لہذا حدیث کی وجہ سے کتاب اللہ کے مطلق کو وضو کی شرط کے ساتھ مقید نہیں کیا جائے گا،

پس قرآن وحدیث میں تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ کتاب اللہ کی روشنی میں مطلق طواف فرض ہو گا اور حدیث کی روشنی میں طواف کے لیے وضو واجب ہو گا۔ البتہ اگر کسی نے بغیر وضو طواف کیا تو ترکِ واجب کی وجہ سے دم دینا ہو گا۔

سوال نمبر 7: نماز میں تعدیل ارکان فرض ہے یا واجب بیان کریں؟

جواب: رکوع کا معنی: جھک کر دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

تعدیل ارکان کا معنی: اطمینان سے رکوع کرنا پھر رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑے ہو کر سجدہ کرنا۔

امام شافعی کے نزدیک:

تعدیل ارکان فرض ہے۔

امام شافعی کی دلیل:

حضور اقدس ﷺ نے ایک اعرابی جس نے تعدیل ارکان کی رعایت کے بغیر جلدی جلدی نماز ادا کی تھی اسے "**قم فصل فالک لم تصل**" کا حکم دیا۔ حضور اقدس ﷺ اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دینا تعدیل ارکان کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

امام اعظم کے نزدیک:

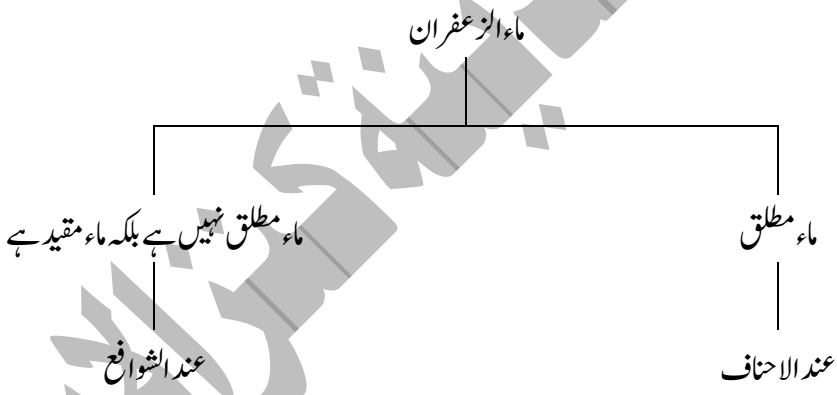
تعدیل ارکان واجب ہے فرض نہیں ہے۔

امام اعظم کی دلیل:

"**وارکعوا مع الراکعین**" مذکورہ آیت رکوع کے حکم میں مطلق ہے پس خبر واحد کے ساتھ اس پر تعدیل ارکان کی شرط کا اضافہ نہیں کیا جائے گا، لیکن اس قرآن وحدیث میں تطبیق دیتے ہوئے اس طرح کہا جائے گا کہ مطلقاً رکوع کرنا کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے فرض ہے اور تعدیل ارکان حدیث کی وجہ سے واجب ہے۔

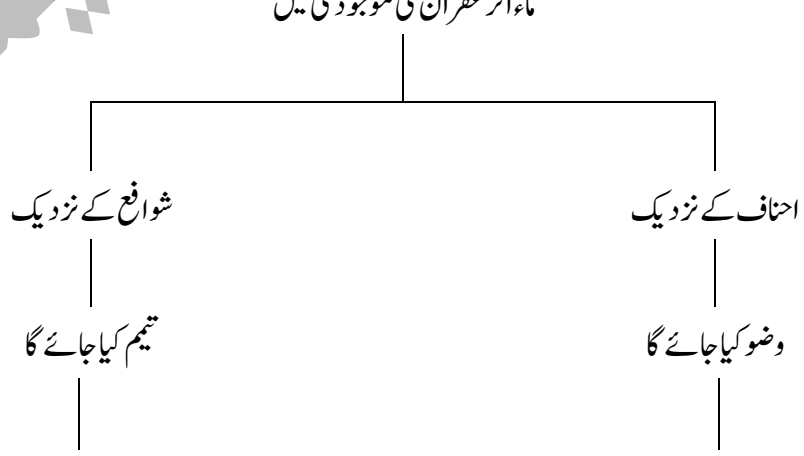
سوال نمبر 8: "ماء الزعفران" ماء مطلق ہے یا ماء مقید ہے؟

جواب:



سوال نمبر 9: ماء الزعفران کی موجودگی میں وضو کیا جائے گا یا تیمم کیا جائے گا؟

جواب:



تیمم کی طرف اس وقت لوٹاجائے گاجب پانی نہیں پایا جائے قرآن کریم نے بیان کیا کہ جب تم پانی نہیں پاؤ تو تیمم کرو چونکہ ماء گاچونکہ پانی موجود ہے اس لیے وضو نہیں کیاجائے گا۔ الزعفران پر پانی کا اطلاق نہیں ہوتا اس لیے تیمم کیاجائے گا۔

"مکمل وضاحت"

شوافع کا مذہب:

ماءالزعفران کی موجودگی میں تیمم کیاجائے گا۔

شوافع کی دلیل:

ارشادِ باری تعالی:"**فان لم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا**"۔مذکورہ آیت میں ماء کا لفظ مطلق ہے پس ماءالزعفران،ماء صابون وغیرہ اپنی تقیید کی وجہ سے مطلق نہ رہا لہذا یہ اس آیت میں داخل نہیں ہو گا۔ بلکہ اس آیت میں وہ پانی داخل ہو گا جو "**المنزک من السماء**" کی صفت پاباقی ہو۔

احناف کا مذہب:

ماءالزعفران کی موجودگی میں وضو کیاجائے گا تیمم نہیں کیاجائے گا۔

احناف کی دلیل:

ارشادِ باری تعالی:"**فان لم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا**"۔مذکورہ آیت میں تیمم کی طرف لوٹنا پانی کے نہ ہونا قرار دیا گیاہے چونکہ "ماءالزعفران"ماء مطلق ہی ہے لہذا تیمم نہیں کیاجائے گا بلکہ وضو کیاجائے گا۔

اور"**المنزک من السماء**"کی صفت پر باقی رہنے کی شرط لگانا مطلق کو مقید کرنا ہے،{ماءالزعفران}ماء مطلق ہی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی سے"**ھات الماء**"{پانی لاؤ}کہہ کر پانی لانے کا حکم دیاجائے اور وہ شخص ماءالزعفران لے آئے تو اُسے لغت کے اعتبار سے غلطی کرنے والا نہیں سمجھا جاتا۔{حاشیہ خلاصہ}

سوال نمبر10:"**خرج عن ھذہ القضیۃ**"سے غرض بیان کریں؟

جواب:مذکورہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے:

اعتراض:جس طرح ماءالزعفران وغیرہ اضافت کے باوجود ماء مطلق ہے اور اس سے وضو کرنا جائز ہے اس کی موجودگی میں تیمم کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح ماءالنجس بھی ماء مطلق ہے لہذا اس سے بھی وضو کرنا جائز ہونا چاہیے تھا؟

جواب:ماءالنجس{نجس پانی}سے وضو کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کہ وضو کا بنیادی مقصد طہارت کا حصول ہے چونکہ نجس پانی سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی،لہذا اس سے وضو کرنا بھی جائز نہیں۔

بھذہ الاشارۃ۔۔۔۔۔۔

"ولکن یرید لیطھرکم"

مذکورہ آیت سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وضو اس وقت واجب ہوتا ہے جب آدمی بے وضو ہو، کیونکہ طہارت حاصل کرنا حدث کے وجود کے بغیر محال ہے۔

سوال نمبر 11: مظاہر کی تعریف اور اس کا حکم، نیز کفارۃ ظہار بیان کریں؟

جواب: مظاہر اس شخص کو کہتے ہے جو اپنی منکوحہ {بیوی} کو یا اس کے کسی جزء کو وہ جزء جس کو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو، اپنی محرم عورت کے ساتھ تشبیہ دے دے۔

مثلاً: شوہر کہے تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے۔

مظاہر کا حکم:

جب تک کفارۃ ادا نہیں کرے گا اس وقت تک بیوی کے قریب جانا حرام ہے۔

کفارہ ظہار:

- {1} ایک غلام آزاد کرنا {قبل ان یتماسا}
- {2} لگاتار 60، دن کے روزے رکھنا {قبل ان یتماسا}
- {3} 60 مسکینوں کو کھانا کھلانا {بغیر قید کے بیان کیا}

سوال نمبر 12: اگر مظاہر نے مسکین کو کھانا کھلانے کے درمیان پانی بیوی سے جماع کیا تو از سر نو اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: شوافع کا مذہب:

اگر کسی مظاہر نے چند مساکین کو کھانا کھلانے کے درمیان اپنی بیوی سے جماع کیا تو از سر نو کفارہ ادا کیا جائے گا۔

شوافع کی دلیل:

آیت ظہار میں اطعام طعام اگرچہ قبل جماع کی قید سے مقید نہیں ہے لیکن تحریر رقبہ اور روزے تو اس قید کے ساتھ مقید ہیں لہذا تحریر رقبہ اور روزوں پر قیاس کرتے ہوئے اس میں بھی {قبل ان یتماسا} کی قید لگائی جائے گی۔

احناف کے نزدیک:

امام اعظم کے نزدیک اگر کسی مظاہر نے چند مساکین کو کھانا کھلانے کے درمیان اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو وہ از سر نو کفارہ ادا نہیں کرے گا۔

احناف کی دلیل:

ہماری دلیل: ظہار والی آیت ہے جس میں کفارہ اطعام کو مطلق رکھا گیا ہے لہذا کتاب اللہ کو مطلق کو مقید نہیں کیا جائے گا۔

آیت: "والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا"۔

سوال نمبر 13: ظہار اور یمین {قسم} کے کفارۃ میں آزاد ہونے والے غلام میں مومن کی قید ہو گی یا نہیں؟ اور ظہار اور کفارۃ یمین میں مومن غلام دیا جائے گا یا مطلقا غلام دیا جائے گا؟

جواب: شوافع کے نزدیک:

کفارۃ ظہار اور کفارۃ یمین میں بھی مومن غلام آزاد کیا جائے گا۔

شوافع کی دلیل:

امام شافعی نے اپنے اس مذہب پر قرآن کریم کی اس آیت "ومن قتل مومنا خطا فتحریر رقبۃ مومنۃ" پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح قتل خطا کے کفارۃ میں مومن کی قید ہے اسی طرح کفارۃ یمین اور کفارۃ ظہار میں بھی مومن غلام آزاد کیا جائے گا کیونکہ کفارات کی جنس ایک ہی ہے۔

احناف کے نزدیک:

کفارۃ یمین اور کفارۃ ظہار میں مطلقاً غلام آزاد کیا جائے گا خواہ مومن ہو یا غیر مومن۔

احناف کی دلیل:

چونکہ قرآن کریم نے مومن غلام کی قید کو صرف کفارۃ قتل کے ساتھ مقید کیا ہے لہذا مقید کو اپنی تقیید پر باقی رکھا جائے گا اور کفارۃ یمین اور کفارۃ ظہار میں بھی مومن کی قید کا اضافہ کیا جائے گا ورنہ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا لازم آئے گا۔

فان قیل: ان الکتاب فی مسح الراس یوجب مسح مطلق۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 14: مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: اعتراض نمبر 1: "وامسحوا بروسکم" مذکورہ آیت میں مطلقاً سر کے مسح کرنے کا حکم ہے اور آپ نے خبر واحد کے ذریعے اس کو چوتھائی سر کے مسح کے ساتھ مقید کیا ہے؟

جواب: مسح کے سلسلے میں "وامسحوا بروسکم" مطلق ہے ہی نہیں بلکہ مجمل ہے کیونکہ اس کے کسی فرد کو ادا کرنے والا شخص مامور بہ کو {فرض کو} ادا کرنے والا ہوتا ہے جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر کسی شخص نے نصف یا دو تہائی کا مسح کیا تو یہ مقدارِ ممسوح فرض نہ ہو گی بلکہ بعض مقدار فرض ہو گی اور بعض مقدار مستحب ہو گی۔

قیل ان الکتاب مطلق فی انتهاء الحرمة الغلیظة بالنکاح وقیدتموه بالدخول بحدیث امراة رفاعة۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر15:مذکوہ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب:اعتراض:"حتی تنکح زوجا غیرہ"میں نکاح حرمۃ غلیظہ کے ختم ہو جانے میں مطلق ہے{یعنی پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنے کے لیے صرف دوسرے شوہر سے نکاح کرنا کافی تھا مگر آپ اسے دخول{وطی}کی قید کا اضافہ کیا جس کی وجہ سے مطلق مقید ہو گیا؟

جواب نمبر1:مذکورہ آیت"حتی تنکح زوجا غیرہ"میں{تنکح}کا لفظ وطی کے معنی میں ہے کیونکہ عقد نکاح{نفس نکاح}تو زوجاً کے لفظ سے ہی حاصل ہو رہا ہے کیونکہ عقد نکاح کے بغیر کوئی زوجاً ہوتا ہی نہیں ہے لہذا اعتراض ہی ختم ہو گیا۔

جواب نمبر2:حدیث امراۃ رفاعۃ والی حدیث خبر واحد نہیں ہے بلکہ خبر مشہور ہے اور خبر مشہور کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

فصل فی المشترک والمؤول

سوال نمبر 1: مشترک، مؤول اور مفسر کی تعریف مع حکم بیان کریں؟

جواب:

مشترک کی تعریف:

ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زیادہ مختلفۃ الحقائق معانی کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

مشترک کا حکم:

مشترک کے کئی معانی میں سے جب کوئی معنی بطور مراد متعین ہو جائے تو دیگر معانی کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔

مؤول کی تعریف:

جب غالب رائے سے مشترک کے کسی ایک معنی کو ترجیح حاصل ہو جائے تو اُسے مؤول کہتے ہیں۔

مؤول کا حکم:

مؤول پر عمل کرنا واجب ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال رہتا ہے۔

مفسر کی تعریف:

مشترک کے بعض معانی میں سے کوئی معنی متکلم کی جانب سے بیان کرنے کی وجہ سے ترجیح پا جائے تو وہ مفسر ہے۔

مفسر کا حکم:

اس پر یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

مشترک کی مثال

"جارية"

"الامة"
{باندھی}

"السفينة"
{کشتی}

جامعۃ المدینہ تاج الایمان

"مشتری"

بیع کے عقد کو قبول کرنے والا — ستارہ

"بائن"

"البین" {جدائی} — "البیان" {ظہور}

❖ مشترک میں عموم نہیں ہوتا۔

مثال نمبر 1:

جب کسی شخص نے یوں وصیت کی کہ بنی فلاں کے موالیوں کو اتنا مال دے دو اب قبیلے کے موالی دو طرح کے ہیں،

موالی اعلیٰ {معتِق} جنہوں نے ان بیٹوں کو آزاد کیا — موالی اسفل {معتَق} ان بیٹوں نے جن کو آزاد کیا

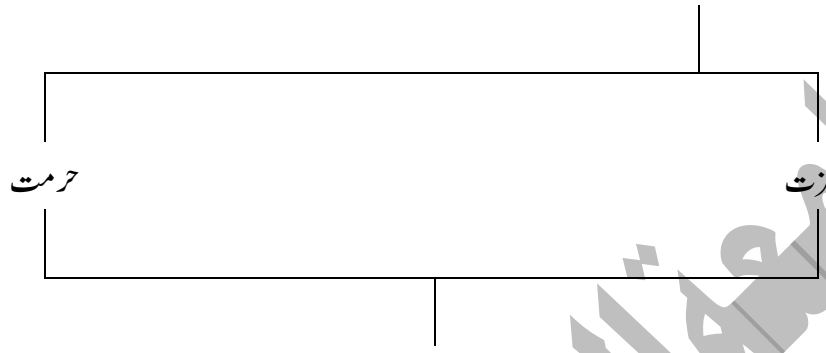
وصیت کرنے والا موالی اعلیٰ اور موالی اسفل کی تعیین سے پہلے اگر فوت ہو گیا تو امام محمد کے نزدیک یہ وصیت دونوں فریقین کے حق میں باطل ہو جائے گی،

مشترک سے بیک وقت دو معنی مراد نہیں لیے جاسکتے اور کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

مثال نمبر2:

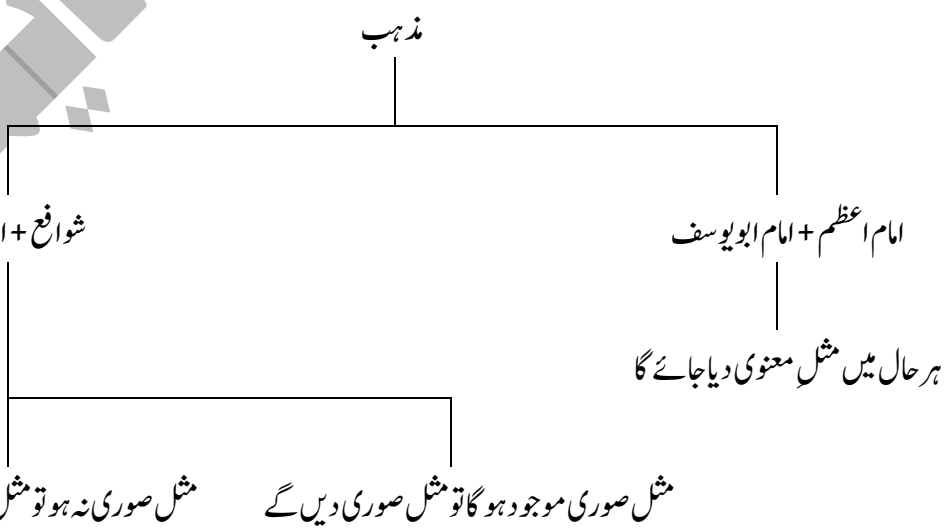
امام اعظم فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا"انت علیّ مثل امی"{تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے}تو وہ ظہار کرنے والا نہیں ہو گا، کیونکہ یہ لفظ"مثل امی"،



- نیت کے بغیر حرمت کی جانب ترجیح نہیں پائے گی۔
- مثل صوری:ایک چیز جسامت اور خلقت کے لحاظ سے دوسری چیز کے برابر ہونا۔مثلاً:ہرن کا مثل صورت بکری ہے۔
- مثل معنوی:اس سے مراد قیمت ہے۔

سوال نمبر2: "فجزاء مثل ما قتل من النعم "مذکورہ آیت میں اختلاف آئمہ مع دلیل بیان کریں؟

جواب:حالت احرام میں شکار سے منع کیا گیا ہے اب اگر ممانعت{معنی کرنے}کے باوجود کسی نے شکار کیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے" فجزاء مثل ما قتل من النعم "اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر حالت احرام میں کسی نے شکار کیا تو اس جانور کی مثل دیا جائے گا اور مثل کا لفظ دو معانی میں مستعمل ہے،{1}مثل صوری {2}مثل معنوی



سوال نمبر 3: اگر حالت احرام میں کسی نے شکار کیا تو اب شکار کے بدلے مثل صوری دینگے یا مثل معنوی اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب:

امام شافعی + امام مالک + امام محمد کے نزدیک	امام اعظم + امام ابو یوسف کے نزدیک
مثل صوری کی موجودگی میں مثل معنوی دینا جائز نہیں ہے۔ دلیل: "فجزاء مثل ما قتل من النعم" اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ قاتل پر مقتول کی جزا اس کی مثل ہے، پھر مثل کی تفسیر {من النعم} سے کی گئی ہے اور نعم کا معنی جانور ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ نعم قیمت نہیں ہے۔	شکار کئے ہوئے جانور کا مثل صوری موجود ہونے کے باوجود بھی مثل معنوی ہی دیا جائے گا {یعنی ہر حال میں مثل معنوی "قیمت" دینی ہوگی۔ دلیل: ہر وہ جانور جس کا مثل صوری نہ ہو تو آئمہ کا اتفاق ہے کہ اس صورت میں مثل معنوی {قیمت} دی جائے گی۔ جیسے: کبوتر یا چڑیا وغیرہ کو ہلاک کرنے صورت میں اس کی قیمت واجب ہوگی تو دوسرے جانور کا بھی یہی حکم ہوگا ایسا نہیں ہوگا کہ کسی جانور کے قتل میں مثل صوری واجب ہو اور کسی جانور کے قتل میں مثل معنوی واجب ہو، تو جب مثل معنوی مراد لے لیا تو اب مثل صوری مراد نہیں لیا جائے گا کیونکہ دونوں کو جمع کرنا محال ہے۔

{حاشیہ}

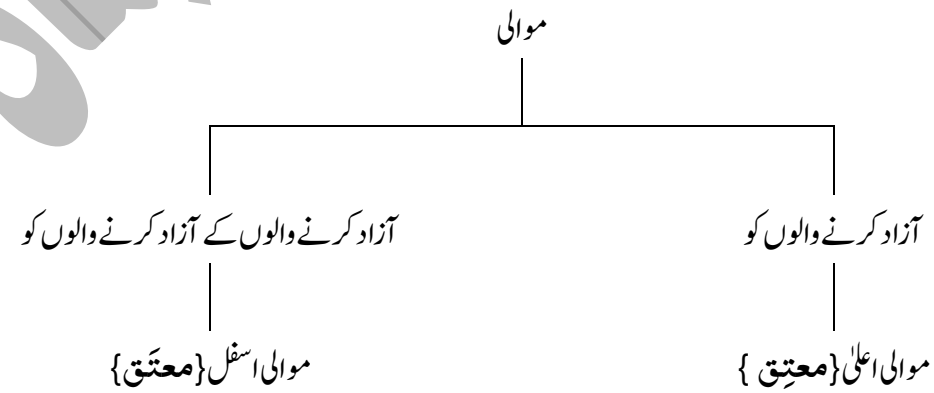
اگر کسی آدمی نے شکار کر لیا تو اس پر مقتول جانور کی قیمت ہوگی جس کو اس جگہ یا اس کے قریب جگہ کے رہنے والے دو انصاف مند آدمی متعین کریں گے۔

اب شکار کرنے والا با ختیار ہے،

چاہے تو اس قیمت کی ہڈی خرید کر صدقہ کر دے۔

چاہے تو اس قیمت کا کھانا خرید کر صدقہ کر دے۔

ہر فقیر کو نصف صاع گندم دے یا ایک صاع جو یا کھجور دے۔



معاملات میں مؤول کی مثال:

اگر کسی نے بیع میں مطلق ثمن رکھا کہ ثمن کی مقدار تو بیان کر دی{اشتريت القلم بخمسة دراهم}لیکن صفت بیان نہیں کی تو اس سے وہی ثمن مراد ہو گا جو شہر میں غالب رائج ہو گا اور یہ بطریق تاویل{تاویل کی بناء پر}ہو گا،

او راگر شہر میں مختلف نقدیاں

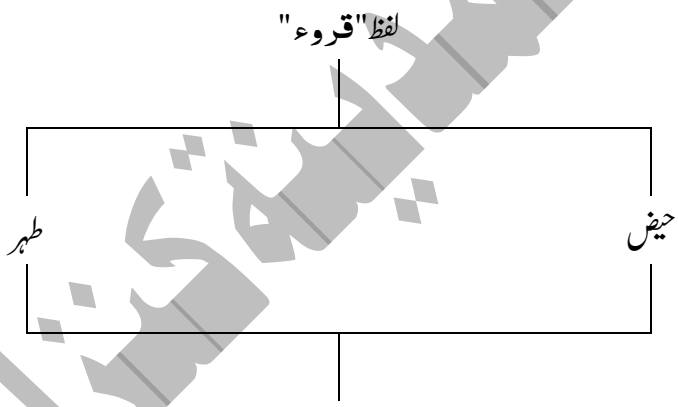
مروج ہوں{یعنی وہ مالیت میں مختلف ہوں}تو بیع فاسد ہو جائے۔

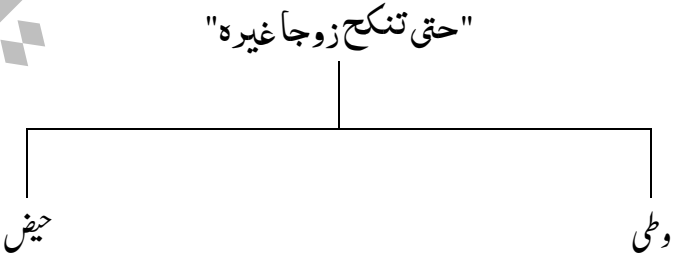
❖ تاویل کا معنی:"پلٹنا" ہے۔

وحمل اقراء على الحيض و حمل النكاح في الاية على الوطىء-------

سوال نمبر4:مذکورہ عبارت کی وضاحت؟

جواب:"حمل اقراء على الحيض"۔





لفظ نکاح دو معانی کے درمیان مشترک ہے،ایک وطی کے معنی میں دوسرا عقد کے معنی میں،دلیل کے ذریعے وطی مراد لے لیا گیا لہذا وہ مؤول ہو گیا۔

"الفاظ کنایہ"

اسی طرح الفاظِ کنایہ میں بھی اشتراک ہوتا ہے جیسے: لفظِ بائن یہ دونوں کا احتمال رکھتا ہے ایک بین اور دوسرا بیان کا تو جب طلاق کے بارے میں مذاکرہ طلاق کے دوران یہ لفظ بولا گیا تو بین {جدائی} کے معنی کو ترجیح دی جائے گی۔

❖ اصول: جس کلام میں دو احتمال میں ہو تو اس کو ایک احتمال کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

مثال نمبر 1: کسی شخص پر قرض ہو اور اس کے پاس مختلف قسم ک اموال ہوں {نصاب ہو}۔ مثلاً: نقد رقم بھی ہو، جانور بھی ہوں تو جس چیز کے نصاب سے قرض ادا کرنا آسان ہو اسی سے قرض ادا کیا جائے گا۔

اور جس نصاب سے قرض ادا کیا جائے گا اس نصاب پر زکوۃ واجب نہیں ہو گی کیونکہ قرض زکوۃ میں رکاوٹ ہے۔

مثال نمبر 2:

امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے نکاح کرتے وقت اپنی زوجہ سے کہا میں تجھے ایک نصاب دوں گا اور اس کے پاس نقد رقم بھی نصاب کے مطابق ہے اور بکری کی بھی اتنی تعداد ہے جو نصاب کو پہنچتی ہے {یعنی 40} تو نقد رقم مہر میں دی جائے گی کیونکہ نقد رقم دینا آسان ہے اور اس نقد رقم میں زکوۃ لازم نہیں ہو گی کیونکہ "الدین المانع" میں الزکوۃ البتہ بکریوں میں زکوۃ لازم ہو گی۔

مؤول کی مثال:

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ اس کے ذمہ {متکلم} فلاں شخص کے دس درہم بخارا کے سکے سے ہیں تو اس کا قول "من نقد بخارا" اس کے پہلے قول {لفلان علی عشرۃ دراھم} کی تفسیر ہو گا کیونکہ اگر وہ "من نقد بخارا" نہ کہتا بطریق تاویل اُسے نقدی دینی پڑتی جو شہر میں عام رائج تھی۔

لہذا جہاں مؤول اور مفسر جمع ہو جائے تو وہاں مفسر کو مؤول پر ترجیح دی جائے گی۔

{مشترک / مؤول / مفسر کے مابین فرق}

جب ایک لفظ ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہو تو جب تک کسی ایک احتمال کو ترجیح نہ دی جائے اُسے "مشترک" کہا جائے گا،

کسی ایک معنی کو غالب رائے سے ترجیح دی گئی تو اسے "مؤول" کہا جائے گا۔	کسی ایک معنی کو متکلم کے بیان کی وجہ سے ترجیح دی جائے اسے "مفسر" کہا جائے گا۔

فصل فی الحقیقۃ والمجاز

سوال نمبر 1: حقیقت و مجاز کی تعریف مع حکم بیان کریں؟

جواب: حقیقت کی تعریف:

ہر وہ لفظ جسے واضع لغت نے کسی معنی کے مقابلے میں وضع کیا ہو تو لفظ اس معنی کے لیے مستعمل ہو تو حقیقت ہو گا۔

جیسے: الاسد = حیوان مفترس کے لیے مستعمل ہو تو حقیقت ہے۔

حقیقت کا حکم:

حقیقت و مجاز دونوں ایک ہی حالت میں بیک وقت ایک لفظ سے مراد نہیں لیے جاسکتے۔

مجاز کی تعریف:

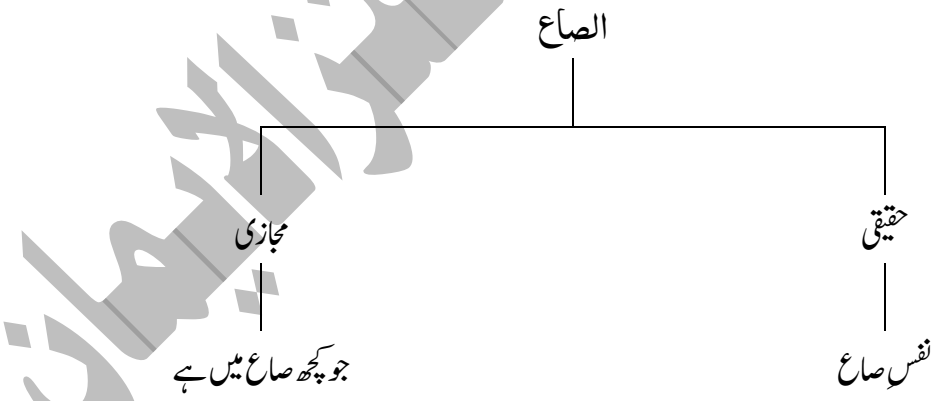
اگر وہ غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے تو وہ مجاز ہو گا۔

جیسے: الاسد = بہادر انسان کے لیے مستعمل ہو تو مجاز ہے۔

- اصول: حقیقت و مجاز بیک وقت ایک لفظ سے مراد نہیں لیے جاسکتے۔

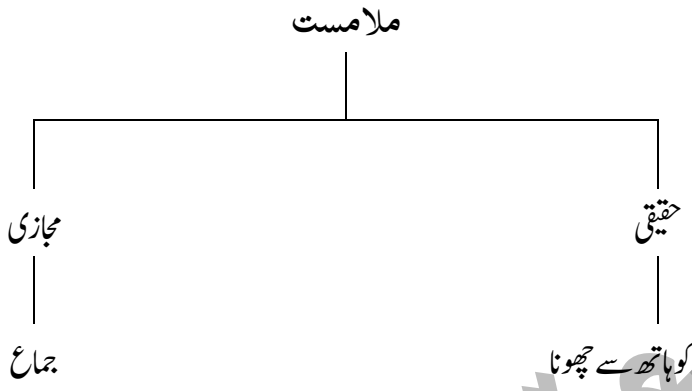
"اسی اصول کے تحت"

مثال نمبر 1:

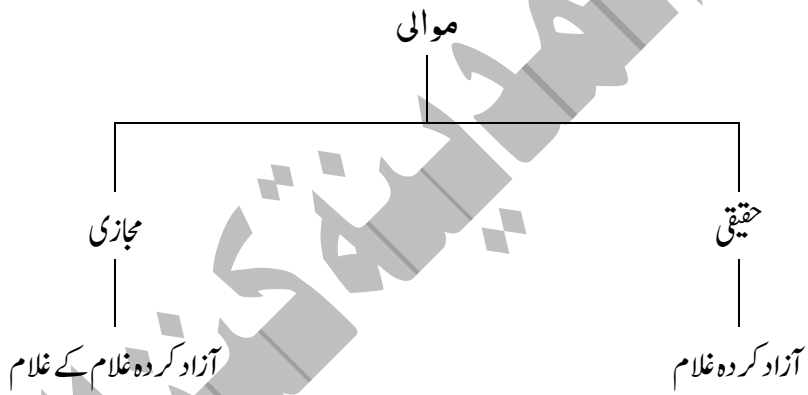


جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

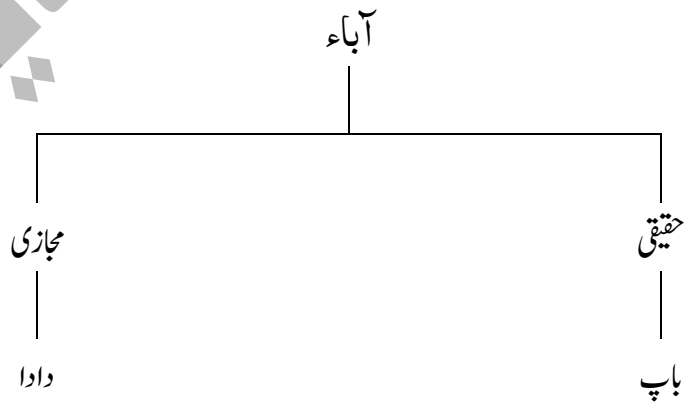
مثال نمبر2:



مثال نمبر3:

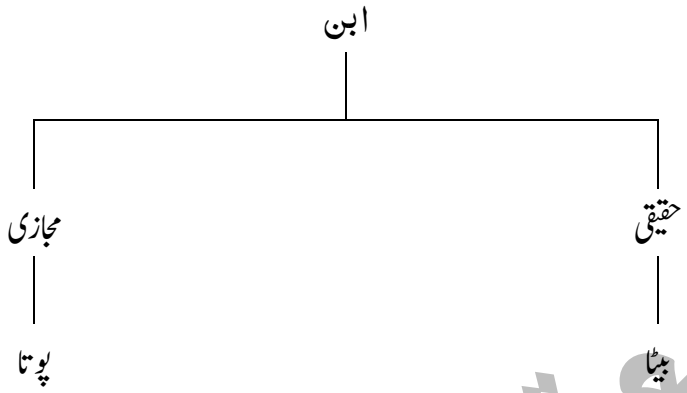


مثال نمبر4:

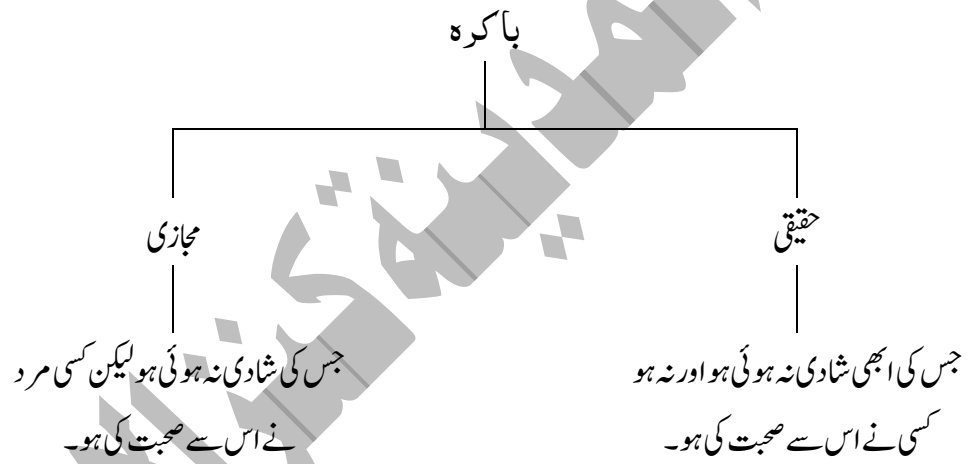


جامعۃ المدینۃ نور الایمان

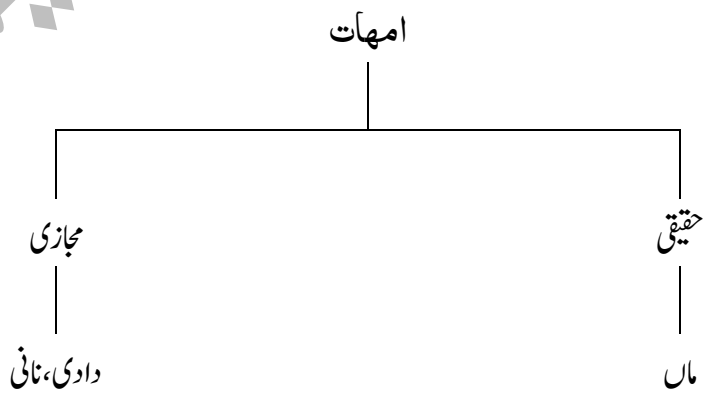
مثال نمبر5:



مثال نمبر6:

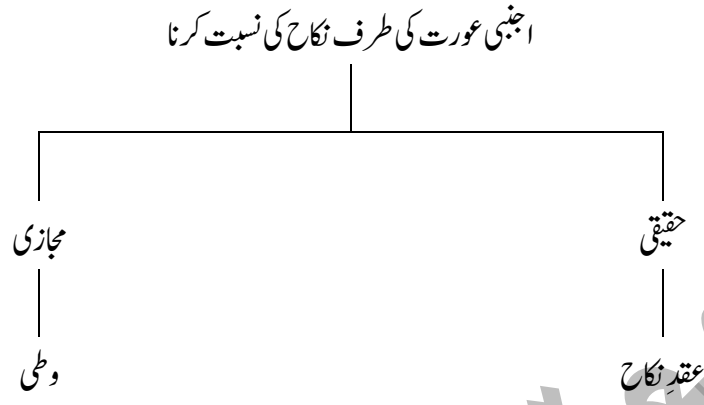


مثال نمبر7:



جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

مثال نمبر8:



مثال نمبر1:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا"لا تبیعوا الدرھم بالدرھمین و لا الصاع بالصاعین"اس سے مراد جب ما یدخل فی الصاع لیا گیا ہے تو نفسِ صاع کی نفسِ دو صاع سے بیع کرنے کا اعتبار ساقط ہو گیا، لہٰذا ایک پیمانہ کی دو پیمانوں سے بیع کرنا جائز ہے۔

مثال نمبر2:

"اولمستم النساء فلم تجدوا ماء"لمس کے حقیقی معنی"ہاتھ سے چھونا"اور مجازی معنی"جماع"ہے اور احناف اور شوافع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مذکورہ آیت میں لمس سے مراد جماع ہے تو جب ملامسۃ جماع مراد لے لیا گیا ہے تو حقیقی معنی کا اعتبار ساقط ہو جائے گا{یعنی ہاتھ سے چھونا مراد لینا ساقط ہو جائے گا}۔

مثال نمبر3:

اگر کسی شخص نے اپنے موالی{آزاد کردہ غلاموں} کے لیے وصیت کی اور اس کے آزاد کردہ غلاموں کے پاس بھی غلام ہیں تو ایسی صورت میں وصیت اس کے موالی کے لیے ہو گی اور موالی کے موالی کے لیے نہیں ہو گی۔

مثال نمبر4:

اگر حربیوں نے مسلمانوں سے اپنے آباء پر امان طلب کیا اور مسلمانوں نے امان سے بھی دیا تو یہ امان صرف باپوں کے حق میں ثابت ہو گا اور اجداد کے حق میں ثابت نہیں ہو گا۔

مثال نمبر5:

اگر کسی شخص نے بیٹوں کے لیے وصیت کی اور اس کے بیٹے بھی ہیں اور بیٹوں کے بیٹے بھی ہیں تو یہ وصیت اس کے بیٹوں کے لیے ہو گی نہ کہ پوتوں کے لیے۔

مثال نمبر6:

اگر حربیوں نے مسلمانوں سے اپنی امھات پر امان طلب کیااور مسلمانوں نے امان دے بھی دیاتو یہ امان صرف ماؤں کے حق میں ثابت ہو گاور جدات {دادی،نانی} کے حق میں ثابت نہیں ہو گا۔

مثال نمبر7:

اگر کسی شخص نے کسی قبیلے کی باکرہ عوتوں کے لیے وصیت کی تو اس وصیت میں وہ عورتیں داخل نہیں ہونگی جن کی بکارت زنا سے جاتی رہی ہو۔

مثال نمبر8:

اگر کوئی شخص اجنبی عورت کے بارے میں قسم اٹھائے کہ وہ اس سے نکاح نہیں کرے گا تو نکاح سے مراد عقدِ شرعی ہو گا اگر اس عورت سے زنا کر لیا تو قسم نہ ٹوٹے گی۔

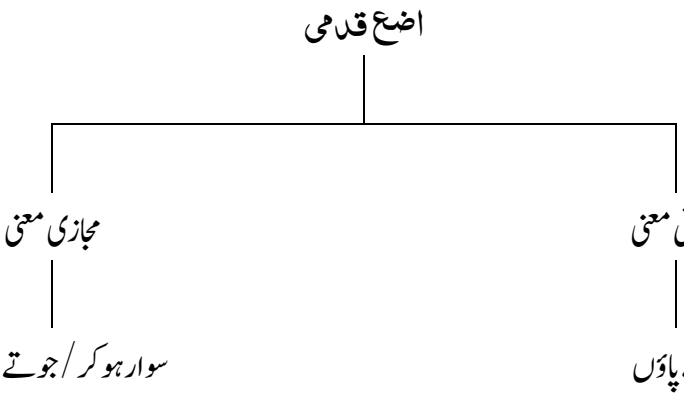
"چند اہم تعریفات"

- عموم مجاز:لفظ کا ایسا معنی مراد لیا جائے جس کے تحت معنی حقیقی و مجازی دونوں آجائیں۔
- مجازِ متعارف:وہ معنی ہے جس کی طرف ذہن لفظ کے بولتے ہی فوراً منتقل ہو جائے،اور وہ حقیقت کے مقابلے میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔
- فعلِ ممتد:وہ فعل جس کی کوئی مدت بیان کی جاسکے۔{لبس}{صوم}{رکوب}
- فعلِ غیر ممتد:وہ فعل ہوتا ہے جس کی کوئی مدت نہ بیان کی جاسکے،بلکہ آناًفاناًواقع ہوتا ہے۔
- حقیقتِ متعذرہ:جس تک رسائی بغیر مشقت کے ممکن نہ ہو۔عینِ درخت کا کھانا
- حقیقت مہجورہ:وہ لفظ جس کے حقیقی معنی پر عمل کرنا آسان ہو مگر عرفاًاور عادتاًاس پر عمل کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔
- حقیقت مستعملہ:وہ لفظ جس کے حقیقی معنی پر عمل کرنا آسان ہو اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہو۔

سوال نمبر2:آپ نے کہا حقیقت و مجاز کا اجتماع جائز نہیں تو پھر مذکورہ مثال میں یہ قسم اٹھانے والے حانث کیوں ہو رہے ہیں؟

اعتراض نمبر1:

اور اگر کسی نے کہا"واللّٰہ لااضع قدمی فی دار فلان"امام اعظم کے نزدیک یہ شخص اس وقت بھی حانث ہو جائے گا جب وہ ننگے پاؤں داخل ہو اور اس وقت بھی حانث ہو جائے گا جب وہ سوار ہو کر داخل ہو اور اس وقت بھی حانث ہو جائے گا جب جوتے پہن کر داخل ہو؟

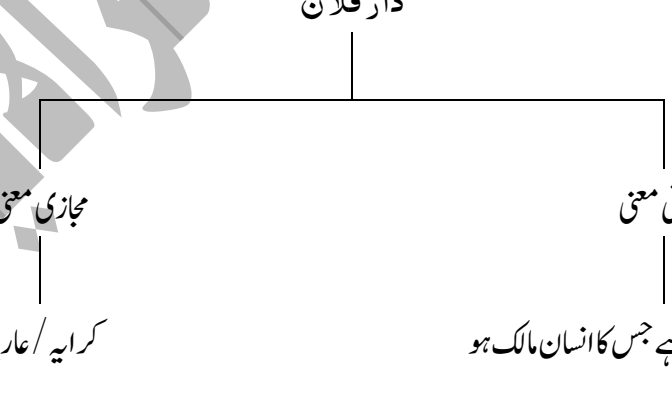


جواب: جب کوئی شخص کہے کہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا تو "وضع قدم" سے مراد داخل ہونا ہے اور داخل ہونا ہر صورت میں متحقق ہو جاتا ہے، کیونکہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف عام میں "وضع قدم" سے مراد مطلقاً دخول ہے، اس لیے ہم نے عموم مجاز کے طور پر کہا کہ وہ حانث ہو جائے گا۔

اعتراض نمبر2:

اگر کسی نے قسم کھائی "لا یسکن دار فلان" تو امام اعظم کے نزدیک وہ حانث ہو جائے گا اگرچہ وہ گھر فلاں کی ملکیت ہو یا اس نے اجرت پر لے رکھا ہو عاریۃ لیا ہو؟

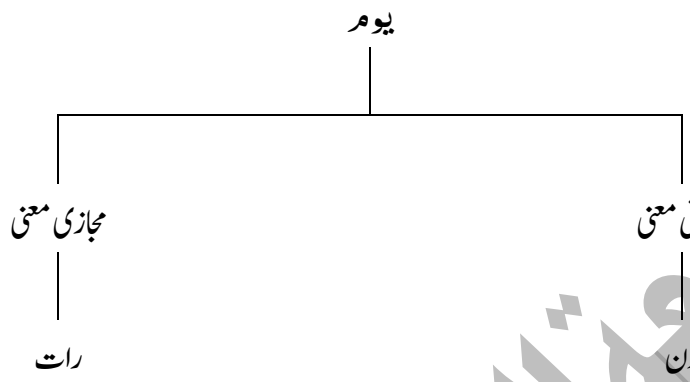
جواب: ہم نے عموم مجاز کے طور پر کہا کہ ایسا شخص حانث ہو جائے گا، اگرچہ اس کا گھر حقیقت میں تو وہی ہے جو اس کی ملکیت میں ہو لیکن عرف عام میں ایسے موقع پر دار مسکونہ مراد لیا جاتا ہے اور دار مسکونہ، دار مملوکہ بھی ہو سکتا ہے اور کرایہ والا گھر بھی ہو سکتا ہے۔



اعتراض نمبر3:

اگر کسی نے کہا "عبدی حر یوم یقدم فلان" تو قسم اٹھانے والا شخص اس وقت بھی حانث ہو جائے گا جب کہ فلان دن میں آیا ہو اور اس وقت بھی حانث ہو جائے گا جب فلان رات میں آیا ہو۔

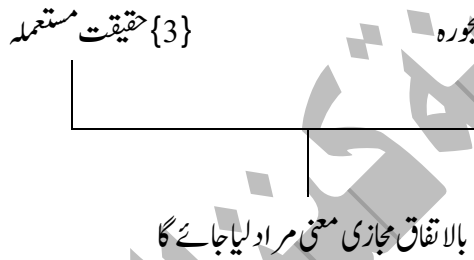
جواب:یوم سے مراد وقت ہے کیونکہ لفظ یوم جب فعل غیر ممتد کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے اور جب فعل ممتد کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس سے دن مراد ہوتا ہے۔



ثم الحقیقة انواع ثلثة۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 3:حقیقت کی کتنی اقسام ہیں مع مثال بیان کریں؟

جواب:حقیقت کی تین قسمیں ہیں:



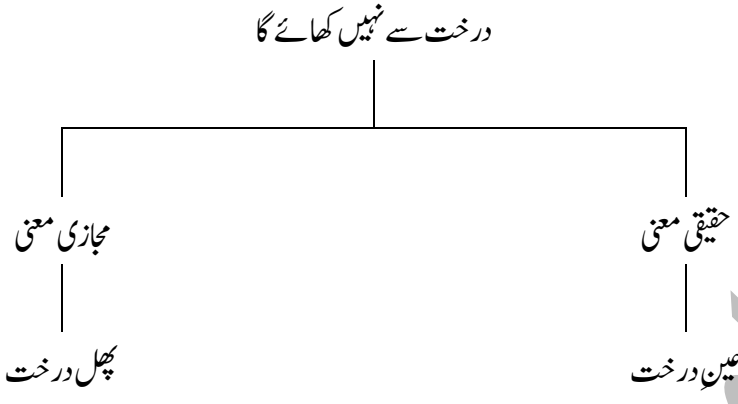
حقیقت متعذرہ کی مثال:

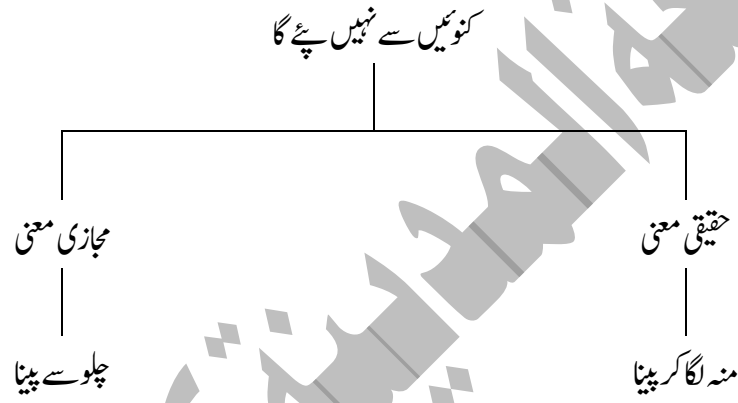
اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ اس درخت یا اس ہنڈیا سے نہیں کھائے گا،چونکہ درخت اور ہنڈیا کا کھانا مشکل ہے اس لیے حقیقی معنی پر عمل متعذر ہو گیا لہٰذا اس سے درخت کا پھل اور وہ چیز جو ہنڈیاں میں پکائی جاتی ہے مراد ہو گی،اگر کسی نے مشقت برداشت کرتے ہوئے درخت یا ہنڈیا کہ عین سے کچھ کھایا تو وہ حانث نہیں ہو گا۔

اسی طرح

اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ اس کنوئیں سے نہیں پیئے گا تو حقیقی معنی {منہ لگا کر پینا} مشکل ہے لہٰذا حقیقت متعذر ہونے کی صورت میں مجاز پر عمل ہو گا،پس اگر کوئی شخص تکلیف برداشت کرتے ہوئے منہ لگا کر پانی پی لے تو حانث نہیں ہو گا۔

جامعۃ المدینہ فیزان ایمان



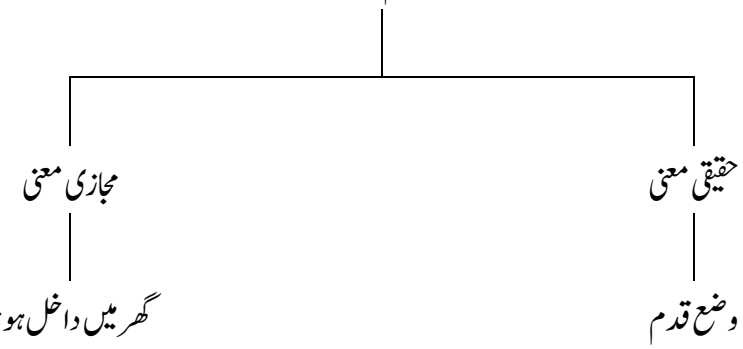


حقیقت متعذرہ اور مہجورہ کا حکم:

حقیقت متعذرہ اور مہجورہ دونوں میں بالاتفاق معنی مجازی کی طرف رجوع کیا جائے گا بشرطیکہ معنی حقیقی کی نیت نہ کی ہو۔

حقیقت مہجورہ کی مثال نمبر 1:

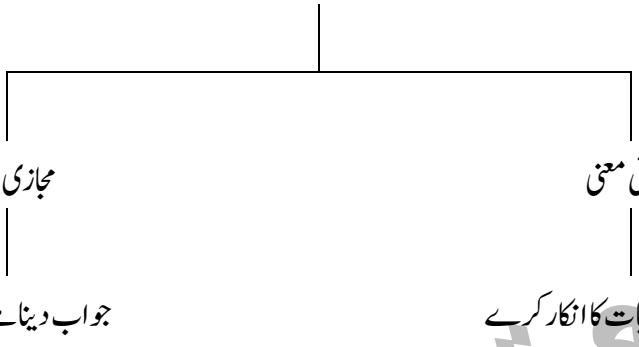
اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا جائے گا کیونکہ لوگ اس سے یہ معنی مراد نہیں لیتے بلکہ عرف عام کے مطابق "گھر میں داخل ہونا" مراد لیتے ہیں۔



جامعۃ المدینہ فیض الایمان

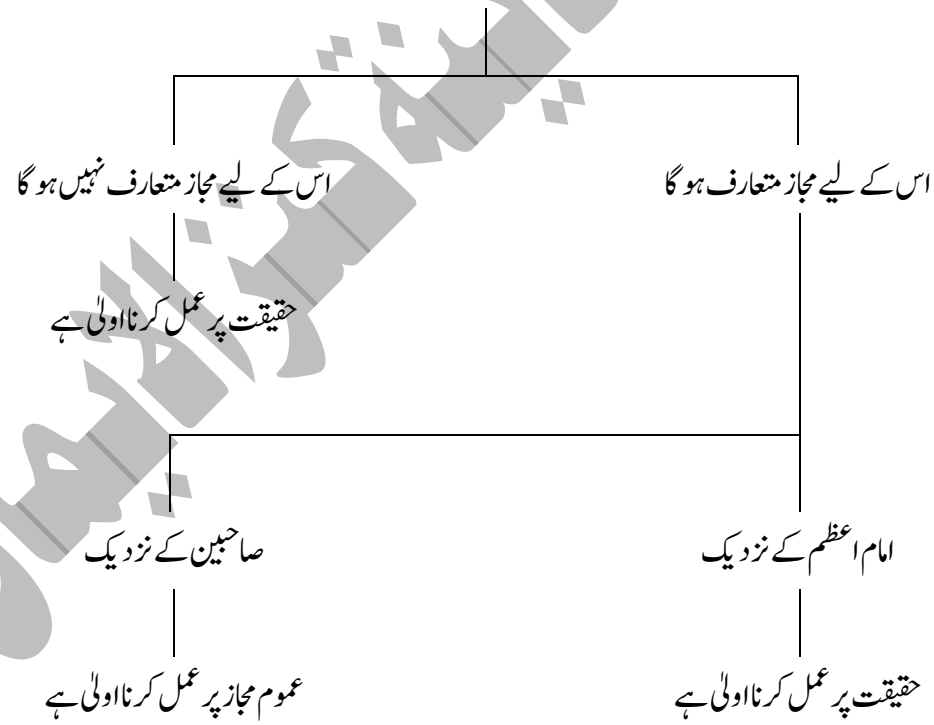
مثال نمبر2:

وکیل بالخصومت



اگر کوئی شخص کسی کو نفسِ خصومت کا وکیل بنائے تو جس طرح وہ اپنے موکل کی طرف سے لا{نہیں} میں جواب دے سکتا ہے، اسی طرح {حق واضح ہونے کی صورت میں} نعم میں بھی جواب دے سکتا ہے، کیونکہ نفسِ خصومت کے لیے وکیل بنانا شرعاً اور عادۃً چھوڑ دیا گیا ہے۔

حقیقت مستعملہ



❖ اصول: جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو تو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔

"اسی اصول کے تحت"

مثال نمبر1:

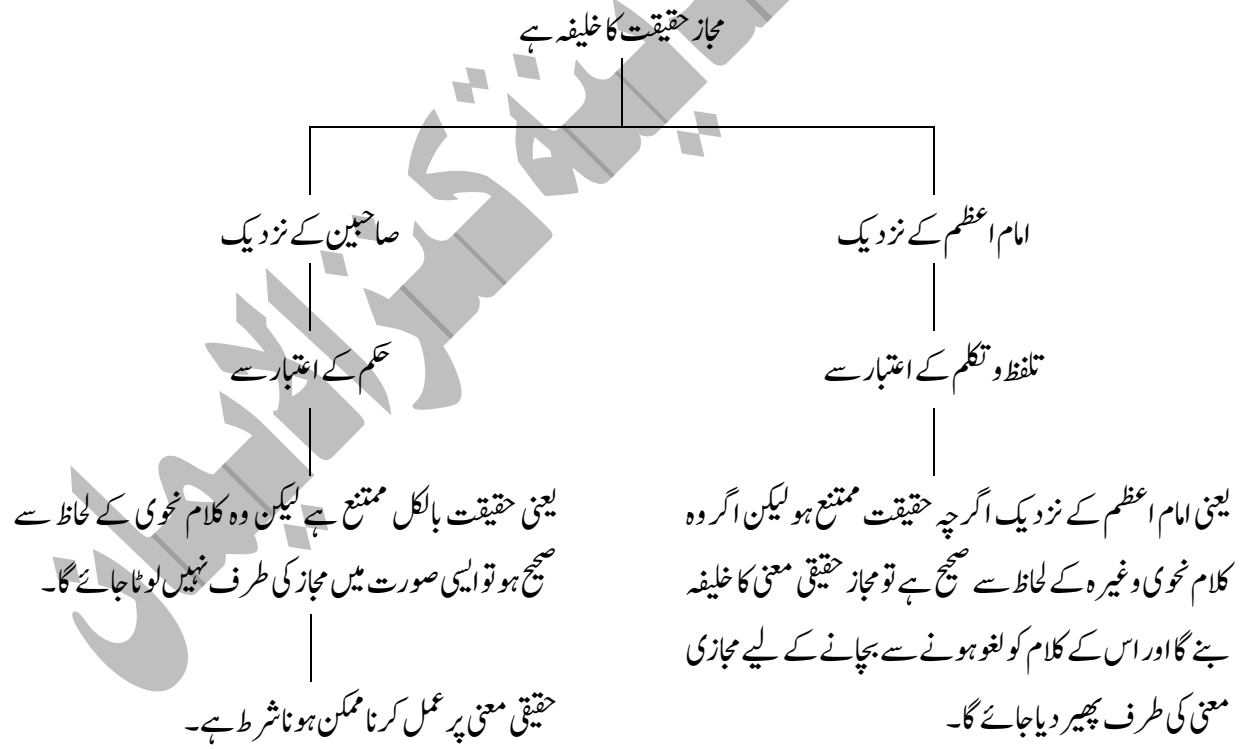
اگر کسی نے قسم کھائی کہ اس گیہوں سے نہیں کھاؤں گا تو امام اعظم کے نزدیک اس کے اس کلام عین گیہوں کھانا مراد ہو گا، اور صاحبین کے نزدیک عموم مجاز کے طور پر اس سے ہر وہ چیز مراد ہو گی جسے حنطہ کا لفظ شامل ہو گا لہٰذا گندم کے دانے اور گندم سے بنی ہوئی روٹی کے کھانے سے حانث ہو جائے گا۔

مثال نمبر2:

اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ فرات سے نہیں پیوں گا تو امام صاحب کے نزدیک منہ لگا کر پینا مراد ہو گا اور صاحبین کے نزدیک مجاز متعارف پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔{اور وہ یہ ہے کہ فرات کا پانی پینا ہے خواہ کسی بھی طریقے سے ہو}۔

سوال نمبر4: مجاز حقیقت کا خلیفہ کس اعتبار سے ہیں؟

جواب: امام اعظم کے نزدیک مجاز، حقیقت کا خلیفہ ازروئے تلفظ و تکلم کے اعتبار سے ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک مجاز، حقیقت کا خلیفہ ازروئے حکم کے اعتبار سے ہے۔



- صاحبین کے نزدیک: معنی حقیقی کا ممکن ہونا مجازی معنی مراد لینے کے لیے شرط ہے۔
- امام اعظم کے نزدیک: اگر حقیقت ممتنع ہو لیکن اگر وہ کلام نحوی اعتبار سے درست ہو گا تو مجازی معنی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

مثال نمبر1:

جب کوئی شخص اپنے سے زیادہ عمر والے غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو صاحبین کے نزدیک حقیقی معنی کے محال ہونے کی وجہ سے مجازی معنی مراد نہیں لیا جائے گا اور کلام لغو ہو جائے گا۔ اور امام اعظم کے نزدیک مجازی معنی مراد لیا جائے گا اور وہ آزادی ہے لہذا غلام آزاد ہو جائے گا۔

مثال نمبر2:

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ہزار روپے ہیں یا اس دیوار کے ذمہ میں، یا کہا میرا غلام آزاد ہے یا میرا گدھا آزاد ہے تو صاحبین کے نزدیک یہ کلام لغو ہو جائے گا۔ اور امام اعظم کے نزدیک متکلم کے ذمہ 1000 روپے لازم ہو جائیں گے اور غلام آزاد ہو جائے گا۔

ولا یلزم علی ھذا اذا قال لامراتہ ھذہ ابنتی۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر5: آپ نے کہا تھا کہ اگر حقیقت ناممکن {ممتنع} بھی ہو تب بھی مجازی معنی مراد لیا جائے گا حالانکہ ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جہاں حقیقت کے ممتنع ہونے کی وجہ سے آپ نے بھی مجازی معنی مراد نہیں لے رہے؟

مثال نمبر1:

کسی شخص کی بیوی کا نسب معروف تھا کہ وہ فلاں کی بیٹی تھی، اس کے شوہر نے کہا یہ میری بیٹی ہے تو یہاں حقیقت پر عمل نہیں ہو سکتا تو مجاز کی طرف جانا چاہیے اور وہ طلاق ہے کیونکہ بیٹی، باپ پر حرام ہوتی ہے مگر آپ نے {امام اعظم} اس کلام کو لغو قرار دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہیں؟

جواب: جہاں حقیقی معنی اور مجازی معنی کے درمیان منافات {مخالفت} ہو تو وہاں حقیقی معنی کے ناممکن ہونے کی صورت میں مجازی معنی بھی مراد نہیں لیا جائے گا اور جہاں منافات نہ ہو تو وہاں حقیقت کے ناممکن ہونے کی صورت میں مجازی معنی مراد لیا جائے گا،

مذکورہ مثال میں بیٹی

ہونے اور نکاح کے درمیان منافات ہے تو بیٹی ہونے اور حکم نکاح طلاق کے درمیان بھی منافات ہو گی لہذا بیٹی بول کر طلاق مراد لینا بھی صحیح نہیں ہو گا۔

- بیٹی سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے طلاق کی بنیاد نکاح ہے جب نکاح نہیں ہوا تو طلاق کیسے ہو گی۔

هذا ابنتی

مذکورہ جملہ عورت {بیوی} کو کہا تو طلاق واقع نہیں ہو رہی ہیں۔

هذا ابنی

لیکن یہ جملہ غلام سے کہا تو غلام آزاد ہو جاتا ہے، کیوں؟

بیٹا ہونا ملک کے ثابت ہونے کے منافی نہیں ہے اگر باپ اپنے بیٹے کو خریدے اس طرح کہ بیٹے کو لشکرِ کفار قیدی بنالے، اور پھر اس کا مسلمان باپ اسے خریدے تو پہلے بیٹے پر باپ کی ملکیت ثابت ہو گی اس کے بعد وہ بیٹا اس حدیث کی بناء پر آزاد ہو جائے گا۔"من ملک ذا رحم محرم منه عتق علیه"{جو کسی ذی رحم محرم کا مالک ہو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا}۔

اعتراض: جس طرح بیٹی ہونا نکاح کے منافی ہے تو نکاح کا ثمرہ {یعنی طلاق} اس سے بدرجہ اولیٰ منافی ہے اس طرح بیٹا ہونا ملک کے منافی ہے تو ملک کے حق {یعنی آزادی} کے بھی منافی ہو گی۔

جواب: بیٹا ہونا ملک ثابت ہونے کے منافی نہیں ہے، اگر باپ اپنے بیٹے کو خریدے اس طرح کہ بیٹے کو لشکرِ کفار قیدی بنالے اور پھر اس کا مسلمان باپ اسے خریدے تو پہلے بیٹے پر باپ کی ملکیت ثابت ہو گی اس کے بعد وہ بیٹا حدیث پاک کی روشنی میں آزاد ہو جائے گا۔

- حدیث پاک:"من ملک ذا رحم محرم منه عتق علیه"{جو کسی ذی رحم محرم کا مالک ہو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا}۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل فی تعریف طریق الاستعارۃ

سوال نمبر 1: اصولین کے نزدیک استعارۃ کی تعریف بیان کریں؟

جواب: حقیقت مجاز کے درمیان کسی {علاقہ-مناسبت-اتصال} کی بناء پر لفظ کو معنی مجازی میں استعمال کرنا "استعارۃ" ہے۔

سوال نمبر 2: علت کی تعریف بیان کریں؟ {حاشیہ}

جواب: علت وہ ہے جس پر شیء کا وجود موقوف ہو۔

سوال نمبر 3: سبب کی تعریف بیان کریں؟ {حاشیہ}

جواب: سبب وہ ہے جو حکم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو۔

سوال نمبر 4: ملک اور شراء کے درمیان فرق بیان کریں؟

جواب: عرف عام کے لحاظ سے ملک اور شراء کے درمیان فرق یہ ہیں،

شراء {خریدنے}	مِلک
شراء کے ثبوت کے لیے خریدی ہوئی چیز کا تمام اجزاء کے ساتھ خریدنے والے کی ملک میں جمع ہونا شرط نہیں ہو۔	عرف عام میں اس وقت بولتے ہیں کہ جب خریدی ہوئی چیز اپنے تمام اجزاء کے ساتھ خریدار کی ملک میں ہو۔

سوال نمبر 5: احکام شرعیہ میں استعارہ کتنی طرح استعمال ہوتا ہے بیان کریں؟

جواب: احکام شرعیہ میں استعارہ دو طرح استعمال ہوتا ہے:

- {1} حقیقت اور مجاز کے درمیان اتصال {علاقہ} علت اور حکم {معلول} کا ہو گا۔
- {2} حقیقت اور مجاز کے درمیان اتصال {علاقہ} سبب اور حکم {مسبب} کا ہو گا۔

حقیقت و مجاز کے درمیان علاقہ {اتصال-مناسبت}

علت اور معلول کا ہو گا	سبب محض اور مسبب کا ہو گا
اس صورت میں استعارہ جانبین سے درست ہو گا	اس صورت میں استعارہ صرف 1 طرف سے ہو گا

جامعۃ المدینہ نور الایمان

{یعنی علت بول کر حکم اور حکم بول کر علت مراد لے سکتے ہیں}　　{یعنی سبب بول کر حکم مراد لے سکتے ہیں لیکن حکم بول کر مسبب مراد نہیں لے سکتے}

"استعارہ علت اور معلول کا ہو گا"

مثال نمبر1:

اگر کسی نے کہا کہ "ان ملکت عبدا فھو حر "{اگر میں غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے} پھر وہ شخص {آدمی} نصف غلام کا ملک ہوا پھر اُسے فروخت کر دیا پھر دوسرے نصف کا مالک ہوا تو وہ غلام آزاد نہ ہو گا،

کیونکہ عرف عام میں کسی شیء پر ملک متحقق {ثابت ہونے} کے لیے اس کے تمام اجزاء کا ملک میں ہونا شرط ہے۔{یعنی وہ غلام اس کی ملک میں پورا جمع نہیں ہوا}۔

مثال نمبر2:

اگر کسی شخص نے کہا کہ "ان اشتریت عبدا فھو حر "{اگر میں غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے} پس اس نے نصف غلام خریدا اور اُسے بیچ دیا پھر دوسرا نصف خریدا تو دوسرا نصف آزاد ہو جائے گا،

وضاحت: شراء کا لفظ بولے اور پھر کہے کہ میرا مقصود تو ملکیت {مالک ہونا} تھا تو کیونکہ اس صورت میں فائدہ اس کو ہو رہا ہے اور نصف غلام آزاد نہیں ہو رہا اس لیے اس کی نیت قضاء معتبر انہیں ہو گی کیونکہ اس پر جھوٹا ہونے کی تہمت کا اندیشہ ہے۔

ملکتُ	_____	میں مالک ہوا	_____ آزاد نہیں ہو گا
اشتریتُ	_____	میں خریدوں	_____ آزاد ہو جائے گا

"استعار سبب اور مسبب کا ہو گا"

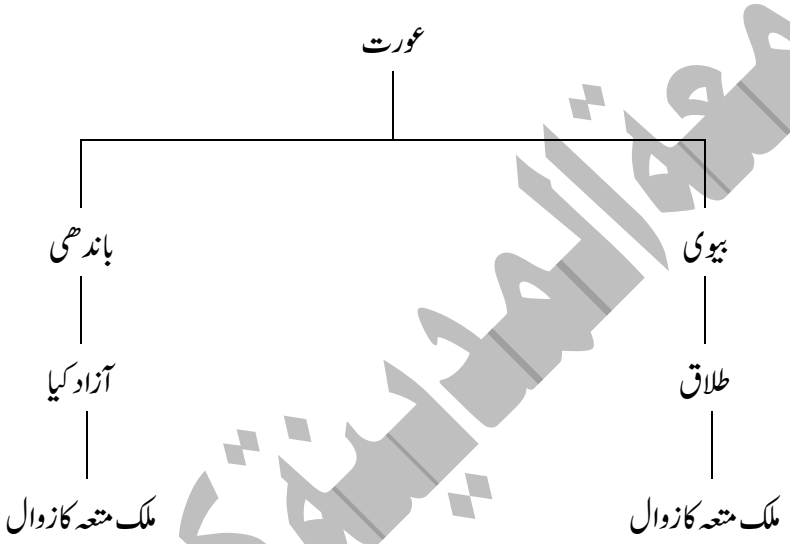
مثال نمبر1:

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "حررتُکِ "{میں نے تجھے آزاد کیا} پھر اس نے اس سے طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت درست ہے،

اس لیے کہ تحریر {آزاد کرنا} ملک بضع کے زائل {ختم} ہونے کا سبب ہے اور ملک بضع کا ختم ہونا طلاق کی علت ہے چونکہ آزاد عورت باندھی نہیں لہٰذا اس سے طلاق مراد ہوگی۔

اس کا برعکس درست نہیں {یعنی اپنی باندھی سے کہا میں نے تجھے طلاق دی اور اس سے آزادی مراد لے تو یہ درست نہیں}۔

نکاح ـــــــ ملک متعہ {ملک بضعہ} کا مالک ـــــــ طلاق سے ـــــــ ملک بضع زائل



ولا یقال لو جعل مجازا عن الطلاق لوجب ان یکون الواقع به رجعیا کصریح الطلاق۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر6: اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز مذکورہ عبارت پر اعتراض مع جواب بیان کریں؟

جواب: اعراب: ولا یُقالُ لَوْ جُعِلَ مجازا عن الطلاق لَوَجَبَ اَنْ یَّکُوْنَ الواقِعُ به رَجعِیًّا کَصَرِیحِ الطلاقِ۔

اعتراض: مصنف نے فرمایا "حررتُکِ" بول کر طلاق کی نیت کرنا درست ہیں پس معلوم ہوا "حررتُکِ" قائم مقام ہے "طلقتُکِ" سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو قائم مقام "حررتُکِ" سے بھی طلاق رجعی واقع ہونی چاہیے حالانکہ حررتُکِ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے؟

جواب: اسے "حررتُکِ" کو طلاق سے مجاز قرار نہیں دیا کیونکہ اس سے ملک متعہ {عورتکی شرمگاہ} کا زوال مراد لیا جاتا ہ {مطلب یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کا مالک نہیں رہا} اور یہ طلاق بائن میں ہی ہوتا ہے کیونکہ طلاق رجعی میں ملک زائل نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے۔ {یہ احناف کا ہی مسلک ہے}۔

سوال نمبر7: لفظِ "ھبہ، تملیک اور بیع" استعمال کر کے نکاح مراد لے سکتے ہیں یا نہیں وجہ بیان کریں نیز لفظِ نکاح بول کر "ھبہ، تملیک اور بیع" مراد لے سکتے ہیں یا نہیں وجہ بیان کریں؟

جامعۃ المدینہ کراچی

جواب:{1}لفظِ"ھبہ، تملیک اور بیع"استعمال کر کے نکاح مراد لے سکتے ہیں۔وجہ:سبب بول کر مسبب مراد لے سکتے ہیں۔

اس کی مثال:

کوئی عورت کسی مرد سے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھے ھبہ کیا{وھبتُ نفسِیْ لکَ}

یا

کوئی عورت کسی مرد سے کہے میں نے اپنے آپ کو تیری ملک کیا{ملکتُ نفسِیْ لکَ}

یا

کوئی عورت کسی مرد سے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھے بیچ دیا{بِعتُ نفسِیْ لکَ}

پس اگر مرد نے"قبلتُ"کہا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

وجہ:کیونکہ لفظِ"ھبہ، تملیک اور بیع"سے انسان شیء کا مالک بن جاتا ہے اور یہاں بھی انسان عورت کی شرمگاہ{ملکِ بضع}کا مالک بن رہا ہے۔

{2}لفظِ نکاح بول کر سبب مراد لینا جائز نہیں ہے{یعنی لفظِ نکاح بول کر بیع اور ہبہ مراد لینا جائز نہیں ہے}۔مثلاً:کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہے کہ میں نے اپنی باندھی کا نکاح تجھ سے کیا اور کہے میں نے اس سے بیع یا ھبہ مراد لیا تو یہ درست نہیں ہے۔

سوال نمبر8:مجاز کی وہ کونسی صورت ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں ہیں؟

جواب:ہر وجہ جگہ جو مجاز کی کسی بھی قسم کو متعین کرنے کا محل ہو وہاں نیت کی حاجت نہیں ہوتی۔

"حاشیہ"{page no 44}

جیسے کوئی اجنبیہ عورت سے کہے{ایسی عورت سے کہا جو اس کی بیوی نہیں}"اِملِکْ نفسَکِ"{مجھے اپنے نفس کا مالک بناؤ}اور عورت کہے "ملکتُکَ"{میں نے تجھے مالک بنایا}تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور نیت کی حاجت نہیں ہو گی۔

لا یقال:ولمَّا کان امکان الحقیقۃ شرطا لصحۃ المجاز۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر9:مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب:مذکورہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہیں،

اعتراض:صاحبین کے نزدیک مجازی معنی مراد لینے کے لیے حقیقت کا ممکن ہونا شرط ہے تو لفظِ ھبہ سے مجازی معنی{نکاح}کیسے مراد لیا جا سکتا ہے کیونکہ عورت کا بیع یا ھبہ کے ذریعے مالک ہونا محال ہیں؟

جواب: حقیقی معنی پر کسی نہ کسی صورت میں عمل کرنا ممکن ہے وہ اس طرح کہ جیسے کوئی عورت {معاذاللہ} مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی جائے اور پھر قیدی بنا کر دارالسلام میں لائی جائے اور مملوکہ بنائی {باندھی بنائی} جائے تو یہ عورت ھبہ اور بیع کا محل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے،

گذشتہ جواب کی مثال:

اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آسمان کو ضرور چھوؤں گا، میں پتھر کو لوہا بنادوں گا تو ان جیسی تمام قسموں میں حالف {قسم اُٹھانے والا} قسم اُٹھاتے ہی حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ واجب ہو گا کیونکہ بظاہر وہ آسمان کو ہاتھ نہیں لگا سکتا، پتھر کو لوہا نہیں بنا سکتا، مگر کرامتاً یہ بات ضرور ممکن ہے۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل فی الصریح والکنایۃ

سوال نمبر 1: صریح اور کنایہ کی تعریف مع حکم بیان کریں؟

جواب: صریح کی تعریف:

وہ لفظ ہے جس کی مراد بالکل واضح ہو۔

صریح کا حکم:

صریح سے کلام کی مراد ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ وہ خبر، صفت یا ندا ہی کیوں نہ ہو۔

نیز

صریح نیت سے مستغنی ہوتا ہے {اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے}۔

کنایہ کی تعریف:

وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو۔

کنایہ کا حکم:

نیت یا دلالت حال پائے جانے کے وقت کنایہ کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

"صریح کی مثال"

مثال نمبر 1:

جب کسی شخص نے {شوہر نے} اپنی بیوی نے سے کہا:

انت طالق {تو طلاق والی ہے}

طَلَّقْتُکِ {میں نے تجھے طلاق دی}

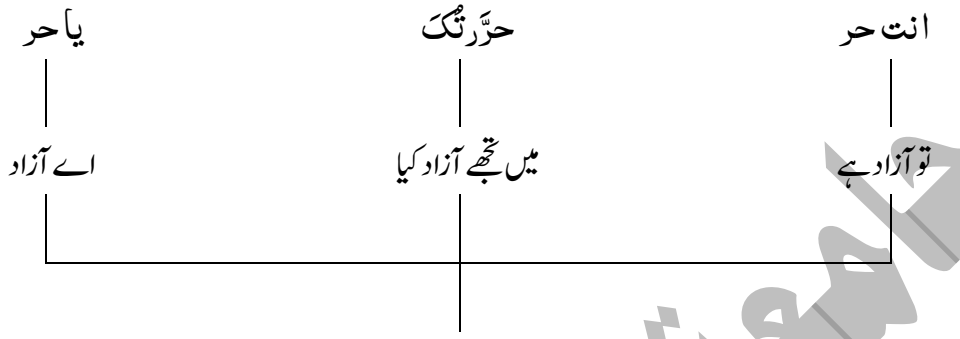
یا طالق {تو طلاق والی ہے}

ان صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا طلاق کی نیت نہ کی ہو۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

مثال نمبر2:

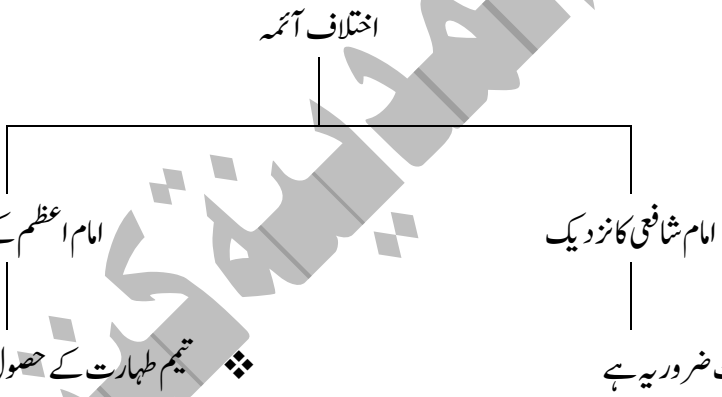
اگر آقا نے کہا:



ان صورتوں میں غلام آزاد ہو جائے گا اگر آقا نے نیت نہ کی ہو۔

سوال نمبر2: تیمم طہارت کاملہ کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب:



- ❖ تیمم طہارت ضروریہ ہے
- ❖ تیمم طہارت نہیں ہے بلکہ یہ حدث کو چھپانے والا ہے۔
- ❖ تیمم طہارت کے حصول میں صریح ہے۔

سوال نمبر3: احناف کے اس مذہب {یعنی تیمم طہارت کاملہ ہے} اور شوافع کے اس مذہب {یعنی تیمم طہارت ضروریہ ہے} پر متفرع ہونے والے مسائل بیان کریں؟

احناف کے نزدیک	شوافع کے نزدیک
{1} احناف کے نزدیک نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم جائز ہے۔ {2} احناف کے نزدیک ایک وضو سے دو نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ {3} احناف کے نزدیک تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت کر سکتا ہے۔	{1} شوافع کے نزدیک نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم جائز نہیں ہے۔ {2} شوافع کے نزدیک ایک وضو سے دو نماز نہیں ادا کی جاسکتی ہے۔ {3} شوافع کے نزدیک تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا۔

{4}احناف کے نزدیک صرف مرض بڑھنے کا خوف ہو تو بھی تیمم جائز ہے۔ {5}نماز عیدین یا نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ {6}احناف کے نزدیک پاکی حاصل کرنے کی نیت سے تیمم جائز ہیں۔	{4}شوافع کے نزدیک صرف مرض بڑھنے کا خوف ہو تو تیمم جائز نہیں ہے۔ {5}نماز عیدین یا نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم جائز نہیں ہے۔ {6}شوافع کے نزدیک پاکی حاصل کرنے کی نیت سے تیمم جائز نہیں ہیں۔

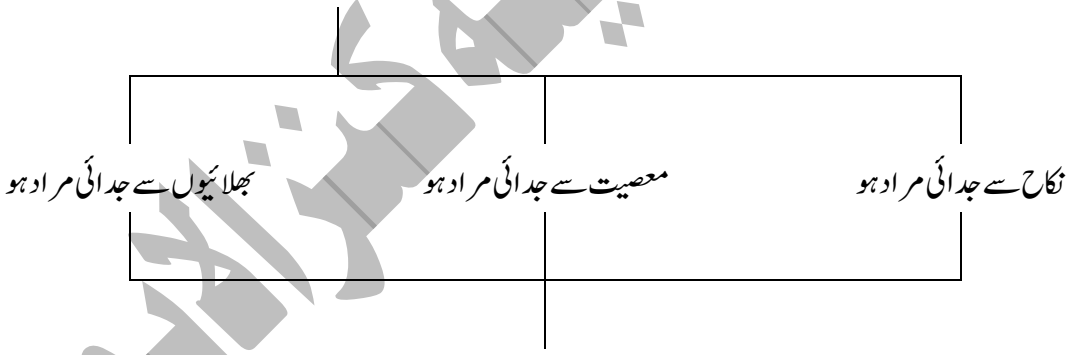
نماز کا وقت شروع	دو نمازیں	امامت
صرف مرض بڑھنے کا خوف	نماز عیدین اور نماز جنازہ	طہارت کی نیت

سوال نمبر4:لفظِ بینونت اور لفظ تحریمہ کو کنایہ میں شامل کیوں گیا ہے؟

جواب: کنایہ کی مراد میں تردد اور پوشیدگی ہوتی ہے اسی وجہ سے طلاق کے باب میں لفظِ بینونت اور لفظِ تحریمہ کو بھی کنایہ میں شمار کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر:

اگر شوہر نے بیوی سے کہا"انت بائن"{معنی جدائی}تو اس میں یہ احتمال ہے کہ،



لہٰذا شوہر نے بینونت کے ذریعے طلاق کی نیت کی یا طلاق پر کوئی قرینہ موجود ہو تو طلاق بائنہ ہو جائے گی ورنہ نہیں ہو گی۔

لا انه يعمل عمل الطلاق۔۔۔۔۔۔

اعتراض: جب یہ الفاظ{بینونت-تحریم}طلاق سے کنایہ ہیں کہ طلاق کی نیت کرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی تو ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہونی چاہیے حالانکہ آپ ان الفاظ سے طلاق بائن مراد لیتے ہیں کیوں؟

جواب: لفظِ کنایہ وہ عمل نہیں کرتا جو لفظ لفظِ طلاق کرتا ہے کیونکہ ان الفاظ کے حقیقی معنی{جدا ہونا-حرام ہونا}ہے اور یہ طلاق بائن کی صورت میں ہوتا ہے نہ کہ رجعی کی صورت میں ہوتا ہے۔

سوال نمبر5: کنایہ کے معنی میں تردد اور شک ہوتا ہیں کوئی مثال بیان کریں؟

جواب:

مثال نمبر1:

اگر کسی نے کہا"انی جامعت فلانة جماعا حراما"{میں نے فلانہ سے جماع حرام کیا ہے} کہہ کر زنا کا اقرار کیا تو اس پر زنا کی حد جاری نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ الفاظِ کنایہ ہیں اور اس کے متعدد احتمال ہیں،

متعدد احتمال

حیض کی حالت

وطی بالشبہ کے طور پر

❖ جب تک وہ لفظِ صریح کے ساتھ اقرار نہ کرے حد جاری نہیں ہو گی۔

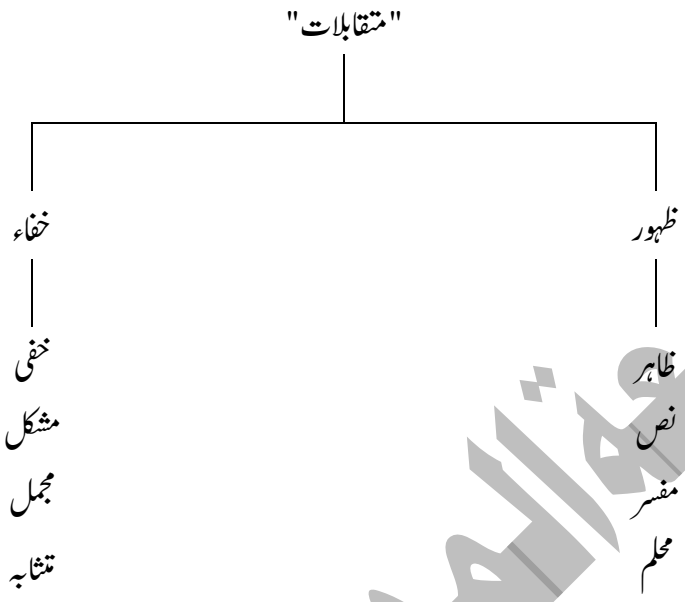
مثال نمبر2:

اگر کسی نے کہا کہ میں نے غیر کا مال چوری کیا ہے تو اس پر حد سرقہ جاری نہیں کی جائے گی اس لیے کہ یہ الفاظِ کنایہ ہے اور اس میں کئی احتمال ہیں۔

مثال نمبر3:

اگر گونگے آدمی نے اشارہ کے ساتھ زنا کا اقرار کیا تو اس پر زنا کی حد قائم نہیں کی جائے گی اس لیے کہ اشارہ کرنے میں کئی احتمال ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ اشارے سے کوئی اور بات بتانا چاہتا ہوں، اور اگر کسی شخص نے دوسرے پر زنا کا الزام لگایا کہ تو نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور اس نے جواب میں کہا تو نے سچ کہا{صدقت} تو اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ کسی دوسری بات کی تصدیق کی ہو اس لیے اس صورت میں اس پر حد نافذ نہیں ہو گی۔

فصل فی المتقابلات



- نوٹ:
- ظاہر، نص کے مقابلے میں ادنیٰ ہوتا ہے۔
- نص، مفسر کے مقابلے میں ادنیٰ ہوتا ہے۔
- مفسر، محکم کے مقابلے میں ادنیٰ ہوتا ہے۔
- تعارض کے وقت اعلیٰ پر عمل کیا جاتا ہے ادنیٰ پر عمل نہیں کیا جاتا۔

تعارض صوری: دو حجتوں میں سے ایک میں حکم کا اثبات ہو اور دوسری میں حکم کی نفی ہو۔

سوال نمبر 1: متقابلات کی تعریف اور اس سے کیا مراد ہیں؟

جواب: متقابلات کی تعریف:

متقابلات سے مراد وہ آٹھ 8 چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں واقع ہوتی ہے۔

{1} ظاہر: وہ کلام جسے محض {صرف} سنتے ہی اس کی مراد بغیر کسی تامل {غور و فکر} کے سامع پر واضح ہو جائے۔

{2} نص: کلام کو جس معنی کے لیے چلایا گیا ہو تو وہ کلام اس معنی کے لیے نص ہے۔

ظاہر اور نص کا حکم: ظاہر اور نص پر عمل کرنا واجب ہے خواہ یہ عام ہو یا خاص ہو لیکن ارادہ غیر کا احتمال باقی رہتا ہے۔

{3} مفسر: وہ کلام ہے جس کی مراد متکلم کے بیان سے ایسی ظاہر ہو کہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال نہ رہے۔

{4} محکم: وہ کلام جس میں متکلم کی مراد مفسر سے اس قدر زیادہ ظاہر ہو کہ اس کا خلاف کسی طور پر بھی جائز نہ ہو۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

مفسر اور محکم کا حکم: مفسر اور محکم پر ہر حال میں عمل کرنا واجب ہے۔

{5} خفی کی تعریف: وہ لفظ ہے جس کی مراد کسی عارض کی وجہ سے پوشیدہ ہو نہ کہ صیغہ کی حیثیت سے۔

خفی کا حکم: خفی کے معانی اور محتملات کی تلاش واجب ہے یہاں تک کہ خفاء دور ہو جائے۔

{6} مشکل کی تعریف: وہ لفظ جس میں خفی سے زیادہ خفاء اور پوشیدگی پائی جائے اور اپنے دیگر افراد میں اس طرح گھل مل جائے گیا ہو کہ اس کی پہچان مشکل ہو گئی ہو یہاں تک کہ اس کے معانی کی طلب اور پھر ان میں غور و فکر اسے اپنے ہم شکل افراد سے ممتاز کر دے۔

مشکل کا حکم: اس کے معنی کی طلب اور پھر اس میں تامل {غور و فکر} کرنا واجب ہے۔

{7} مجمل کی تعریف: مجمل وہ ہے جو کئی معانی کا احتمال رکھتا ہو اور متکلم کی طرف سے بیان کرنے پر اس کی مراد ظاہر ہو۔

{8} متشابہ کی تعریف: وہ لفظ جس کی مراد دنیا والوں کو معلوم نہ ہو اگرچہ آخرت میں معلوم ہو جائے۔

مجمل اور متشابہ کا حکم: ان کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے یہاں تک کہ اس کی وضاحت ہو جائے۔

"ظاہر اور نص کی مثالیں"

مثال نمبر 1:

"احل اللّٰہ البیع و حرّم الربٰو" {احل اور حرّم} سننے سے ظاہر ہوا کہ بیع حلال ہے اور سود حرام ہے۔

اور اس کلام کو لایا گیا ہے تا کہ کفار کے اس دعوی {کفار دعوی کرتے تھے کہ بیع میں نفع مقصود ہے تو نفع تو سود میں بھی ہے پس بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں} کی تردید ہو جائے کہ بیع اور سود ایک ہی ہیں۔

❖ اس آیت کو اس لیے لایا گیا تا کہ بیع اور سود میں فرق واضح ہو جائے۔

مثال نمبر 2:

"فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع" ترجمہ: {پس تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں چاہے دو سے نکاح کرو یا تین سے یا چار سے۔

"فانکحوا" سنتے ہی نکاح کی اباحت {مباح ہونا} اور جواز {جائز ہونا} ثابت ہو جاتا ہے اور غور و فکر کی ضرورت نہیں پڑتی۔

❖ الحاصل: یہ آیت نکاح کے حلال / جائز ہونے میں ظاہر ہے اور بیان تعداد کے اعتبار سے نص ہے۔

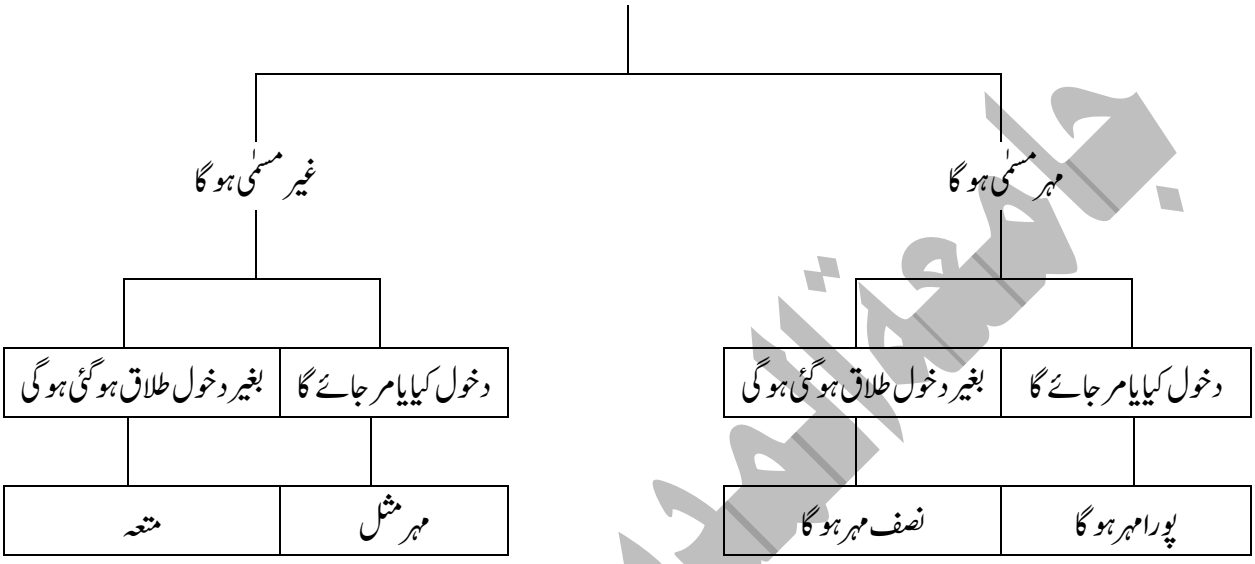
مثال نمبر 3:

"لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضة" آیت کو چلانے کا مقصد یہ ہے کہ جس عورت کا نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا اور جس کے ساتھ وطی بھی نہ کی گئی ہو ایسی عورت کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

❖ اس معنی کے اعتبار سے ظاہر ہے کہ شوہر کو ہی طلاق دینے کا اختیار ہے۔

❖ نوٹ: اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔

"مہر کا نقشہ قدوری"



❖ متعہ: یہ تین کپڑے ہیں۔

مثال نمبر 4:

حدیث: "من ملک ذا رحم محرم منه عتق علیه" ترجمہ: {جو مالک ہوا اپنے قریبی رشتے دار کا وہ اس پر آزاد ہے}۔

اس حدیث میں ملک سے قریبی رشتے دار پر ملکیت کا ظاہر ہونا مراد ثابت ہے۔ {یعنی قریبی رشتے دار کا مالک ہوا جا سکتا ہے اور اس قریبی رشتے دار کے لیے آزادی کا ثابت ہونا نص ہے}۔

سوال نمبر 2: جب ظاہر اور نص آپس میں ٹکرا جائے تو ترجیح کس کو حاصل ہو گی؟

جواب: جب ظاہر اور نص آپس میں ٹکرا جائیں تو ترجیح "نص" کو حاصل ہو گی۔

"ظاہر اور نص کے تعارض پر مثالیں"

مثال نمبر 1:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "طلّقِی نفسکِ" {تو طلاق دے اپنے آپ کو} پس عورت نے کہا "ابنتُ نفسکِ" {میں نے اپنے آپ کو بائنہ کیا} تو طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ عورت کا "ابنتُ نفسکِ" کہنا طلاق میں نص ہے اور بائن ہونے میں ظاہر ہے پس نص پر عمل کرنا راجح ہو گا۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

مثال نمبر2:

حضور اقدس ﷺ کا فرمان "اشربوا من ابوالها و البانها" یہ فرمان نص ہے سببِ شفاء کے معاملے میں اور پیشاب پینے کے معاملے میں ظاہر ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے "استنزهو من البول فان عامة عذاب القبر منه" یہ فرمان نص ہے اس بات کے لیے کہ پیشاب سے احتراز کرنا واجب ہے۔

❖ پس ظاہر اور نص آپس میں ٹکرا جائیں تو ترجیح نص کو ہو گی۔

مثال نمبر3:

حدیث	
"ما سقته السماء ففيه العشر" زمین کی پیداوار جس کو آسمان کے پانی نے سراب کیا ہو اس پر عشر ہے	"ليس فى الخضروات صدقة" سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے۔

{ليس فى الخضروات صدقة} یہ حدیث زمین کی ہر پیداوار میں عشر کی نفی میں مؤول ہے اور نص اور مؤول کے تعارض کے وقت نص کو ترجیح دی جائے گی لہٰذا زمین کی ہر پیداوار میں عشر واجب ہو گا۔

"مفسر کی مثالیں"

مثال نمبر1:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "فسجد الملائكة كلهم اجمعون" مذکورہ مثال میں ملائکہ کا اسم عموم {عام ہونے میں} ظاہر ہے کیونکہ یہ {یعنی ملائکہ} جمع ہے مگر تخصیص کا احتمال باقی تھا تو "كلهم" کے لفظ سے تخصیص کا دروازہ بند ہو گیا پھر الگ الگ سجدہ کرنے کا احتمال باقی رہ گیا تو "اجمعون" کے لفظ سے تاویل کا دروازہ بند ہو گیا۔

مثال نمبر2:

"تزوجت فلانة شهرا" جب کسی شخص نے کہا فلاں عورت سے اتنی رقم کے بدلے میں ایک مہینے کے لیے نکاح کیا تو "تزوجت" نکاح کے سلسلے میں ظاہر ہے کیونکہ اس کے سنتے ہی نکاح پتہ چل جاتا ہے مگر اس میں متعہ کا احتمال باقی تھا تو متکلم نے اپنے قول سے اس کی مراد واضح کر دیا۔

"مفسر کو نص پر ترجیح دی جائے گی اس پر"

مثال نمبر1:

"لفلان علیّ الف من ثمن هذا العبد" یا "لفلان علیّ الف من ثمن هذا المتاع"

اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار روپے اس غلام کے ثمن یا اس سامان کے ثمن سے ہیں تو قائل {کہنے والے کا قول} علیّ الف ایک ہزار روپے لازم ہونے میں نص ہے مگر تفسیر کا احتمال باقی ہے پس قائل کا قول "من ثمن هذا العبد" یا "من ثمن هذا المتاع" نے قائل کے قول "علیّ الف" کی مراد بیان کر دیا،

پس کہنے والے پر اسی وقت ایک ہزار روپے لازم ہونگے جب وہ غلام پر قبضہ کر لے گا یا وہ سامان پر قبضہ کر لے گا۔

سوال نمبر4: نص اور مفسر میں تعارض ہونے کی صورت میں ترجیح کس کو ہو گی؟

جواب: نص اور مفسر میں تعارض ہونے کی صورت میں ترجیح مفسر کو ہو گی۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "لفلان علیّ الف" تو قائل کا یہ کلام ایک ہزار روپے کے اقرار میں ظاہر ہو گا، کیونکہ کلام کے سنتے ہی اقرار کا معنی سمجھ میں آ گیا،

اور شہر کے سکے کے بارے میں نص ہے {جب مطلقاً کوئی قرضہ کا اقرار کرے تو اس سے شہر کی وہ نقد دینی پڑے گی جو شہر میں عام رائج ہو، لیکن اگر اس نے "لفلان علیّ الف" کے بعد "من نقد بلد کذا" کہہ کر کسی شہر کی کرنسی مراد لے لی تو قائل پر اسی شہر کے ایک ہزار روپے لازم ہونگے۔

"محکم کی مثالیں"

مثال نمبر1:

"اِنّ اللّٰه بکل شیء علیم" یا "اِنّ اللّٰه لایظلم الناس شیئاً" ان دونوں جملوں کی مراد اتنی قوی ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا احتمال نہیں۔

مثال نمبر2:

"لفلان علیّ الف من ثمن هذا العبد"

"خفی کی مثالیں"

مثال نمبر1:

"السارق و السارقة فاقطعوا ایدیھما"

پس یہ آیت سارق{چوری کرنے والے} کے حق میں ظاہر ہے لیکن طرار{اچکے-جیب کترے اور بناس یعنی کفن چور} کے حق میں یہ آیت خفی ہے کیونکہ ان میں سرقہ والا معنی پوشیدہ ہے اسی لیے ان کے نام الگ الگ ہیں اب دیکھنا پڑے گا ان پر سرقہ کا اسم صادق آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو ان پر بھی سرقہ کا حکم لگے گا ورنہ نہیں،جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ طرار میں یہ معنی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے لیکن نباش میں یہ معنی نہیں پایا جاتا۔

- ❖ سارق:وہ شخص ہوتا ہے جو غیر کا مملوکہ مال جو اس کی حفاظت میں ہو اس کی غفلت کی وجہ سے خفیۃ لیتا ہے۔

جبکہ طرار مالک کے ہوشیار و بیدار ہونے کے باوجود اُسے{مالک} کو دھوکہ دے کر اس کا مال اڑالیتا ہے۔

لیکن نباش{کفن چور} میں یہ{سارق والا معنی} پایا نہیں جاتا کیونکہ وہ کسی محفوظ مقام سے کفن نہیں چراتا۔

مثال نمبر2:

"الزانی و الزانیة"

یہ آیت زانی کے حق میں ظاہر ہے لیکن لوطی کے حق میں خفی ہے کیونکہ عرف میں زانی اس شخص کو کہتے ہیں جو اگلی شرمگاہ میں زنا کرے اور لوطی اس شخص کو کہتے ہیں جو پچھلی شرمگاہ میں زنا کرے اب دیکھنا پڑے گا کہ اس پر{لوطی پر} زانی کا اسم صادق آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو اس پر بھی زانی والا حکم لگادیں گے ورنہ نہیں،

جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ لواطت میں زنا والے معنی کم ہیں کیونکہ زنا میں شہوت طرفین سے ہوگی اور لواطت میں شہوت طرفِ واحد سے ہوتی ہے،لہٰذا لوطی کی سزا100 کوڑے نہ ہوگی بلکہ اس کی سزا تعزیر ہوگی۔

مثال نمبر3:

اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ وہ فاکھہ نہیں کھائے گا{یعنی اسی چیز جو خوش طبعی کے لیے کھائی جاتی ہے،غذائیت کے لیے نہیں}تو یہ کلام ان پھلوں میں ظاہر ہے جو بطور تلذذ کھائے جاتے ہیں لیکن انگور اور انار کے حق میں خفی ہے کیونکہ انگور اور انار میں تو غذائیت پائی جاتی ہے۔

"مشکل کی مثال"

مثال نمبر1:

کسی نے قسم اُٹھائی کہ ادام {وہ چیز جو روٹی کے ہمراہ تبعاً کھائی جاتی ہے اس طور پر کہ وہ چیز روٹی میں سرایت کر جائے} نہیں کھاؤں گا تو یہ کلام "سرکہ اور کھجور کے شیرہ کے بارے میں تو ظاہر ہے اس طور پر کہ اگر سرقہ اور کھجور کے شیرہ سے روٹی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی لیکن بھنے ہوئے گوشت اور انڈے اور پنیر کے بارے میں مشکل ہے،

لہٰذا ہم سب سے پہلے ادام کے معنی طلب کرے گے پھر اس میں غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ بھنا ہوا گوشت، ابلا ہوا انڈا اور پنیر مستقل طور پر بھی کھایا جاتا ہے۔

"مجمل کی مثال"

مثال نمبر1:

"حرّم الربا"

مذکورہ آیت میں لفظِ الربا مجمل ہے اس طرح کہ ربا کے معنی مطلقاً زیادتی ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر زیادتی حرام نہیں ہے کیونکہ بیع کو زیادتی اور نفع کے لیے ہی مشروع کیا گیا ہے۔

پس اس اجمال کو دور کرنے کے لیے {شارع-متکلم} حضور اقدس ﷺ نے "الحنطة بالحنطة۔۔۔۔۔۔۔۔"یعنی ان چھ چیزوں میں سے اگر کسی چیز کو اس کی ہم جنس کسی چیز کے مقابلے میں فروخت کیا اور کسی جانب میں زیادتی ہو گی تو وہ ربا ہو گا اور یہ حرام ہو گا۔

"مشابہ کی مثال"

مثال نمبر1:

قرآن پاک کی بعض صورتوں کے شروع میں موجود حروف مقطعات۔

فصل فی النھی

سوال نمبر 1: نہی کے لغوی واصطلاحی تعریف؟

جواب: لغوی معنی: منع کرنا

اصطلاحی تعریف: کسی کا، مخاطب کو علی سبیل الاستعلاء{غلبہ کی بناء} پر لَاتَفْعَلْ کہنا نہی کہلاتا ہے۔یا

نہی ایسا لفظ ہے جو مخاطب بطریقِ الاستعلاء، طلب ترکِ فعل پر دلالت کرے۔

سوال نمبر 2: منھی عنہ کی تعریف؟

جواب: جس چیز سے منع کیا جائے اُسے منھی عنہ کہتے ہیں۔اور{جس فعل کے ترک کو طلب کیا جائے اسے "منھی عنہ" کہتے ہیں}

منھی عنہ کی اقسام:{1} قبیح لعینہ "پھر اسکی دو قسمیں ہے۔{1} قبیح لعینہ وضعاً {2} قبیح لعینہ شرعاً "اور "{2} قبیح لغیرہ" پھر اسکی دو قسمیں ہے۔{1} قبیح لغیرہ وضعاً{2} قبیح لغیرہ مجاوراً

قبیح لعینہ: اگر قبح منھی عنہ کی ذات میں ہو، کوئی غیر اسکا سبب نہ بن رہا ہو، تو اسے "قبیح لعینہ" کہتے ہیں۔ جیسے: زنا

قبیح لعینہ وضعاً: وہ قبیح لعینہ ہے اگر شریعت اُسے 'قبیح' قرار نہ دیتی، تب بھی عقل سلیم بآسانی اسکے قبح کو جان سکتی تھی۔

جیسے: کفر اختیار کرنا۔

قبیح لعینہ شرعاً: وہ قبیح لعینہ ہے اگر شریعت اُسے قبیح قرار نہ دیتی تو عقل سلیم اس کے قبح کو نہ جان سکتی تھی۔

جیسے: بے وضو نماز پڑھنا۔

قبیح لغیرہ: اگر قبح منھی عنہ کی ذات میں نہ ہو، کوئی غیر اسکا سبب بن رہا ہو، تو اُسے "قبیح لغیرہ" کہتے ہیں۔ جیسے: عید کا روزہ رکھنا۔

قبیح لغیرہ وضعاً: جس میں قباحت غیر کی وجہ سے آتی ہے اور منھی عنہ سے جدا نہیں ہوتی۔ جیسے: یوم النحر میں روزہ۔

سوال نمبر 3: نہی کی اقسام بیان کریں؟

جواب: نہی کی دو قسمیں ہیں۔

{1}نھی عن الافعال الحسیۃ: مثال کے طور پہ: "زنا، شراب پینا، جھوٹ، ظلم"۔

{2}نھی عن التصرفات الشرعیۃ: مثال کے طور پہ: "نحر کے دن روزہ رکھنا، اوقات مکروہ میں نماز پڑھنا، ایک درھم کو دو درھم کے بدلے بیچنا"۔

سوال نمبر 4: نہی کی اقسام کا حکم بیان کریں؟

جواب: افعال حسیہ کا حکم: اس کا حکم یہ ہے کہ منھی عنہ اس چیز کا عین ہو گا جس پر نہی وارد ہوئی اور جب منھی عنہ اس چیز کی ذات ہے جس پر نہی وارد ہوئی ہے تو اس منھی عنہ کی ذات قبیح ہو گی اور وہ بلکل مشروع{جائز} نہیں ہو گی۔

افعال شرعیہ کا حکم: منھی عنہ اس چیز کا غیر ہو گی جسکی طرف نہی منسوب کی گئی ہے۔ پس منھی عنہ اپنی ذات کے اعتبار سے حسن ہو گی اور اپنے غیر کی وجہ سے قبیح ہو گی اور اس کا کرنے والا "حرام لغیرہ" کا مرتکب ہو گا نہ کہ "حرام لذاتہ" کا۔

مثال کے طور پہ: یوم نحر میں روزہ رکھنا۔{"یہ فعل شرعی ہے، اور ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے سے نہی وارد ہوئی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا {الا لاتصوموا فی ھذہ ایام} اب ان ایام میں روزہ رکھنا حرام لنفسہ نہیں ہے بلکہ حرام لغیرہ ہے کیونکہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ در حقیقت روزہ نہیں ہے بلکہ اعراض عن ضیافۃ اللہ ہے"}۔

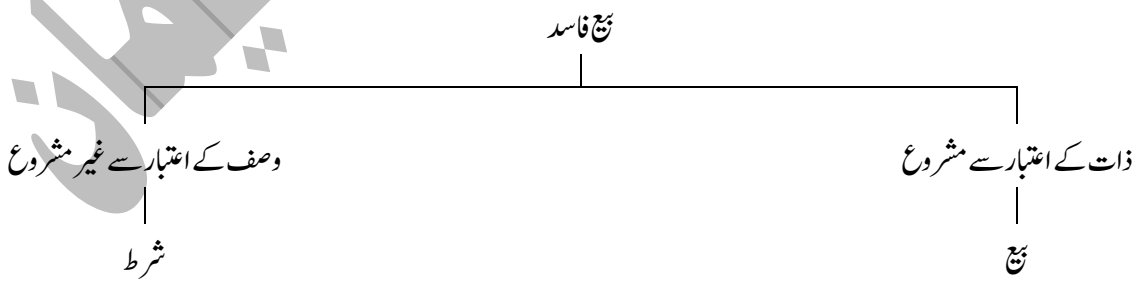
{نہی عن التصرفات الشرعیہ یقتضی تقریرھا} "مذکورہ عبارت میں بیان کئے گئے اصولِ شرعی کو ثابت کریں"۔ "نیز اِس سے متفرع ہونے والے مسائل بھی ذکر کریں؟ اور "تصرفات شرعیہ سے نہی بقاء کو چاہتی ہے یا نہیں؟ اختلاف بیان کرتے ہوئے صرف احناف کے دلائل ذکر کریں؟

مذکورہ اصول: {فعل شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد وہ فعل اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع رہے گا، اور امر خارجی کی وجہ سے غیر مشروع ہو گا} سے متفرع ہونے والے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

احناف کے نزدیک: تصرفات شرعیہ سے نہی ان کی بقاء کا تقاضہ کرتی ہے، {یعنی افعال شرعیہ سے نہی کی وجہ سے اس فعل کا وجود ختم نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے} وجہ: کیونکہ اگر اس کا وجود ختم ہو جائے تو بندہ جائز کام کرنے سے عاجز ہو جائے گا اور یہ نہی عاجز کو ہو گی اور شارع کے لئے محال ہے کہ وہ ایسے کام سے منع کرے جس کے کرنے سے بندہ عاجز ہے۔

شوافع کے نزدیک: جس طرح افعال حسیہ نہی کے بعد قبیح لعینہ بن جاتے ہے اسی طرح افعال شرعیہ بھی نہی کے بعد "قبیح لعینہ" بن جاتے ہیں اور قبیح لعینہ حرام ہونے کا تقاضہ کرتی ہے۔

{1} بیع فاسد: "قبضہ کے وقت ملک کا فائدہ دیتی ہے، اس اعتبار سے وہ بیع ہے۔ اور اس کا توڑنا واجب ہے، اس اعتبار سے کہ یہ بیع شرعاً حرام ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول {نھٰی عن بیع و شرط} کی وجہ سے"۔



{2} اجارہ فاسد: اگر مکان کرائے پر دیا اور یہ شرط رکھی کہ مالک مکان اس میں چند روز رہے گا تو بنیادی طور پر اجارہ صحیح ہو گا لیکن شرط کی وجہ سے حرام ہو گا۔

{3}یوم نحر میں روزے: اگر کسی نے یوم نحر میں روزے کی نذر مانی، اور یوم نحر میں روزہ رکھا تو یہ روزہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو صحیح ہے لیکن غیر کی وجہ سے حرام ہے اور وہ غیر {اعراض عن ضیافۃ اللہ ہے}۔

و ھٰذا بِخلَاف نکاح المشرکات و منکوحۃ الاب--------

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں"

مذکورہ عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ ایک اعتراض کے جواب کو دلیل کے ساتھ بیان فرمارہے ہیں۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ {افعال شرعیہ پر نہی وارد ہو تو ذات کے اعتبار سے مشروع ہو گا، اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہو گا}

{حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مشرکات سے نکاح، باپ کی منکوحہ اور معتدہ سے نکاح کرنا، اسی طرح اپنی محرم عورتوں سے نکاح کرنا، اور بغیر گواہوں کے نکاح کرنا حرام ہے}

تو اب ذات کے اعتبار سے نکاح کرنا درست ہونا چاہیے ہاں بعد میں توڑنے دے لیکن تمہارے نزدیک نکاح بلکل جائز نہیں۔

جواب: مذکورہ تمام صورتوں میں اگر نکاح کو مشروع رکھا جائے تو اجتماعِ ضدین لازم آئے گا، کیونکہ نکاح کا تقاضہ تو یہ ہے کہ وطی اور دیگر تصرف حلال ہوں، اور نہی وارد ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ وطی اور دیگر تصرف حرام ہوں اور ایک وقت میں {حلت اور حرمت} جمع نہیں ہو سکتی، لہٰذا اجتماع ضدین کی وجہ سے مذکورہ تمام صورتوں میں نکاح منعقد نہیں ہو گا، تو ان تمام مقامات {صورتوں} میں نہی کو نفی پر محمول کیا جاتا ہے۔

بیع فاسد پر جو نہی وارد ہوئی ہے اسے بھی نفی پر محمول کر دیتے، اسے نفی پر محمول کیوں نہیں کیا؟{"اعتراض"}

جواب: ہم نے نہی کو نفی پر محمول نہیں کیا کیونکہ بیع میں "{حلت اور حرمت}" کا جمع ہونا ممکن ہے، وہ اس طرح کہ ایک شخص مبیع کا مالک ہو تو لیکن اس میں تصرف کرنا اس کے لئے حرام ہوں۔ مثلاً "ایک مسلمان آدمی کے پاس انگور کا شیرہ رکھا ہوا تھا کچھ دنوں کے بعد وہ شیرہ شراب بن گیا تو اس صورت میں مسلمان کی ملکیت تو اس میں باقی رہے گی لیکن اس میں تصرف کرنا اسکے لیے حرام ہو گا۔

یوم نحر میں روزے کی نذر ماننا درست ہے یا نہیں؟

اگر کسی شخص نے یوم نحر {اور اس کے بعد دو دن} میں روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اسکی نذر اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع ہونے کی وجہ صحیح ہو گی، لیکن غیر {اعراض عن ضیافۃ اللہ} کی وجہ سے حرام ہو گی۔ پس نذر ماننے والے سے کہا جائے گا کہ کسی اور دن اس روزے کی قضاء کرے تاکہ نذر بھی صحیح ہو جائے اور ضیافۃ اللہ کے اعراض کا امر ممنوع لازم نہ آئے۔

اوقات مکروہہ میں نماز کی نذر ماننا صحیح ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ بیان کریں؟

اگر کسی نے اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کی یہ نذر صحیح ہو گی۔ "اس لیے کہ اس نے عبادت مشروعہ کی نذر مانی ہے" چنانچہ اگر اس نے اوقات مکروہہ میں ہی نماز پڑھ لی تو اس کی نذر پوری ہو جائے گی البتہ گنہگار ہو گا۔

دلیل: فعل شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد وہ فعل ذات کے اعتبار سے مشروع رہے گا اور امر خارجی کی وجہ سے غیر مشروع ہو گا۔

و ارتکابُ الحرامِ لیس بلازم۔۔۔۔۔۔

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

مذکورہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔اعتراض یہ ہے کہ "آپ نے کہا،جب فعل شرعی پر نہی وارد ہو،تو وہ ذات کے اعتبار سے مشروع ہے اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہے اب نوافل اوقات مکروہہ میں پڑھنے پر نہی وارد ہوچکی ہے اب ذات کے اعتبار سے نفل پڑھنا صحیح ہے لیکن وصف کے اعتبار سے توڑنا واجب ہے، جبکہ آپ احناف کہتے ہو کہ اسکو پورا کرنا واجب ہے تو یہ حرام کے ارتکاب کا حکم دینا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے؟

جواب:اوقات مکروہہ میں نفل کو پورا کرنے سے حرام کا ارتکاب لازم نہیں آتا اس طرح کہ اگر بندہ قراءت وغیرہ کو لمبا کردے، یہاں تک کہ مکروہہ وقت ختم ہوجائے اور نماز پڑھنا بغیر کسی کراہت کے حلال ہوجائے۔

فارق صوم یوم العید۔۔۔اگر عید کے دن نفل روزہ شروع کیا تو اس روزے کا پورا کرنا لازم ہوگا یا نہیں اختلاف بیان کریں؟

امام اعظم + امام محمد کے نزدیک:اگر کسی نے عید کے دن نفل روزہ شروع کیا تو طرفین کے نزدیک اس روزے کا پورا کرنا لازم نہیں آئے گا۔

امام اعظم + امام محمد کی دلیل : یوم عید اور ایام تشریق میں روزہ شروع کرنے سے اس لئے لازم نہیں ہوگا، کہ روزہ کا پورا کرنا حرام کے ارتکاب سے جدا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ صبح صادق سے غروب تک روزہ ہوتا ہے اور یہ پورا وقت روزے کے لئے معیار ہے۔

امام یوسف کے نزدیک : امام یوسف کے نزدیک اگر کسی نے یوم عید اور ایام تشریق میں روزہ شروع کرنے سے روزے کا پورا کرنا لازم ہوجائے گا۔

امام یوسف کی دلیل: آپ نے اسے {روزہ} کو نماز پر قیاس کیا ہے،"کہ جس طرح مکروہ وقت میں نفل نماز شروع کرنے سے لازم ہوجاتی ہے اسی طرح روزہ بھی شروع کرنے سے لازم ہوجائے گا"۔

{ومن هذاالنوع وطی الحائض} یہ نہی کی کون سی قسم ہے۔نیز اس عبارت کی وضاحت اس انداز میں کریں۔کہ اعتراض و جواب واضح ہوجائے۔نیز اس عبارت پر مرتب ہونے والا احکام بیان کریں؟

اعتراض:افعال حسیہ نہی کے بعد بلکل مشروع نہیں رہتے ہے۔جبکہ بعض ایسی مثالیں پائی گئی ہیں جو افعال حسیہ میں سے ہیں۔اور نہی کے بعد ان کی مشروعیت باقی ہے جیسے:"حالت حیض میں وطی کرنا" افعالِ حسیہ میں سے ہے اور نہی کے باوجود اس پر وطی کے احکام مرتب ہوجاتے ہیں؟

جواب:واقعی افعال حسیہ منھی عنہ ہونے کے بعد مشروع نہیں رہتے،اور 'قبیح لعینہ 'ہوتے ہیں مگر جب اسکے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو اور اگر فعل حسی کے متعلق کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس سے اس فعل حسی کا "قبیح لعینہ "ہونا ثابت ہو تو وہ فعلِ حسی "قبیح لغیرہ" ہوگا۔ جیسے:حالت حیض میں وطی کرنا کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا"هُوَ اذًی"تو یہاں نہی گندگی کی وجہ سے آتی ہے اس لیے نہی لغیرہ بنے گی اور اس پر وطی کے احکام بھی مرتب ہونگے۔

{حالت حیض میں وطی کرنے کی وجہ سے} مرتب ہونے والے احکام:

{1} حالت حیض میں وطی کرنے والا شادی شدہ ثابت ہو جائے گا۔

{2} عورت زوجِ اوّل {پہلے شوہر} کے لیے حلال ہو جائے گی۔

{3} شوہر پر مہر بھی لازم ہو جائے گا۔

{4} حالت حیض میں وطی کرنے کے بعد اگر شوہر نے طلاق دی تو عورت پر عدت گزارنا ضروری ہے۔

{5} شوہر کو نان ونفقہ دینا لازم ہو جائے گا۔

{6} اگر عورت کو حق مہر ادا نہ کیا ہو، تو عورت کو عدم ادائیگی حق مہر کی وجہ سے جماع سے روکنے کا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اگر حالت حیض میں پہلی بار وطی کر لی گئی اب اگر وہ عورت وطی کرنے سے شوہر کو روکتی ہے تو "امام اعظم" کے نزدیک وہ عورت نفقہ کی حقدار ہو گی۔ اور نافرمان نہیں کہلائے گی۔ اور "صاحبین" کے نزدیک وہ عورت نافرمان کہلائے گی اور نفقہ کی حقدار نہیں ہو گی۔

حرمة الفعل لاتنافی مرتب الاحکام۔۔۔۔۔۔

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

مذکورہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: حالت حیض میں وطی کرنا حرام اور معصیت ہے تو چاہیے تھا، کہ اس پر احکام شرعیہ مرتب نہ ہوتے کیونکہ احکام شرعیہ تو نعمت ہے؟

جواب: کسی فعل کا حرام ہونا احکام شرعیہ کے مرتب ہونے کے منافی {خلاف} نہیں۔

اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

{1} حیض کی حالت میں طلاق دینا {کہ حیض کی حالت میں طلاق نہیں دینی چاہیے اگر کوئی طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی}

{2} چھینے ہوئے پانی سے وضو کرنا

{3} غصب کی ہوئی کمان سے شکار کرنا

{4} غصب کی ہوئی چھری سے ذبح کرنا

{5} جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت کرنا

کیا فاسق آدمی اہل شہادت میں سے ہے یا نہیں؟ وضاحت کریں؟

افعال شرعیہ پر نہی وارد ہونے کے بعد ان کی مشروعیت ختم نہیں ہوتی، بلکہ وہ فعل اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع ہوتے ہیں اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہوتا ہے۔ اسی اصول کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے اس فرمان {ولاتقبلوا لهم شهاداً ابداً} سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق آدمی اہل شہادت میں سے ہے چنانچہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے دو فاسق گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس کی دلیل یہی آیت مبارکہ ہے۔

شہادت {گواہی} کی دو قسمیں ہیں۔

{1} ادائے شہادت {گواہی دینا} اسکا مطلب یہ ہے کہ قاضی کے سامنے گواہی دینا۔	{2} تحمل شہادت {گواہ بننا} کا معنی یہ ہے کہ گواہ بننا۔ جیسے: کوئی مرد کسی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرے۔

اس آیت میں قبول شہادت پر نہی وارد ہوئی ہے، اور قبول شہادت سے نہی بغیر شہادت کی اہلیت کے محال ہے۔{مطلب یہ ہے کہ فاسق آدمی گواہی دینے کی اہلیت رکھتا ہے البتہ اسکی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کے فسق کی وجہ سے جھوٹ کا احتمال ہے}۔

انما لم تقبل شهادهم -------

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

مذکورہ عبارت ایک اعتراض {اشکال} کا جواب ہے۔

اشکال: جب فاسق شہادت کی اہلیت رکھتے ہیں تو پھر ان کی شہادت قبول کیوں نہیں کی جاتی؟

جواب: فاسق میں شہادت کی اہلیت تو ہے، مگر جھوٹ کے احتمال کی وجہ سے ان کی شہادت قبول نہیں کی جاتی، اسی وجہ سے ان پر لعان بھی واجب نہیں ہو گا کیونکہ لعان ادائے شہادت کا نام ہے اور فاسق آدمی ادائے شہادت کا اہل نہیں۔

"اہم تعریفات"

{1} لعان: یہ ہے کہ اولاً شوہر چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ میں اپنے اس قول میں سچا ہوں کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو پھر عورت چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ میرا شوہر اس قول میں جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ اپنے قول میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

{2} فاسق: وہ ہے جو گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے یا گناہ صغیرہ کے ارتکاب پر اصرار کرنے والا ہو۔

{3} بیع فاسد: بیع میں کوئی ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔

{4} اجارہ فاسد: عقدِ اجارہ میں کوئی ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔

فصل فی تعریف طریق المراد بالنصوص

سوال نمبر 1: نصوص کی مراد کو جاننے کا کیا طریقہ ہیں؟

جواب: نصوص {آیات یا احادیث} کی مراد کو جاننے کے متعدد طریقے ہیں، ان میں سے:

ایک طریقہ یہ ہے کہ: اگر لفظ کے دو معنی ہو ایک معنی حقیقی ہو اور دوسرا معنی مجازی ہو تو اس لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا اولیٰ ہو گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ: اگر ایک لفظ دو معنی کا احتمال رکھتا ہو اور ان میں سے ایک معنی ایسا ہو کہ اگر وہ مراد لیا جائے تو نص میں تخصیص کرنی پڑے، اور اگر دوسرا معنی مراد لیا جائے، تو تخصیص کے بغیر نص کا معنی صحیح ہو، تو ایسی صورت میں نص کا وہ معنی مراد لیا جائے گا، جس سے تخصیص لازم نہ آتی ہو۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ: جب کوئی نص {آیت} دو قراءتوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہو یا کوئی نص {حدیث} دو طرح سے روایت کی جاتی ہو تو اس نص پر اس طرح عمل کرنا ہو گا کہ دونوں قراءتوں اور دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔

"پہلے طریقے کی مثال"

البنت المخلوقة من ماء الزنا یحرم علی الزانی نکاحها۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 2: مذکورہ عبارت کے تحت اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب: امام شافعی کے نزدیک: جو لڑکی زنا سے پیدا ہوئی ہو، زانی کا اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

امام شافعی کی دلیل:

{حرمت علیکم امهاتکم و بناتکم} امام شافعی قران کریم کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بنات سے مراد وہ لڑکیاں ہیں جن کا نسب ان کے آباء سے ثابت ہے اور جو لڑکی زنا کے نطفہ سے پیدا ہوئی ہے زانی سے چونکہ اس کا نسب ثابت نہیں اس لئے وہ لڑکی اس آیت کے تحت داخل نہیں ہو گی اور زانی کا اس سے نکاح کرنا جائز ہو گا۔

احناف کے نزدیک: جو لڑکی زنا سے پیدا ہوئی ہو، زانی کا اس لڑکی سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔

احناف کی دلیل :

بنت کا حقیقی معنی: وہ لڑکی جو آدمی کے پانی {نطفہ} سے پیدا ہوئی ہو خواہ اس آدمی سے نسب ثابت ہو یا نہ ہو۔

بنت کا مجازی معنی: جس کا آدمی سے نسب ثابت ہوا ہو خواہ اس کے پانی سے پیدا ہو یا نہ ہو۔

اصول یہ ہے کہ اگر لفظ کے دو معنی ہو ایک حقیقی ہو اور دوسرا مجازی تو اس لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا اولیٰ ہو گا۔ لہٰذا آیت مذکورہ کے تحت ہر قسم کی بنات داخل ہوں گی اور ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہو گا۔

یتفرع منه الاحکام علی المذهبین--------

سوال نمبر 3: مذکورہ اختلاف {ہمارے نزدیک نکاح حرام} اور {شوافع کے نزدیک جائز} پر متفرع ہونے والے مسائل بیان کریں؟

جواب:

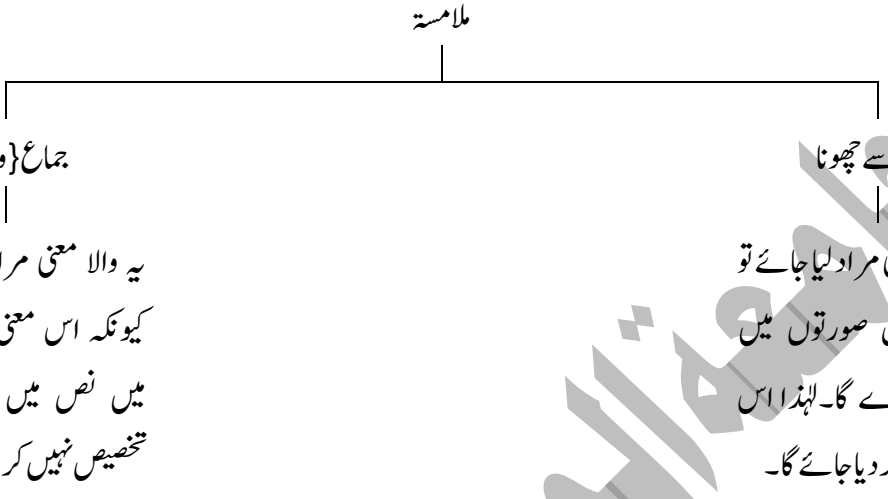
احناف کے نزدیک	شوافع کے نزدیک
{1} ہمارے نزدیک اس لڑکی سے وطی کرنا جائز نہیں ہو گا کیونکہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔	{1} شوافع کے نزدیک اس لڑکی سے وطی کرنا جائز ہو گا کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔
{2} شوہر پر بیوی کا مہر لازم نہیں ہو گا۔	{2} شوہر پر بیوی کا مہر لازم ہو گا۔
{3} شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم نہیں ہو گا۔	{3} شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہو گا۔
{4} ہمارے نزدیک باہمی وراثت جاری نہیں ہو گی۔	{4} شوافع کے نزدیک باہمی وراثت جاری ہو گی۔
{5} شوہر اس بچی کو گھر سے باہر نکلنے اور گھومنے پھرنے سے روکنے کا حق نہیں رکھتا ہے۔	{5} شوہر اس بچی {لڑکی} کو گھر سے باہر نکالنے اور گھومنے پھرنے سے روکنے کا حق رکھتا ہے۔

متفرع ہونے والے اختلافی مسائل
{1} وطی کرنا
{2} مہر دینا
{3} نفقہ دینا
{4} وراثت جاری ہونا
{5} گھر سے باہر نکلنے اور گھومنے پھرنے سے روکنا

"دوسرے طریقے کی مثال"

دوسرا طریقہ: اگر ایک لفظ دو معنی کا احتمال رکھتا ہو اور ان میں سے ایک معنی ایسا ہو کہ اگر وہ مراد لیا جائے تو نص میں تخصیص کرنی پڑے، اور اگر دوسرا معنی مراد لیا جائے، تو تخصیص کے بغیر نص کا معنی صحیح ہو، تو ایسی صورت میں نص کا وہ معنی مراد لیا جائے گا، جس سے تخصیص لازم نہ آتی ہو۔

مثال:



سوال نمبر4: {او لامستم النساء}میں کونسا معنی مراد لینا اولیٰ مع موقفِ آئمہ بیان کریں؟ نیز احناف کی دلیل مع اصول بیان کریں؟

جواب:

شوافع کے نزدیک	احناف کے نزدیک
شوافع لفظ ملامسۃ سے "مس بالید" مراد لیتے ہیں۔ {یعنی امام شافعی کے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور پانی کے نہ ہونے کی صورت میں تیمم ضروری ہو گا۔	احناف لفظ ملامسۃ سے "جماع" مراد لیتے ہیں۔ {یعنی ہمارے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے، اور پانی کے نہ ہونے کی صورت میں تیمم ضروری نہیں ہو گا۔"وجہ "لفظ ملامسۃ دو معنی کا احتمال رکھتا ہے {1}مس بالید{2}جماع۔

دلیل: اگر لفظ "ملامسۃ" کو جماع پر محمول کیا جائے تو نص میں کوئی تخصیص نہیں کرنی پڑے گی بلکہ جماع کی ہر صورت میں ناقص وضو ہو گی اور واجب غسل ہو گی۔ لیکن اگر لفظ "ملامسۃ" کو مس بالید پر محمول کیا جائے تو مس بالید کو بعض صورتوں میں خاص کرنا پڑے گا اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ ہے کہ بہت زیادہ چھوٹی بچی اور محرم کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اصول: اور جب لفظ دو معنی کا محتمل ہو، ایک معنی تخصیص کا احتمال رکھتا ہو اور دوسرا تخصیص کا احتمال نہیں رکھتا تو لفظ کو اس معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہے جو تخصیص کو لازم نہ کرے۔

سوال نمبر 5: مذکورہ اختلاف {ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور شوافع کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے} پر نکلنے والے مسائل بیان کریں؟

جواب:

شوافع کے نزدیک	احناف کے نزدیک
{1}اگر باوضو شخص کسی عورت کو ہاتھ لگاتا ہے تو اس کا وضو ٹوٹ گیا، لہٰذا وہ بغیر وضو کیئے وہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔	{1} اگر کوئی شخص کسی عورت کو ہاتھ لگاتا ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، لہٰذا وہ بغیر وضو کیئے وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔
{2}عورت کو چھونے کے بعد قرآن ِ کریم کو چھونا ناجائز ہے۔	{2}عورت کو چھونے کے بعد قرآن ِ کریم کو چھونا جائز ہے۔
{3}عورت کو چھونے کے بعد مسجد میں جانا خلاف اولیٰ ہے۔	{3} عورت کو چھونے کے بعد مسجد میں جانا خلاف اولیٰ نہیں ہے۔
{4}عورت کو چھونے کے بعد اس شخص کا امامت کروانا درست نہیں ہے۔	{4} عورت کو چھونے کے بعد اس شخص کا امامت کروانا درست ہے۔
{5}عورت کو چھونے کے بعد پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم لازم ہے۔	{5} عورت کو چھونے کے بعد پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم لازم نہیں۔
{6}دورانِ نماز عورت کو چھونا یاد آجائے، تو نماز باطل ہو گی۔	{6}دورانِ نماز عورت کو چھونا یاد آجائے تو نماز باطل نہیں ہو گی۔

"تیسرا طریقے کی مثال"

سوال نمبر 6: {مِثَالُه فِي قَولِه تَعَالىٰ. وَاَرجُلَكُم} مذکورہ مثال کی اس انداز میں تشریح کریں، کہ نفسِ مسئلہ واضح ہو جائے؟ نیز اصول بھی واضح ہو جائے؟

اصول: جب کوئی نص {آیت} دو قراءتوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہو یا کوئی نص {حدیث} دو طرح سے روایت کی جاتی ہو تو اس نص پر اس طرح عمل کرنا ہو گا کہ دونوں قراءتوں اور دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔

مثال:

{اَرجُلکُم} کو دو طرح پڑھا گیا ہے

لام کے فتح کے ساتھ {اَرجُلَکُم}	لام کے کسرہ ساتھ {اَرجُلِکُم}
اس صورت میں اس کا عطف مغسول پر ہو گا۔ مطلب یہ ہو گا جس طرح وضو میں چہرہ دھویا جاتا ہے اسی طرح پاؤں کو بھی دھویا جائے گا۔	اس صورت میں اس کا عطف ممسوح پر ہو گا۔ مطلب یہ ہو گا جس طرح سر کا مسح کیا جاتا ہے اسی طرح پاؤں کا بھی مسح کیا جائے گا۔

پس دونوں قراءتوں میں تطبیق اس طرح قائم کریں گے کہ اگر موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو فتحہ والی قراءت پر عمل ہو گا اور اگر موزے پہنے ہوئے ہوں تو کسرہ والی قراءت پر عمل ہو گا۔

سوال نمبر 7: {مِثَالُہ کَقَولِہ تَعَالٰی: حَتّٰی یَطھُرنَ} مذکورہ آیت کی اس انداز میں وضاحت کریں، کہ نفسِ مسئلہ واضح ہو جائے؟

اصول: جب کوئی نص {آیت} دو قراءتوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہو،

یا

کوئی نص {حدیث} دو طرح سے روایت کی جاتی ہو، {تو اس نص پر اس طرح عمل کرنا ہو گا کہ دونوں قراءتوں اور دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے}۔

خلافِ اولیٰ: وہ کام جو مستحب کے خلاف ہو۔

حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت: 10 دن ہے۔

حیض کی کم سے کم مدت: 3 دن ہے۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

مثال:

{یطھرن} کو دو طرح پڑھا گیا ہے

تخفیف کے ساتھ {یَطھُرنَ}	تشدید کے ساتھ {یَطَّھَّرنَ}
تخفیف والی قراءت پر اس صورت میں عمل ہوگا، جب حیض پورے 10 دن آئے۔	تشدید والی قراءت پر اس صورت میں عمل ہوگا، جب حیض 10 دن سے کم ہو۔
جب حیض کا خون دس دنوں پر ختم ہوا تو عورت سے غسل کیئے بغیر بھی وطی کرنا جائز ہے۔	جب حیض کا خون دس دنوں سے کم میں ختم ہو جائے تو عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، جب تک وہ غسل نہ کرلیں۔
کیونکہ مطلق طہارت خون ختم ہونے سے ہی ثابت ہوگئی۔	کیونکہ کامل طہارت غسل کرنے سے ہی حاصل ہوگی۔
اور جب خون دس دنوں پر ختم ہو ایسے وقت میں کہ فرض نماز کا آخری وقت ہے، تو اس عورت پر فرض نماز لازم ہوگی، اگرچہ اتنا وقت باقی نہ رہے جس میں وہ غسل کرسکتی ہو۔	اور جب خون دس دنوں سے کم میں ختم ہو، ایسے وقت میں کہ فرض نماز کی آدائیگی کے لئے نہا سکتی ہے اور تکبیر تحریمہ بھی کہ سکتی ہے، تو اس عورت پر فرض نماز لازم ہوگی، ورنہ نہیں۔

ثم نذکر طرقاً من التمسکات الصیغة لیکون ذالک تنبیھاً علی موضع الخلل فی ھذا النوع۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 8: مذکورہ عبارت سے مصنف نے کیا بیان فرمایا؟

❖ استدلالِ ضعیف کی پہلی مثال:

جامعۃ المدینہ کراچی

قے ناقص وضو ہے یا نہیں اختلاف آئمہ بیان کریں؟

امام شافعی کے نزدیک	امام اعظم کے نزدیک
قے ناقصِ وضو نہیں ہے۔ دلیل: حضورِ اقدس ﷺ نے قے فرمائی پھر وضو نہیں کیا، پس آپ ﷺ کا وضو نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ قے ناقصِ وضو نہیں ہے۔	قے ناقصِ وضو ہے۔ دلیل: امام شافعی کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ قے ناقصِ وضو نہیں ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے۔ کہ قے فی الحال وضو کو واجب نہیں کرتی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہماری دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے جس کو آپ ترمذی نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قے فرمائی اور پھر وضو کیا۔

❖ استدلالِ ضعیف کی دوسری مثال:

اگر مکھی پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا یا نہیں اختلاف آئمہ بیان کریں؟

امام شافعی کے نزدیک: اگر مکھی پانی میں گر کر مر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

دلیل: حُرِّمَت عَلیکُم المیتَۃُ {حرام کیا گیا تم پر مردار کو} اور ہر وہ چیز جو لا علی طریق الکرامۃ حرام ہو نجس ہوتی ہے اور چونکہ مردار مکھی بھی لا علی طریق الکرامۃ حرام ہے لہٰذا یہ بھی نجس ہے اور جب نجس چیز پانی میں گر جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے۔

امام اعظم کے نزدیک: اگر مکھی پانی میں گر کر مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہو گا۔

دلیل: امام شافعی کا اس آیت سے استدلال کرنا {دلیل پکڑنا} کہ مکھی پانی میں گر کر مر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، ضعیف ہے کیونکہ اس آیت سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ مردار حرام ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

لا علی طریق الکرامۃ حرام ہونے کا مطلب: جن چیزوں کو گوشت ان کی کرامت {احترام-شرافت} کی وجہ سے حرام نہ ہو۔ {وہ چیزیں ناپاک ہوتی ہے، اور مکھی، مچھر کا گوشت کرامت کی وجہ سے حرام نہیں۔

❖ استدلالِ ضعیف کی تیسری مثال:

نجاست کو پانی کے علاوہ سرکہ سے زائل کرنا جائز ہے یا نہیں اختلاف بیان کریں؟

امام شافعی کے نزدیک: اگر کپڑے پر کوئی نجاست لگ جائے تو امام شافعی کے نزدیک صرف پانی سے کپڑا پاک ہوتا ہے پانی کے علاوہ سرکہ وغیرہ سے پاک نہیں ہو گا۔

دلیل: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا اگر کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو کیسے پاک کیا جائے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا "رگڑ دو پھر اس کو ناخن یا ہاتھ سے کھرچ دو پھر پانی سے دھو دو۔

{اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے پانی کے ساتھ نجاست کو زائل کرنے کا حکم دیا لہٰذا پانی کے ساتھ نجاست کو زائل کرنا واجب ہے}۔

امام اعظم کے نزدیک: اگر کپڑے پر کوئی نجاست لگ جائے تو جس طرح نجس کپڑا پانی سے پاک ہو جاتا ہے اسی طرح سرکہ وغیرہ کے ساتھ دھونے سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔

دلیل: امام شافعی کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ سرکہ وغیرہ سے نجاست کو زائل کرنا جائز نہیں ہے، ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کپڑے پر نجاست لگی تو پانی سے دھونا واجب ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

❖ استدلالِ ضعیف کی چوتھی مثال:

بکری کے نصاب میں زکوۃ کے طور پر بکری کے بجائے قیمت دے سکتے ہیں یا نہیں، اختلاف بیان کریں؟

شوافع کے نزدیک: بکری کے نصاب میں زکوۃ کے طور پر بکری کے بدلے قیمت دینا جائز نہیں ہے۔

دلیل: فِي أَربعينَ شاةً شاةٌ {چالیس بکریوں میں ایک بکری واجب ہے}۔ اس حدیث ثابت ہو رہا ہے کہ اگر بکری کی جگہ قیمت دی تو زکوۃ ادا نہیں ہو گی۔

احناف کے نزدیک: بکری کے نصاب میں زکوۃ کے طور پر قیمت دینے سے ادا ہو جائے گی۔

دلیل: امام شافعی کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ بکری کے بدلے قیمت دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ {40} بکریوں پر ایک بکری واجب ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ نیز زکوۃ کا مقصد فقراء کی حاجت پورا کرنا ہے اور یہ مقصد قیمت دینے کی صورت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

❖ استدلالِ ضعیف کی پانچویں مثال:

کیا حج کی طرح عمرہ بھی ابتداءً واجب ہے یا نہیں، اختلاف آئمہ بیان کریں؟

امام شافعی کے نزدیک: جس طرح حج ابتداءً واجب ہے اسی طرح عمرہ بھی ابتداءً واجب ہے۔

دلیل: و أَتِمُّوا الحجَّ و العمرةَ للّٰه {اور تم اللہ کے لئے حج اور عمرہ کرو}۔ اس آیت میں حج اور عمرہ کو امر کے صیغے کا ساتھ جمع کیا گیا ہے، لہٰذا حج کی طرح عمرہ بھی واجب ہے۔

امام اعظم کے نزدیک: حج کرنا فرض ہے اور عمرہ کرنا سنت ہے۔

دلیل: امام شافعی کا اس آیت سے استدلال کرنا کہ حج کی طرح عمرہ بھی ابتداءً واجب ہے، ضعیف ہے کیونکہ یہ آیت اتمام {مکمل کرنے} کے وجوب تقاضا کرتی ہے اور اتمام شروع کرنے کے بعد ہوتا ہے اور شروع کرنے کے بعد اتمام کے واجب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

❖ استدلالِ ضعیف کی چھٹی مثال:

بیع فاسد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے یا نہیں، اختلاف بیان کریں؟

امام شافعی کے نزدیک: بیع فاسد ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی {یعنی بیع فاسد کے بعد مشتری مبیع کا مالک نہیں بنتا}۔

دلیل: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "تم نہ بیچو ایک درھم کو دو درھم کے بدلے اور ایک صاع کو دو صاع کے بدلے" پس حضور اقدس ﷺ کے منع کرنے کی وجہ سے یہ بیع، فاسد اور حرام ہے اور ملکیت ایک نعمت ہے اور حرام چیز نعمت کے حصول کا سبب نہیں بن سکتی۔

امام اعظم کے نزدیک: بیع فاسد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے۔

دلیل: امام شافعی کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ بیع فاسد ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی، ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ بیع فاسد حرام ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

❖ استدلالِ ضعیف کی ساتویں مثال:

یوم النحر کے روزے کی نذر ماننا درست ہے یا نہیں، اختلاف آئمہ بیان کریں؟

شوافع کے نزدیک	احناف کے نزدیک
یوم النحر اور ایام تشریق کے روزے کی نذر ماننا درست نہیں ہے۔ دلیل: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: "الا تصوموا فی ھذہ الایام فانھا ایام اکل و شرب و بعال" {خبر دار تم روزہ نہ رکھو ان دنوں میں کیونکہ یہ دن کھانے، پینے اور جماع کے دن ہیں}۔ اس حدیث میں ان ایام میں روزہ رکھنے پر نہی وارد ہوئی ہے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا معصیت ہے، اور معصیت کی نذر ماننا درست نہیں۔	یوم النحر اور ایام تشریق کے روزے کی کسی نے نذر مانی تو نذر ماننا درست ہے اور اس شخص پر قضاء لازم ہو گی۔ دلیل: امام شافعی کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ یوم النحر کے روزے کی نذر ماننا درست نہیں ہے، ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا حرام ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ حرام ہونے کے باوجود یہ احکام کے مرتب {ثابت} ہونے کا فائدہ دے گی یا نہیں۔

حُرمۃُ الفعلِ لاتُنافِیْ ترتُّبِ الاحْکامِ۔۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 9: مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں کہ اعتراض و جواب واضح ہو جائیں؟

اعتراض: یوم النحر میں روزہ رکھنا حرام ہے اسی طرح بیع فاسد بھی حرام تو فعلِ حرام احکامِ شرعیہ کا کیسے سبب بن سکتا ہے کیونکہ احکامِ شرعیہ تو نعمت ہے؟

جواب: فعل کا حرام ہونا، احکام کے مرتب {ثابت} ہونے کے منافی نہیں ہے، اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

{1} اپنے بیٹے کی باندھی کو ام ولد بنانا حرام ہے لیکن اگر کوئی اپنے بیٹے کی باندھی کو ام ولد بنائے تو باپ کے لئے ملکیت ثابت ہو جائے گی اور اس کو قیمت ادا کرنا لازم ہو گا۔

{2} اگر کوئی غصب کی ہوئی چھری سے جانور کو ذبح کر لے تو وہ ذبیحہ حلال ہوتا ہے۔

{3} اگر کوئی آدمی ماءِ مغصوب سے نجس کپڑا دھوتا ہے تو اس کے دھونے ناپاک کپڑا پاک ہو جائے گا۔

{4} حالت حیض میں اپنی بیوی سے وطی کرنا حرام ہے لیکن اگر کوئی حالت حیض میں وطی کرے تو وطی کرنے والا اس وطی سے محصن ثابت ہو جائے گا اسی طرح پہلے شوہر کے لئے عورت کا حلال ہونا ثابت ہو جائے گا۔

❖ استدلالِ ضعیف کے {7} اختلاف، ایک نظر میں:

{1} قے ناقص وضو ہے یا نہیں۔

{2} اگر مکھی پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا یا نہیں۔

{3} نجاست کو پانی کے علاوہ سرکہ سے زائل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

{4} بکری کے نصاب میں زکوۃ کے طور پر بکری کے بجائے قیمت دے سکتے ہیں یا نہیں۔

{5} کیا حج کی طرح عمرہ بھی ابتداءً واجب ہے یا نہیں۔

{6} بیع فاسد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے یا نہیں۔

{7} یوم النحر کے روزے کی نذر ماننا درست ہے یا نہیں۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

فصل فی تقریر حروف المعانی

سوال نمبر 1: حروف معانی کی تعریف بیان کریں؟ نیز چند حروف معانی بیان کریں؟

جواب: حروف معانی: وہ حروف ہوتے ہیں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ حروف معانی کی مثال:

{1}وَاو	{4}بَلْ	{7}حَتّٰی	{10}فِیْ
{2}فَاء	{5}لٰکِن	{8}اِلیٰ	{11}بَاء
{3}ثُمَّ	{6}اَوْ	{9}عَلیٰ	

سوال نمبر 2: حرف "وَاو" اور کلمہ "وَاو" کس لئے آتا ہے، جمع کے لئے یا ترتیب کے لئے اختلاف مع مثال بیان کریں؟

کلمہ "وَاو" کے متعلق اختلاف

جواب: امام شافعی کے نزدیک: "وَاو" ترتیب کے لئے آتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک وضو میں ترتیب واجب-فرض ہے۔

امام اعظم کے نزدیک: "وَاو" مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ {یعنی "وَاو" اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ جو حکم معطوف کا ہے، وہی حکم معطوف علیہ کا ہے}۔

نوٹ: "وَاو" سے مراد "وَاو عاطفه" ہے۔

سوال نمبر 3: "وَاو" مطلق جمع کے لئے آتا ہے اس کی چند مثالیں بیان کریں؟

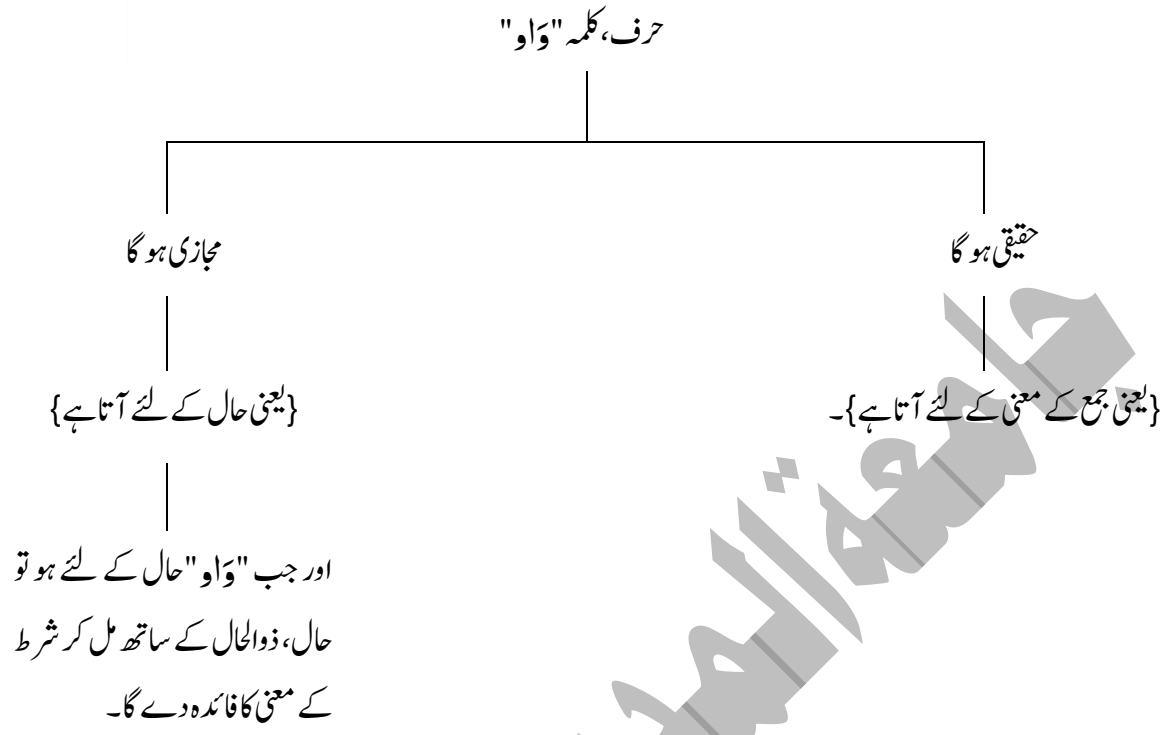
جواب: مثال نمبر 1: اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "اِنْ کَلَّمْتِ زَیْدًا وَ عَمْرًا فَاَنْتِ طَالِقٌ" پس عورت نے پہلے عمر سے کلام کیا پھر زید سے کلام کیا تو عورت کو طلاق پڑھ جائے گی {یعنی عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی}۔ کیونکہ "وَاو" مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔

مثال نمبر 2: اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "اِنْ دَخَلْتِ هٰذِهِ الدَّارَ وَ هٰذِهِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ" پس اگر وہ عورت نے پہلے، دوسرے گھر میں داخل ہوئی، پھر پہلے گھر میں داخل ہوئی تب بھی اس کو طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ ہمارے نزدیک "وَاو" مطلق جمع کے لئے آتا ہے، اور اس کے معنی میں مقارنت یا ترتیب شرط نہیں۔

مثال نمبر 3: اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ وَ اَنْتِ طَالِقٌ" تو عورت کو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اب اگر "وَاو" ترتیب کے لئے ہوتا تو طلاق دخولِ دار پر مرتب {"یعنی ثابت"} ہوتی، اور اس کا قول تعلیق ہوتا، تنجیز نہیں ہوتا اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ قول {اَنْتِ طَالِقٌ} تنجیز ہے۔

تعلیق کا مطلب: کسی حکم کو شرط پر معلق کرنا۔

تنجیز کا مطلب: حکم کا فوری طور پر واقع ہونا۔



سوال نمبر4: حال، ذوالحال کے ساتھ مل کر شرط کے معنی کا فائدہ دیتا ہے، اس کی مثال بیان کریں؟

جواب: مثال نمبر1: اگر مولا {آقا} نے اپنے عبدِ ماذون سے کہا "اَدِّ اِلَیَّ اَلْفاً وَ اَنْتَ حُرٌّ" تو غلام جب 1000 {ایک ہزار روپے} ادا کرے گا تو آزاد ہو گا {یعنی آزادی ادائے اَلْف ؑ کے ساتھ معلق ہو گی، گویا آقا نے کہا "اِنْ اَدَیْتَ اَلْفاً فَاَنْتَ حُرٌّ"۔

ماذون: وہ غلام جس کو آقا نے بیع و شراء وغیرہ کی اجازت دی گئی ہو۔

مثال نمبر2: سیر کبیر میں ہے کہ جب امام المسلمین کفار سے یوں کہے "اِفْتَحُوْا الْبَابَ وَ اَنْتُمْ اٰمِنُوْنَ" تو یہاں بھی واو حال کے معنی میں ہے اور شرط کا فائدہ دے رہی ہے، پس اگر کفار دروازہ کھولیں گے تو مامون ہونگے وگرنہ نہیں۔

مثال نمبر3: جب امام المسلمین کافر سے یوں کہے "اِنْزِلْ وَ اَنْتَ اٰمِنٌ" تو حربی امن والا نہیں ہو گا جب تک نیچے نہیں اُترتا۔

سوال نمبر5: "وَاو" کو مجازی معنی {حال} کے معنی پر محمول کرنے کے لئے کتنی باتیں ضروری {کتنی شرطیں} ہیں؟

جواب: "وَاو" کو مجازی معنی {حال} کے معنی پر محمول کرنے کے لئے 2 {دو} باتیں ضروری ہے۔

{1} کلام مجازی معنی کا احتمال بھی رکھتا ہو {یعنی اس محل میں مجازی معنی مراد لینا درست ہو}۔

{2} کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ یہاں حقیقی معنی متعذر ہے اور مجازی معنی کے ثبوت پر دلیل قائم ہو جائے۔

سوال نمبر5: "اَدِّ اِلَیَّ اَلْفاً وَ اَنْتَ حُرٌّ" اس مثال میں "وَاو" کو حال پر محمول کیا ہے، عاطفہ کیوں نہیں بنایا؟

جواب: مذکورہ مثال میں اگر "وَاو" کو عاطفہ مانا جائے تو دو {2} خرابی لازم آئے گی، ایک لفظی اور دوسری معنوی خرابی لازم آئے گی۔

{1}لفظی خرابی یہ ہے کہ:"اَدَّا اِلَیَّ اَلْفاً"معطوف علیہ اور جملہ انشائیہ ہے اور " اَنْتَ حُرٌّ"معطوف اور جملہ خبر یہ ہے اور جملہ انشائیہ کا جملہ خبر یہ پر عطف درست نہیں ہے۔

{2}معنوی خرابی یہ ہے کہ"وَاو"کو عاطفہ ماننے ک صورت میں"اَدَّا اِلَیَّ اَلْفاً"غلام پر 1000 روپے واجب کرنے کے لئے ہو گا، حالانکہ آقا کو اپنے غلام پر مال واجب کرنے کا حق نہیں کیونکہ غلام اور جو کچھ غلام کے پاس ہے سب آقا کا ہے۔پس حقیقی معنی متعذر ہوا، اور مجازی معنی پر دلیل قائم ہوئی اس لیے یہاں"وَاو"کو حال پر محمول کیا۔

سوال نمبر5:{اَنْتِ طَالِقٌ وَاَنْتِ مَرِیْضَةٌ وَاَنْتِ مُصَلِّیَّةٌ}اگر یہ جملہ شوہر نے بیوی سے کہا تو طلاق فوراًواقع ہو گی یا معلق ہو گی؟

جواب:اگر شوہر نے بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ وَاَنْتِ مَرِیْضَةٌ وَاَنْتِ مُصَلِّیَّةٌ"تو عورت کو فوراًطلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ آدمی اپنی بیوی کو بیماری یا نماز کی حالت میں طلاق نہیں دیتا کیونکہ بیماری میں تو آدمی کو رحم اور ترس آتا ہے اور نماز کی حالت میں آدمی کے دل میں نرمی اور رقت پیدا ہوتی ہے۔پس جب معنی حال کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں تو"وَاو"عطف کے لئے ہو گا اور اگر متکلم نے وقوع طلاق کو مرض یا صلاۃ پر معلق کرنے کی نیت کی تو یہ قضاءً صحیح نہیں ہو گی{یعنی قاضی اس کی نیت کا اعتبار نہیں کرے گا، بلکہ فوراًطلاق واقع ہونے کا فیصلہ کر دے گا}لیکن یہ نیت دیانتاً صحیح ہو گی۔{یعنی اللہ اور اسکے درمیان صحیح ہو گی}۔

سوال نمبر6:{خُذْ هٰذِهِ اَلْفاً مُضَارِبَةً وَاعْمَلْ بِهَا فِی الْبَزِّ}مذکورہ مثال میں واو حال کے لیے ہے یا ِ عطف کے لیے؟

جواب:مذکورہ مثال میں واو مجازی معنی{حال}پر محمول نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ کلام مجازی معنی کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ اس طرح کہ حال اور ذوالحال میں اقتران ہوتا ہے اور یہاں اقتران کی کوئی صورت نہیں بنتی، لہٰذا صدر کلام{خُذْ هٰذِهِ اَلْفاً مُضَارِبَةً}سے{وَاعْمَلْ بِهَا فِی الْبَزِّ}مقید نہیں ہو گا اور مضارب کپڑے کا کاروبار کرنے کا پابند نہیں ہو گا بلکہ اسے اختیار ہو گا کہ مضاربت کی رقم سے جو چاہے کاروبار کرے۔

مضاربت:وہ عقدِ شرکت ہے جس میں مال ایک کا ہو اور کام دوسرے کا ہو اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔

رب المال:جس کا مال ہو اُسے رب المال کہتے ہیں۔

مضارب:کام کرنے والے کو مضارب کہتے ہیں۔

رأس المال:سرمایہ{Capital}کو کہتے ہیں۔

سوال نمبر7: {اِحْمِلْ هٰذَا الْمَتَاعَ وَلَکَ دِرْهَمٌ}مذکورہ مثال میں واو حال کے لیے ہے یا ِ عطف کے لیے؟

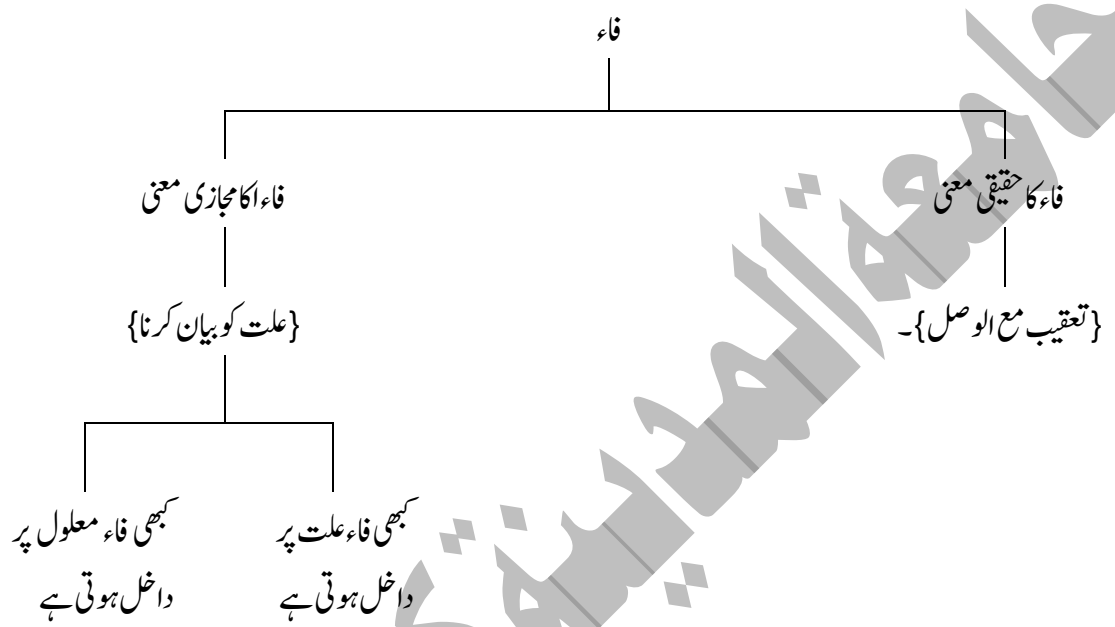
جواب:مذکورہ مثال میں"وَاو"حالیہ ہو گی اور اس پر ایک درھم دینا لازم آئے گا، کیونکہ یہ اجارہ ہے اور اجارہ میں عقدِ معاوضہ ہوتا ہے اس لیے"وَاو"حقیقی معنی{یعنی عطف}کے لئے نہیں ہو گی۔

فصل الفاء للتعقيب مع الوصل

فاء کا حقیقی معنی: تعقیب مع الوصل ہے۔ فاء کا مجازی: معنی: بیانِ علت ہے۔

تعقیب کا مطلب: معطوف، معطوف علیہ کے بعد واقع ہو {یعنی ترتیب کے ساتھ}۔

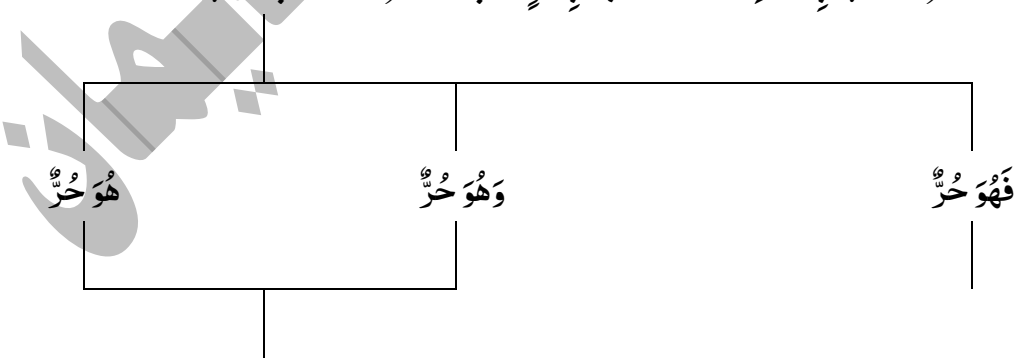
وصل کا مطلب: معطوف، معطوف علیہ کے فوراً بعد واقع ہو {یعنی بلا فصل و تاخیر}۔



سوال نمبر 1: فاء کا حقیقی معنی مثال کے ساتھ بیان کریں، جزاؤں میں فاء کیوں لائی جاتی ہے؟

جواب: فاء کا حقیقی معنی: تعقیب مع الوصل ہے۔ جزاؤں میں فاء کیوں آتی ہے: جزا چونکہ شرط کے فوراً بعد بلا مہلت واقع ہوتی ہے اسی لیے جزا میں بھی فاء کا استعمال کیا جاتا ہے۔

مثال نمبر 1: اگر بائع نے مشتری سے کہا "بِعْتُ مِنْکَ هٰذَا الْعَبْدَ بِاَلْفٍ" اب اگر مشتری نے جواب میں کہا،



جامعۃ المدینہ کنز الایمان

مشتری کا یہ قول اقتضاءِ بیع کو قبول کرنا ہے، گویا کہ مشتری نے یوں کہا "قَبِلْتُهُ فَهُوَ حُرٌّ"۔ کیونکہ فاء تعقیب مع الوصل کے لیے آتی ہے، اور اِسکا مابعد ماقبل پر ثابت ہوتا ہے تو جب ماقبل پایا گیا {یعنی بیع} تو مابعد بھی {یعنی آزادی} ثابت ہو گی۔

ان دونوں صورتوں میں غلام آزاد نہیں ہو گا، اور یہ مشتری کی جانب سے بیع کو رد کرنا ہو گا، کیونکہ جب بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری نے کہا تو نے ایسے کو بیچا جو پہلے سے ہی آزاد ہے اور آزاد شخص کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔

مثال نمبر2: ایک آدمی نے درزی سے کہا "اُنْظُرْ اِلٰى هٰذَا اَيَكْفِيْنِيْ قَمِيْصاً" درزی نے دیکھ کر کہا "نعم" تو کپڑے کے مالک نے کہا،

فَاقْطَعْهُ | وَاقْطَعْهُ | اِقْطَعْهُ

جب آدمی {مالک} نے "فَاقْطَعْهُ" کہا اور درزی نے اُسے کاٹ دیا، کاٹنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کپڑا قمیص کے لئے ناکافی ہے تو درزی مالک کے لئے کپڑا کا ضامن ہو گا، کیونکہ فاء تعقیب کے لیے آتی ہے گویا کہ صاحب الثوب {کپڑے کے مالک} نے کہا "اِنْ كَفَا نِيْ قَمِيصاً فَاقْطَعْهُ وَ اِلَّا فَلَا" {یعنی اگر کپڑا مجھے قمیص کے اعتبار سے کافی ہے تو کاٹو، ورنہ نہیں}۔

ان دونوں صورتوں میں درزی نے کپڑا کاٹ دیا اور کپڑا کم نکلا تو درزی ضامن نہیں ہو گا، کیونکہ اب کاٹنے کا حکم ماقبل {یعنی} کفایت پر مرتب نہیں ہے بلکہ امر قطع ہے {یعنی کاٹنے کا حکم مطلق ہے}۔

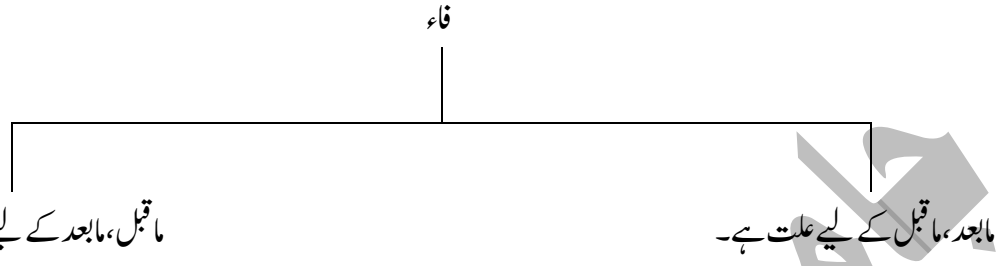
مثال نمبر3: ایک شخص نے کہا "بِعْتُ مِنكَ هٰذَا الثَّوْبِ بِعَشَرَةٍ فَاقْطَعْهُ" {یعنی میں نے یہ کپڑا آپکو دس درہم میں بیچا تو اسکو کاٹ دو} دوسرے آدمی نے کچھ کیے بغیر کپڑا کاٹ دیا تو بیع تام سمجھی جائے گی، گویا کہ بائع کے کلام کا مطلب یہ ہو گا اگر تم نے دس درہم کے عوض اس کپڑے کو خرید لیا ہے تو اس کو کاٹ دو لہٰذا جب مشتری نے کپڑا کاٹ لیا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نے عقدِ بیع کو قبول کر کے کاٹا ہے۔

مثال نمبر4: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا "اِنْ دَخَلْتِ هٰذِهِ الدَّارَ فَهٰذِهِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ" تو وقوع طلاق {طلاق واقع ہونے کے لئے} یہ شرط ہو گا کہ وہ عورت اولاً پہلے گھر میں داخل ہو اور پھر بغیر تاخیر دوسرے گھر میں داخل ہو۔

پس اگر عورت پہلے دوسرے گھر میں داخل ہو یا پہلے ہی گھر میں داخل ہوئی لیکن دوسرے گھر میں تاخیر سے داخل ہوئی، تو دونوں صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہو گی، کیونکہ فاء تعقیب مع الوصل کے لیے آتی ہے، اور پہلی صورت میں تعقیب نہیں ہے اور دوسری صورت میں وصل نہیں ہے۔

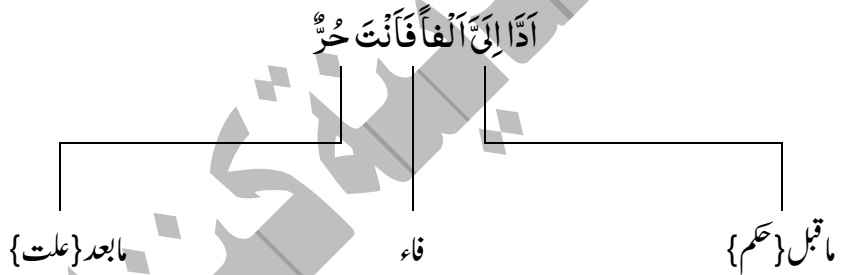
سوال نمبر2: فاء کا مجازی معنی مثال کے ساتھ بیان کریں؟

جواب: بعض اوقات "فاء" بیان علت کے لیے آتی ہے {یعنی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فاء کا ماقبل، مابعد کے لیے علت ہے یا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فاء کا مابعد، ماقبل کے لیے علت ہے}۔



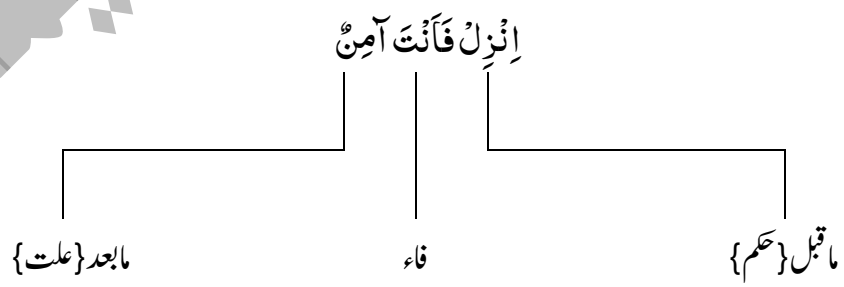
علت پر فاء داخل ہونے کی مثال نمبر 1 {فاء کا مابعد، ماقبل کے لیے علت}:

جب مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا "اَدَّا اِلَیَّ اَلْفاً فَاَنْتَ حُرٌّ" تو غلام فوراً آزاد ہو جائے گا، اگرچہ اس نے کچھ بھی ادا نہ کیا ہو۔ وجہ: کیونکہ یہاں فاء کا مابعد اس کے ماقبل کے لیے علت ہے، گویا وہ کہہ رہا ہے "اَدَّا اِلَیَّ اَلْفاً لِاَنَّكَ حُرٌّ" چونکہ میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے اس لیے ہزار روپے تیرے ذمہ بطور دین {قرض} ہے، تاکہ جو میں نے تمہیں آزاد کیا ہے اس کا شکریہ ادا ہو جائے۔



{فاء کا مابعد، ماقبل کے لیے علت} مثال نمبر 2:

اگر کوئی مسلمان، حربی سے کہے "اِنْزِلْ فَاَنْتَ آمِنٌ" تو وہ شخص امان میں ہو جائے گا، اگرچہ وہ نہ بھی اترے، گویا وہ مسلمان حربی کو کہتا ہے "اِنْزِلْ لِاَنَّكَ آمِنٌ"۔



نوٹ: علت کا وجود، معلول {حکم} سے مقدم ہوتا ہے۔ {پہلے علت پائی جائے گی اس کے بعد حکم پایا جائے گا}۔

معلول {حکم} پر فاء داخل ہونے کی مثال نمبر 1 {فاء کا ماقبل، مابعد کے لیے علت}:

اَمْرُ اِمْرَاَتِیْ بِیَدِکَ فَطَلِّقْهَا

علت حکم

{ترجمہ: اس کو طلاق دے دے اس لیے کہ میری بیوی کا معاملہ میں نے تیرے سپرد کیا ہے}۔

ایک شخص نے کہا" اَمْرُ اِمْرَاَتِیْ بِیَدِکَ فَطَلِّقْهَا" پس اگر وکیل {یعنی دوسرا شخص} اس کی بیوی کو اسی مجلس میں دے دے تو ایک طلاقِ بائنہ واقع ہو جائے گی۔ طلاق بائنہ ہونے کی وجہ یہ ہے، کہ شوہر نے وکیل کو الفاظ کنایہ سے طلاق سپرد کی ہے، اور جب الفاظِ کنایہ سے طلاق سپرد کی جائے تو طلاقِ بائنہ ہی واقع ہوتی ہے۔ نیز دوسرے کلام {فَطَلِّقْهَا} پہلی طلاق کے علاوہ کسی دوسری طلاق کے لیے وکیل نہیں ہو گی {گویا شوہر نے کہا" فَطَلِّقْهَا بِسَبَبٍ اَنَّ اَمْرَهَا بِیَدِکَ"۔

فَطَلِّقْهَا فَجَعَلْتُ اَمرَهَا بِیَدِکَ

علت حکم

اگر شوہر نے کسی کو وکیل بناتے ہوئے کہا"فَطَلِّقْهَا فَجَعَلْتُ اَمرَهَا بِیَدِکَ" پھر وکیل نے اسی مجلس میں طلاق دے دی تو ایک طلاق واقع ہو گی، اس لیے کہ لفظِ "طَلِّقْهَا" الفاظِ صریحہ میں سے ہے اور صریح الفاظ کے ساتھ طلاقِ رجعی ہی واقع ہوتی ہے۔

فَطَلِّقْهَا وَجَعَلْتُ اَمرَهَا بِیَدِکَ

علت حکم

اگر شوہر نے کسی کو وکیل بناتے ہوئے کہا"فَطَلِّقْهَا وَجَعَلْتُ اَمرَهَا بِیَدِکَ" پھر وکیل نے اسی مجلس میں طلاق دے دی تو دو طلاقیں واقع ہو نگی {دونوں طلاقیں بائنہ ہو نگی}۔

اصول: اگر رجعی اور بائنہ جمع ہو جائے تو ترجیح بائنہ کو ہو گی۔

طَلِّقْهَا وَ اَبِنْهَا _____

اَبِنْهَا وَ طَلِّقْهَا _____

اگر شوہر نے کسی کو وکیل بناتے ہوئے کہا "طَلِّقْهَا وَ اِبِنْهَا" یعنی تو اسے طلاق دے اور اسے بائنہ کر یا کہا "اِبِنْهَا وَ طَلِّقْهَا" تو اسے بائنہ کر اور اسے طلاق دے تو دونوں طلاقیں بائنہ واقع ہو نگی۔

سوال نمبر 3: جب منکوحہ باندی آزاد کر دی جائے تو اس کے لیے خیارِ عتق ثابت ہو گا یا نہیں، اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب: خیار عتق: آزاد ہونے کے بعد باندی کو نکاح باقی رکھنے کا یا فسخ کرنے کا اختیار

امام اعظم کے نزدیک	امام شافعی کے نزدیک
جب منکوحہ باندی آزاد کر دی جائے تو اس کے لیے خیار عتق {یعنی آزاد ہونے کے بعد باندی کو نکاح باقی رکھنے کا یا فسخ کرنے کا اختیار} ثابت ہو گا، خواہ اُسکا شوہر غلام ہو یا آزاد۔ وجہ: حضور اقدس ﷺ نے حضرت بُریرہ سے فرمایا جب وہ آزاد کر دی گئی "تو اپنی بضع {یعنی شرمگاہ} کی مالک ہو گئی ہے اس لیے تجھے نکاح بر قرار رکھنے کا اور فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔	امام شافعی فرماتے ہیں کہ شوہر اگر غلام ہے تو نکاح فسخ کر سکتی ہے اگر آزاد ہے تو اختیار نہیں ہو گا۔

سوال نمبر4:تعدادِ طلاق میں عورت کی عبدیت اور حریت کا اعتبار ہے یا مرد کی عبدیت اور حریت کا اعتبار ہے،اختلاف بیان کریں؟

جواب:

امام اعظم کے نزدیک	امام شافعی کے نزدیک
احناف کے نزدیک عورتوں کے حال کا اعتبار کیا جائے گا{یعنی اگر عورت باندی ہے تو مرد دو طلاقوں کا مالک ہو گا اور اگر عورت آزاد ہے تو مرد تین طلاقوں کا مالک ہو گا۔ دلیل: منکوحہ باندی کی بضع {شرمگاہ}شوہر کی ملک ہے اور مولیٰ کے آزاد کرنے سے وہ ملک ختم نہیں ہوئی البتہ باندی کے آزاد ہونے سے باندی کی بضع میں شوہر کی ملک قوی ہوگئی تو جس قدر ملک قوی ہو گی اس کا مزیل {زائل کرنے والی طلاق} بھی اسی قدر قوی ہو گی۔	شوافع کے نزدیک مردوں کے حال کا اعتبار ہو گا{یعنی اگر مرد آزاد ہے تو تین طلاقوں کا مالک ہو گا اور اگر مرد غلام ہے تو دو طلاقوں کا مالک ہو گا خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا غلام۔ دلیل: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا"اَلطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ وَالْعِدَّةُ بِالنِّسَاء"۔

فصل ثم للتراخی

سوال نمبر 1:{ثُمَّ} کس معنی کے لئے آتا ہے، نیز اس بارے میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف بیان کریں؟

جواب:{ثُمَّ} تراخی کے لئے آتا ہے۔

اختلاف

امام اعظم کے نزدیک	صاحبین کے نزدیک
{ثُمَّ} تکلم اور حکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے۔	{ثُمَّ} صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے۔

سوال نمبر 2: تکلم میں تراخی کا فائدہ دینے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تکلم میں تراخی کا فائدہ دینے کا مطلب: متکلم نے سکوت اختیار کر کے پھر از سر نو کلام کو شروع کیا ہو۔

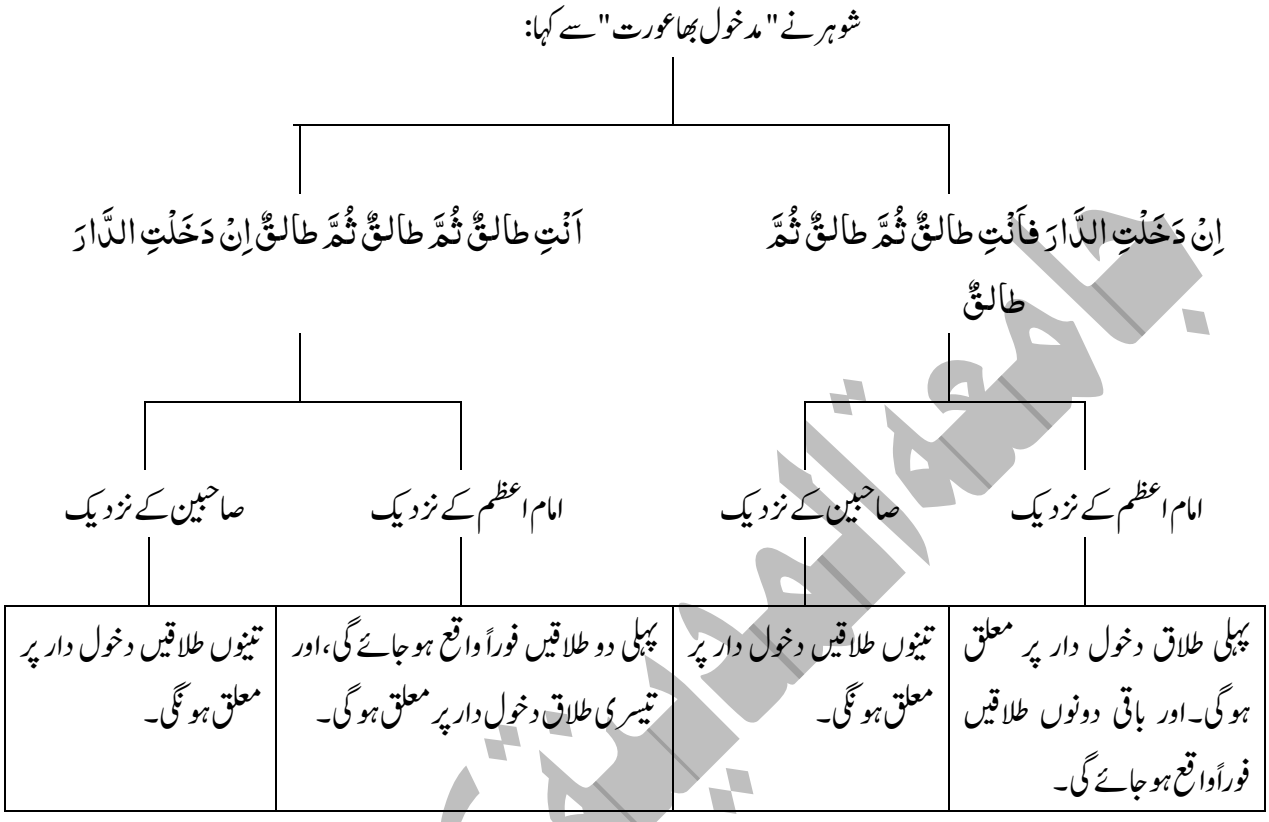
❖ ضروری بات{اہم بات}: غیر مدخول بھا عورت کو اگر تین طلاقیں یا دو طلاقیں الگ الگ دیں تو وہ عورت پہلی طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے، اور باقی طلاقیں واقع نہیں ہوتی، البتہ تینوں طلاقیں ایک ساتھ دیں تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

غیر مدخول بھا عورت:

شوہر نے "غیر مدخول بھا عورت" سے کہا:

اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ			
امام اعظم کے نزدیک	صاحبین کے نزدیک	اَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ	
		امام اعظم کے نزدیک	صاحبین کے نزدیک
پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہو گی، دوسری طلاق فوراً واقع ہو جائے گی تیسری طلاق لغو ہو جائے گی۔	تینوں طلاقیں دخول دار پر معلق ہو گی اور عورت جب گھر میں داخل ہو گی تو پہلی طلاق واقع ہو جائے گی، اور اب عورت طلاق کا محل نہ رہی، اس لیے باقی طلاق لغو ہو جائے گی۔	پہلی طلاق فوراً واقع ہو جائے گی، اور باقی دونوں طلاقیں لغو ہو جائے گی۔	تینوں طلاقیں دخول دار پر معلق ہو گی اور عورت جب گھر میں داخل ہو گی، تو پہلی طلاق واقع ہو جائے گی، اور اب وہ عورت طلاق کا محل نہ رہی اس لیے باقی طلاق لغو ہو جائے گی۔

مدخول بھاعورت:



مثال نمبر1:

شوہر نے اپنی غیر مدخول بھاعورت سے کہا"اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ"تو پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہوگی، دوسری طلاق فوراًواقع ہوجائے گی، تیسری طلاق لغو ہوجائے گی، یہ تفصیل امام اعظم کے نزدیک ہے۔اور صاحبین کے نزدیک تینوں طلاقیں دخولِ دار پر معلق ہونگی۔

مثال نمبر2:

شوہر نے اپنی غیر مدخول بھاعورت سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ"تو امام اعظم کے نزدیک پہلی طلاق فوراًواقع ہوجائے گی، اور باقی دونوں طلاقیں لغو ہوجائے گی{لغو ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عورت طلاق کا محل نہ رہی}۔اور صاحبین کے نزدیک تینوں طلاقیں دخول دار پر معلق ہوگی۔

مثال نمبر3:

شوہر نے اپنی مدخول بھاعورت سے کہا"اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ"تو پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہوگی۔اور باقی دونوں طلاقیں فوراًواقع ہوجائے گی۔

مثال نمبر4:

شوہر نے اپنی مدخول بھا عورت سے کہا"اَنْتِ طالِقٌ ثُمَّ طالِقٌ ثُمَّ طالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ"تو پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہو گی،اور باقی دونوں طلاقیں فوراًواقع ہو جائے گی۔اور صاحبین کے نزدیک تینوں طلاقیں دخول دار پر معلق ہو نگی۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل بل لتدارک الغلط

سوال نمبر 1: "بَلْ" کا حقیقی و مجازی معنی بیان کریں؟

جواب: {بَلْ} کا حقیقی معنی: "بَلْ" غلطی کی تلافی {تدارک} کے لیے آتا ہے۔

{بَلْ} کا مجازی معنی: محض عطف کے لیے آتا ہے {یعنی معطوف اور معطوف علیہ کو جمع کرنے کے لئے آتا ہے}۔

سوال نمبر 2: "بَلْ" کس لئے آتا ہے؟

جواب: غلطی کی تلافی {تدارک} کرتے اول کلام سے اعراض کرنے اور دوسرے کلام کو اس کے قائم مقام کرنے کے لئے آتا ہے۔

شرط: "بَلْ" اس وقت اعراض کے لئے ہو گا جب ماقبل کلام میں غلطی کا احتمال ہو اور اول کلام سے رجوع کرنا بھی درست ہو، اور جہاں غلطی کا احتمال نہ ہو اور اول کلام سے رجوع کرنا درست نہ ہو تو وہاں "بَلْ" اعراض کے لیے نہیں ہو گا بلکہ عطف کے لیے ہو گا اور معطوف، اپنے معطوف علیہ سے مل کر ہو جائے گا۔

خبر {اخبار}: پہلے سے موجودہ چیز کی خبر دینا ہے۔

انشاء: ایک معدوم چیز کو وجود میں لانا ہے۔

اقرار: کسی بات کو مان لینا اقرار کہلاتا ہے۔

جَاءَ زَيْدٌ بَلْ بَكْرٌ

اول سے اعراض — ثانی کو ثابت کرنے کے لئے

{مذکورہ مثال میں ماقبل میں غلطی کا احتمال بھی ہے}۔ اور {اول کلام سے رجوع کرنا بھی درست ہے "کیونکہ یہ جملہ خبریہ ہے"}۔

نوٹ: جملہ انشائیہ میں غلطی کا ازالہ ہو سکتا {یعنی رجوع جملہ انشائیہ سے نہیں ہو سکتا}۔

سوال نمبر 2: "اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً لَا بَلْ ثِنْتَيْنِ" مذکورہ مثال کا حکم لکھیں، مع دلیل؟

جواب: شوہر نے اپنی غیر مدخول بھابیوی سے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً لَا بَلْ ثِنْتَيْنِ" تو ایک طلاق واقع ہو گی۔ وجہ: "بَلْ ثِنْتَيْنِ" ماقبل والی طلاق سے اعراض ہے اور یہ اعراض {رجوع} غلط ہے کیونکہ یہ کلام "اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً" انشاء ہے اور جملہ انشائیہ سے رجوع نہیں کیا جاسکتا، رجوع تو جملہ خبریہ سے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا: "بَلْ" عطف کے لیے ہو گا۔ پھر جب اس کے قول "اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً" سے عورت کو

ایک طلاق واقع ہوجائے تو عورت بائنہ ہوجائے گی اور بائنہ ہونے کی وجہ سے وہ عورت طلاق کا محل نہ رہی، لہٰذا باقی دونوں طلاقیں لغو ہوجائیں گی۔

شوہر نے اپنی مدخول بھابیوی سے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً لَا بَلْ ثِنْتَيْنِ" تو تین طلاقیں واقع ہونگی۔ وجہ: "بَلْ ثِنْتَيْنِ" ماقبل والی طلاق سے اعراض ہے اور یہ اعراض {رجوع کرنا} غلط ہے کیونکہ یہ کلام "اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً" انشاء ہے اور جملہ انشائیہ سے رجوع نہیں ہوسکتا اور جب رجوع نہیں تو "بَلْ" اعراض کے لیے نہیں بلکہ عطف کے لیے ہوگا {یعنی دو قول جمع ہونگے} پس دونوں قول جمع ہونے کی وجہ سے اسے تین طلاقیں واقع ہونگی۔

البتہ: طلاق بطریق خبر ہو یعنی شوہر نے کہا "كُنْتُ طَلَّقْتُ اَمْسِ واحدةً لَا بلْ ثِنْتَيْنِ" تو یہاں "بَلْ" اعراض کے لیے ہوگا، کیونکہ یہ خبر ہے اور خبر میں غلطی کا احتمال ہوسکتا ہے اور خبر سے رجوع بھی درست ہے لہٰذا پہلی طلاق سے نفی ہوگی اور دوسری دونوں طلاقیں واقع ہونگی۔

سوال نمبر 3: "عَلَيَّ اَلْفٌ لَا بَلْ اَلْفَانِ" مذکورہ صورت میں 2 ہزار ہونگے یا 3 ہزار لازم ہونگے؟

جواب:

امام زفر کے نزدیک	امام اعظم کے نزدیک
اگر کسی نے اپنے اوپر اقرار کرتے ہوئے کہا "لِفُلَانٍ عَلَيَّ اَلْفٌ لَا بَلْ اَلْفَانِ" تو اقرار کرنے والے پر 3 ہزار لازم ہونگے۔ دلیل: امام زفر نے اس کو مسئلہ طلاق پر قیاس کیا ہے۔	اگر کسی نے اپنے اوپر اقرار کرتے ہوئے کہا "لِفُلَانٍ عَلَيَّ اَلْفٌ لَا بَلْ اَلْفَانِ" تو اقرار کرنے والے پر 2 ہزار لازم ہونگے۔ دلیل: لفظِ "بَلْ" کا حقیقی معنی یہ ہے کہ اول کلام سے اعراض کرنے اور دوسرے کلام کو اس کے قائم مقام کرنے کے لئے آتا ہے۔ اور یہاں اقرار میں اول کلام {1000 کا اقرار} کو باطل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اقرار کے بعد انکار کرنا صحیح نہیں ہوتا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے اقرار کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے جب اول کو باطل کرنا درست نہیں تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ اول بھی باقی رہے اور ثانی {لَا بَلْ اَلْفَانِ} درست ہوجائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اول پر 1 ہزار روپے کا اضافہ کردیا جائے، اس طرح کہ اول بھی باقی رہے اور ثانی بھی درست ہوجائے، تو ہم یوں کہیں گے کہ اول ہزار پر ہزار کی زیادتی کی زیادتی کے طریقے کے ساتھ۔

فصل لکن للاستدراک

سوال نمبر 1: "لٰکِن" کس لیے آتا ہے اور "لٰکِن" کا حکم بیان کریں، نیز "لٰکِن" استدراک کا معنی کب دے گا اس کی شرط تحریر کریں؟

جواب: "لٰکِن" نفی کے بعد استدراک کے لیے آتا ہے۔ "لٰکِن" کا حکم: یہ مابعد کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے اور ماقبل کی نفی اپنی دلیل کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے {یعنی اپنے ماقبل حرف نفی سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔

مَا جَاءَنِیْ زَیْدٌ لٰکِن عَمْرٌو



سوال نمبر 2: "لٰکِن" کب استدراک کا معنی دے گا اور کب جملہ مستانفہ کا؟

جواب: "لٰکِن" کے ذریعے عطف اسی وقت متحقق ہو گا جب کلام متسق {مربوط-ملا ہوا-جمع} ہو۔ اور اگر کلام متسق نہ ہو تو پھر "لٰکِن" عطف کے لیے نہیں ہو گا بلکہ دونوں جملے الگ الگ ہونگے {یعنی دونوں جملہ مستانفہ ہونگے}۔

سوال نمبر 3: متسق ہونے کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: متسق {اتساق} ہونے کی دو شرطیں ہے:

{1} مابعد، ماقبل کے ساتھ تلفظ کے اعتبار سے متصل ہو، منفصل نہ ہو۔

{2} نفی کا محل اور اثبات کا محل الگ الگ ہو۔

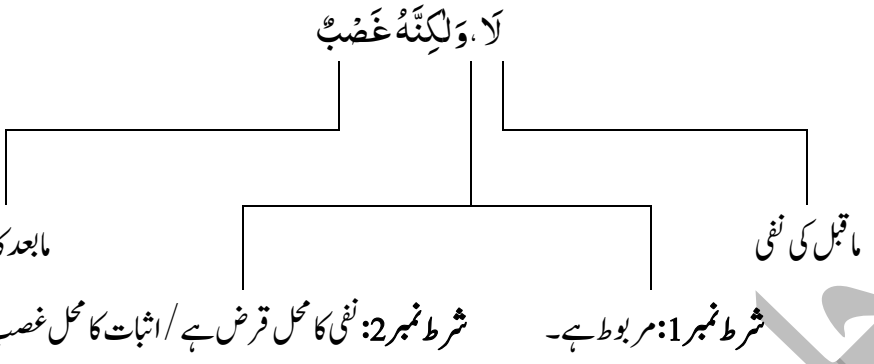
استدراک کا مطلب: سابقہ کلام سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس وہم کو دور کرنا۔

اگر کلام متسق ہو تو "لٰکِن" عطف کے لیے ہو گا کا مطلب: یہ ہے کہ ماقبل والی نفی کا مابعد والے اثبات سے تعلق ہو گا۔

{لٰکِنَّ اور لٰکِنْ} دونوں استدراک کے لیے آتے ہیں۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ {لٰکِنَّ} حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے، اور {لٰکِنْ} حروف عاطفہ میں سے ہے۔

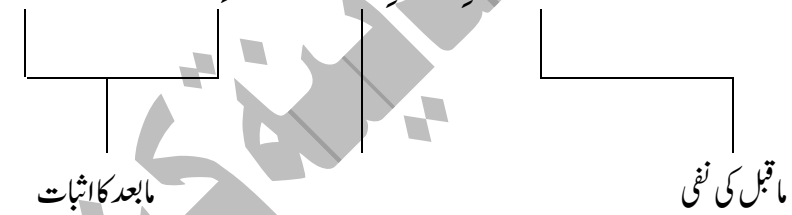
سوال نمبر 4: {لٰکِنَّ} کی وہ مثال بیان کریں جس میں اتساق کی شرط پائی جائے؟

جواب: مثال نمبر 1: ایک شخص نے دوسرے سے کہا "لِفُلَانٍ عَلَیَّ اَلْفٌ قَرْضٌ" پس دوسرے نے کہا "لَا، وَلٰکِنَّهٗ غَصْبٌ" تو اقرار کرنے والے پر 1000 ہزار پر لازم ہو جائیں گے۔ وجہ: 1000 روپے لازم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مُقِرْلَہٗ کا کلام "لَا، وَلٰکِنَّهٗ غَصْبٌ" متسق ہے اس طرح کہ مابعد والا کلام کا، ماقبل والے کلام کے ساتھ اتصال ہے، نیز محلِ نفی اور محلِ اثبات بھی الگ الگ ہیں۔



مثال نمبر2: کسی نے کہا"لِفُلانٍ عَلَيَّ اَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ هٰذِهِ الْجارِيَةِ" پھر مُقِرلَہٗ نے کہا"لَا ،اَلْجارِيَةُ جارِيَتُكَ وَلٰكِن لِيْ عَلَيْكَ اَلْفٌ قَرضٌ"تو مقر{اقرار کرنے والے}پر1000لازم ہو جائیں گے۔

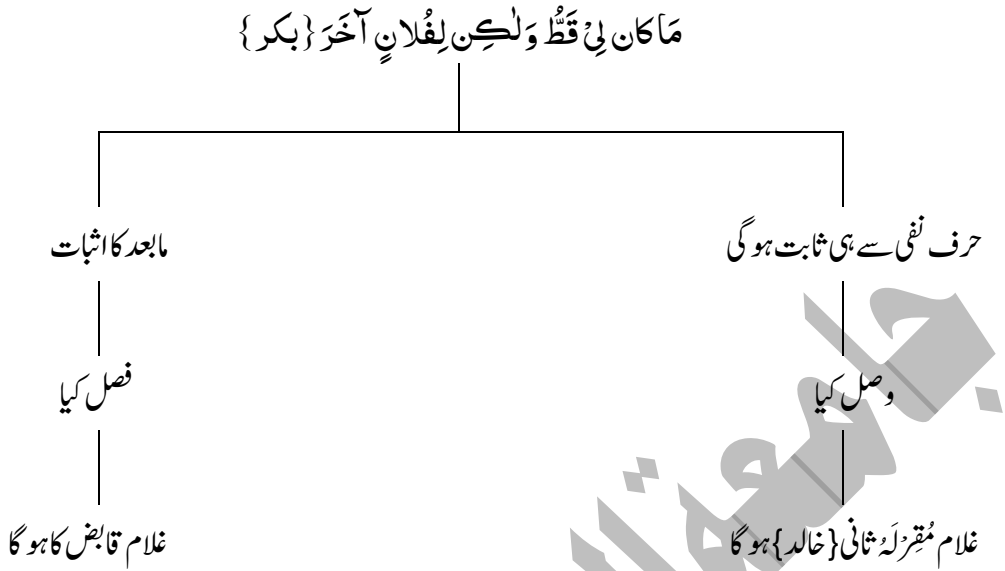
وجہ: کیونکہ یہ کلام متسق ہے اس طرح کہ مابعد والا کلام کا،ماقبل والے کلام کے ساتھ اتصال ہے نیز محلِ نفی اور محلِ اثبات بھی الگ الگ ہیں۔ نفی کا محل"ثَمَنِ هٰذِهِ الْجارِيَةِ" ہے اور اثبات کا محل"قَرضٌ" ہے۔



مثال نمبر3: ایک آدمی نے اپنے پاس موجود غلام کے بارے میں کہا"هٰذَا لِفُلانٍ {زید}" یہ غلام فلاں{یعنی زید}کے لیے ہے،اب زید نے کہا"ما كان لِيْ قَطُّ وَلٰكِن لِفُلانٍ آخَرَ {بکر}" اب اگر مُقِرلَہٗ اول{زید}نے اپنے کلام میں وصل کیا اور"ما كان لِيْ قَطُّ" کے فوراً بعد"وَلٰكِن لِفُلانٍ آخَرَ {بکر}" کہا تو یہ غلام مُقِرلَہٗ ثانی{خالد}کا ہو گا۔

وجہ: یہ ہے کہ"وَلٰكِن لِفُلانٍ آخَرَ"متسق ہے اس طرح کہ مابعد والا کلام کا،ماقبل والے کلام کے ساتھ اتصال ہے،نیز محلِ نفی اور محلِ اثبات بھی الگ الگ ہیں۔

اگر اب اگر مُقِرلَہٗ اول{زید}نے اپنے کلام میں فصل کیا،اور"ما كان لِيْ قَطُّ" کہہ کر سکون کیا،پھر تھوڑی دیر بعد کہا"وَلٰكِن لِفُلانٍ آخَرَ {بکر}" کہا تو یہ غلام قابض کا ہو گا۔وجہ: کیونکہ مُقِرلَہٗ اول{زید}نے مطلق ملکیت کی نفی کی ہے اپنے سے بھی اور اپنے علاوہ سے بھی {یعنی مُقِرلَہٗ اول{زید}نے قابض کے اقرار کا رد اور تکذیب کی ہے۔



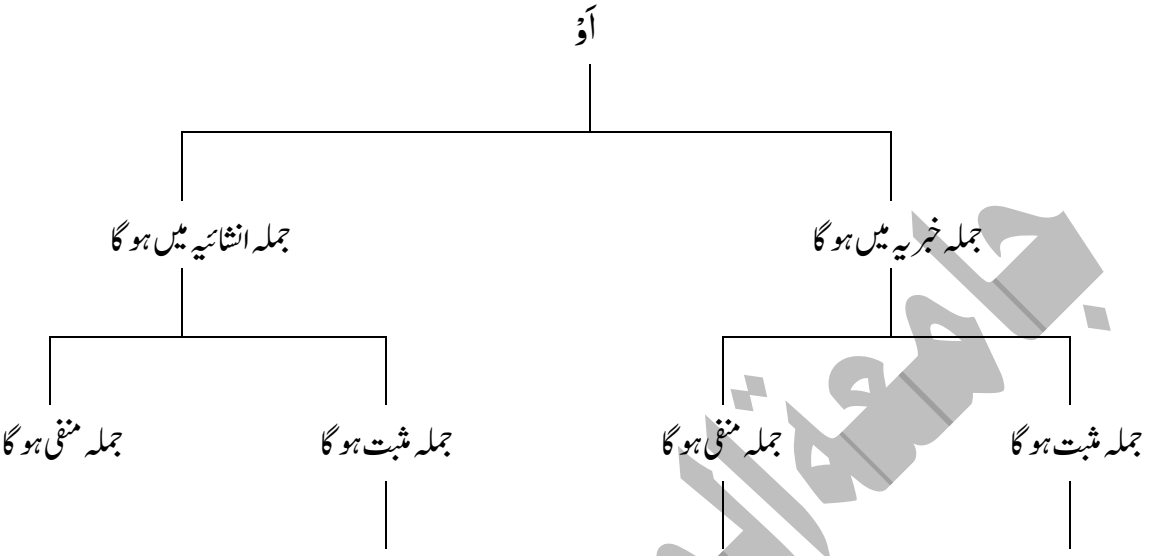
سوال نمبر4:{لٰکِنَّ} کی وہ مثال بیان کریں جس میں اتساق کی شرط نہ پائی جائے؟

جواب:مثال نمبر1:باندی نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کر لیا100 درھم کے عوض،جب آقا کو اطلاع ہوئی تو آقا نے کہا"لَا أُجِیْزُ وَلٰکِن أُجِیْزُہٗ اِنْ زِدْتَنِیْ خَمْسِیْنَ عَلَی المِئَۃِ"تو باندی کا نکاح باطل ہو جائے گا۔وجہ:اس لیے کہ یہ کلام متسق نہیں ہے،اس لیے کہ یہاں نفی اور اثبات کا محل ایک ہی ہے{یعنی عقد نکاح}۔

بَلْ اور لٰکِن میں فرق	
بَلْ	لٰکِن
مثبت اور منفی کے بعد استدراک کا فائدہ دیتا ہے	لٰکِن کلام سے استدراک کا فائدہ نہیں دیتا ہے یہ مابعد کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے،اور ماقبل کی نفی اپنی دلیل {حرف نفی} سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔بشرطیکہ مفرد کا عطف مفرد پر ہو۔

- بَلْ ماقبل سے اعراض کرتا اور مابعد کو ثابت کرتا ہے۔
- **مقر لہ:** جس کے لیے اقرار کیا گیا ہو۔
- **مقر:** اقرار کرنے والے کو **مقر** کہتے ہیں۔
- اگر باندی نے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کر لیا تو یہ نکاح آقا کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے{یعنی اگر آقا نے اجازت دے دی تو نکاح نافذ ہو جائے گا،وگرنہ نہیں}۔

فصل اَولتناول احد المذکورین



علی سبیل البدل: اس سے مراد یہ ہے کہ تعیین سے پہلے معطوف علیہ اور معطوف میں سے کسی ایک کو حکم شامل ہوتا ہے، پھر تعیین کے بعد متعین کردہ کو شامل ہوتا ہے۔

علی سبیل الحکم: اس سے مراد یہ ہے کہ تعیین سے پہلے معطوف علیہ اور معطوف میں سے ہر ایک کو حکم شامل ہوتا ہے مگر تعیین کے بعد وہ حکم صرف کسی ایک کو شامل ہوتا ہے۔

"اَوْ" کا حقیقی معنی:

لا، علی سبیل التعیین {متعین} کئے بغیر دو چیزوں میں سے کسی ایک کو شامل کرنے کے لئے آتا ہے۔

"اَوْ" کا مجازی معنی:

حَتّٰی کے معنی میں آتا ہے۔

❖ مہر مثل: ایسا مہر جو عام طور پر اس عورت کے باپ کے قبیلے کی عورتوں کو دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 1: "اَوْ" کس معنی کے لیے آتا ہے، مثال کے ساتھ واضح کریں؟

جواب: "اَوْ" متعین کئے بغیر دو چیزوں میں سے کسی ایک کو شامل کرنے کے لیے آتا ہے، جس کا اختیار کبھی متکلم کو کبھی مخاطب کو ہوتا ہے۔

مثال نمبر 1:

{علی سبیل البدل}: آقا نے اپنے دو غلاموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا"هٰذا حُرٌّ اَوْ هٰذا حُرٌّ"تو آقا کا یہ قول "اَحَدُهُما حُرٌّ"{یعنی ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے}کے مرتبہ ہو گا اور آقا کو اختیار ہو گا کہ ان دونوں میں سے ایک کو متعین کر لے۔

مثال نمبر2:

اگر کسی شخص نے کہا"وَكَّلْتُ بِبَيعِ هٰذا الْعَبدِ هٰذا اَوْ هٰذا"تو ان دونوں میں سے ایک وکیل ہو گا لیکن مولیٰ کے ایک کو متعین کرنے سے پہلے ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے بیچنے کا اختیار ہو گا اور اگر ان میں سے کسی ایک نے اس غلام کو فروخت کیا پھر وہ غلام موکل کی ملک میں آگیا تو دوسرے کو اُسے بیچنے کا اختیار نہیں ہو گا۔

مثال نمبر3:

اگر کوئی شخص تین بیویوں سے کہے"هٰذِهِ طَالِقٌ اَوْ هٰذِهِ وَ هٰذِهِ"تو تیسری عورت کو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی لیکن پہلی دو میں سے ایک کو طلاق ہو گی اور پہلی دو میں سے مطلقہ کا بیان شوہر کے اختیار میں ہو گا اور شوہر کا یہ قول اس قول کے مرتبے میں ہو گس"اِحْدَاكُما طَالِقٌ وَ هٰذِهِ"۔

مثال نمبر4:

اگر کوئی شخص نے کسی کو وکیل بناتے ہوئے کہے"بِعْ هٰذا الْعَبْدَ اَوْ هٰذا"تو وکیل کو اختیار ہو گا، کہ وہ ان دونوں غلاموں میں جس ایک کو چاہے بیچ دے۔

سوال نمبر2:"لَا اُكَلِّمُ هٰذا اَوْ هٰذَا وَ هٰذا"مذکورہ صورت کے تحت اختلافِ آئمہ بیان کریں؟

جواب:

امام زفر کے نزدیک

جب کوئی شخص کہے"لَا اُكَلِّمُ هٰذا اَوْ هٰذَا وَ هٰذا"تو اس کا قول اس قول کی طرح ہو گا" لَا اُكَلِّمُ اَحَدُ هٰذَيْنِ وَ هٰذا"لہٰذا جب وہ پہلی دو میں کسی ایک سے اور تیسری سے بات کرے گا، تو حانث ہو جائے گا۔

دلیل:"اَوْ"دو میں سے ایک کی شمولیت کے لیے آتا ہے، پس پہلی دو میں سے ایک کا اختیار متکلم کو ہو گا اور تیسری سے بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا کیونکہ واو جمع کے لیے آتا ہے۔

امام اعظم کے نزدیک
جب کوئی شخص کہے "لَا اُکَلِّمُ ھٰذا اَوْ ھٰذَا وَ ھٰذا" تو اس کا قول اس قول کی طرح ہو گا "لَا اُکَلِّمُ ھٰذا اَوْ ھٰذَیْنِ" لہٰذا جب وہ پہلی سے بات کرے گا، تو حانث ہو جائے گا اور اگر آخری دو سے بات کرے گا تو بھی حانث ہو جائے گا، اور اگر صرف دوسری یا تیسری سے بات کرے گا تو حانث نہیں ہو گا۔ دلیل: "اَوْ" احد المذکورین کو شامل کرنے کے لیے آتا ہے، اور یہاں احد المذکورین غیر معین {یعنی نکرہ} ہے، اور نکرہ پر جب حرف نفی داخل ہو تو عموم کا فائدہ دیتی ہے، نیز حالف کے کلام میں تیسرا ھٰذا دوسرے ھٰذا کے ساتھ جمع ہے اور واو جمع کے لیے آتا ہے اسی وجہ سے بعد والے دونوں سے اکٹھے بات کی تو حانث ہو جائے گا۔

سوال نمبر 3: اگر "واو" مہر پر داخل کیا جائے تو کیا حکم ہو گا، اختلاف کے ساتھ بیان کریں؟

جواب:

صاحبین کے نزدیک	امام اعظم کے نزدیک
آدمی نے عورت سے کہا "تَزَوَّجْتُ عَلٰی ھٰذا اَوْ ھٰذا عَلٰی ھٰذا" اور عورت نے قبول کر لیا تو شوہر کے لیے اختیار ہو گا جو چاہے ادا کرے۔ دلیل: "اَوْ" دو چیزوں میں سے کسی ایک کو شامل کرنے کے لیے آتا ہے، لہٰذا متکلم کو اختیار ہو گا جو چاہے دونوں میں سے دے دے۔	آدمی نے عورت سے کہا "تَزَوَّجْتُ عَلٰی ھٰذا اَوْ ھٰذا عَلٰی ھٰذا" اور عورت نے قبول کر لیا تو عورت کے لیے مہر مثل ہو گا، اور دونوں مقداروں میں سے جو مقدار مہر مثل کے قریب تر ہو گی، وہ شوہر کے ذمہ لازم ہو گی۔

سوال نمبر 4: مقدار تشہد تو بیٹھنا فرض ہے لیکن قراءت تشہد فرض نہیں، وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: مقدار تشہد بیٹھنا تو فرض ہے لیکن قراءت تشہد فرض نہیں ہے۔ وجہ: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "اِذا قُلْتَ اَوْ فَعَلْتَ ھٰذا فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُکَ" تو حضور اقدس ﷺ نے اتمام نماز کو {قراءت تشہد اور قعدہ} میں سے ایک پر معلق کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک فرض ہے۔ اور مقدار تشہد بیٹھنا بالاتفاق فرض ہے، اب اگر دونوں کو فرض قرار دیا جائے تو معنی "اَوْ" کی افادیت اور مقدارِ تشہد ختم ہو جائے گی۔

❖ نوٹ: امام شافعی کے نزدیک مقدارِ تشہد بیٹھنا اور قراءت تشہد دونوں فرض ہے۔

سوال نمبر5: کلمہ "اَوْ" اگر مقام نفی پر داخل ہو تو کیا حکم ہے، مع مثال بیان کریں؟

جواب: اگر کلمہ "اَوْ" مقام نفی پر واقع ہو تو مذکورین {یعنی دونوں چیزوں} میں سے ہر ایک کے لیے نفی کو واجب کرے گا {یعنی اس بات پر دلالت کرے گا کہ معطوفین میں سے ہر ایک کے لیے نفی کا حکم ثابت ہے۔

مثال نمبر1:

اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ "لَا اُكَلِّمُ هٰذا اَوْ هٰذا" پس حالف جس سے بھی کلام کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: کیونکہ "اَوْ" نفی پر داخل ہو تو مذکورین میں سے ہر ایک کے لیے نفی کو واجب کریں گا۔

سوال نمبر6: تخییر کے سبب عمومِ اباحث کے ثبوت پر قرآنی دلیل بیان کریں؟

جواب: تخییر کے سبب عمومِ اباحث کے ثبوت پر قرآن کریم کا فرمان: "وَ كَفَّارَتُهُ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ" ہے۔

سوال نمبر7: "اَوْ" کا مجازی معنی ذکر کریں اور اس پر دلیل بھی ذکر کریں، نیز کوئی ایک مثال بھی ذکر کریں؟

جواب: لفظِ "اَوْ" حتّٰی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

قرآنی دلیل: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ" ہے۔

مثال نمبر1:

اگر کوئی شخص کہے "لَا اَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ اَوْ هٰذِهِ الدَّارَ" اب اگر حالف اولاً پہلے گھر میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر وہ پہلے دوسرے گھر میں داخل ہوا تو اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو گا۔

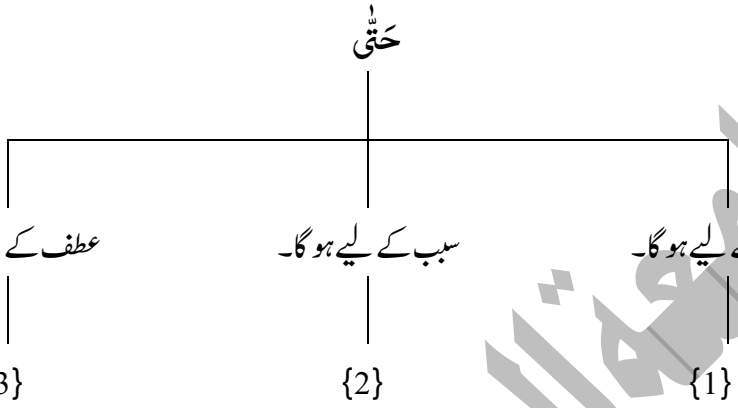
مثال نمبر2:

اگر کوئی شخص کہے "لَا اُفَارِقُكَ اَوْ تَقْضِيَ دَيْنِيْ" پس اگر حالف نے قرض کی ادائیگی سے پہلے اس کو چھوڑ دیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر قرض کی ادائیگی کے بعد چھوڑا تو اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو گا۔

فصل حتی للغایۃ ک{اِلٰی}

سوال نمبر 1:{حَتّٰی}کب عطف کے لیے ہو گا،{حَتّٰی}کب سبب کے لیے ہو گا،{حَتّٰی}کب غایت کے لیے ہو گا؟

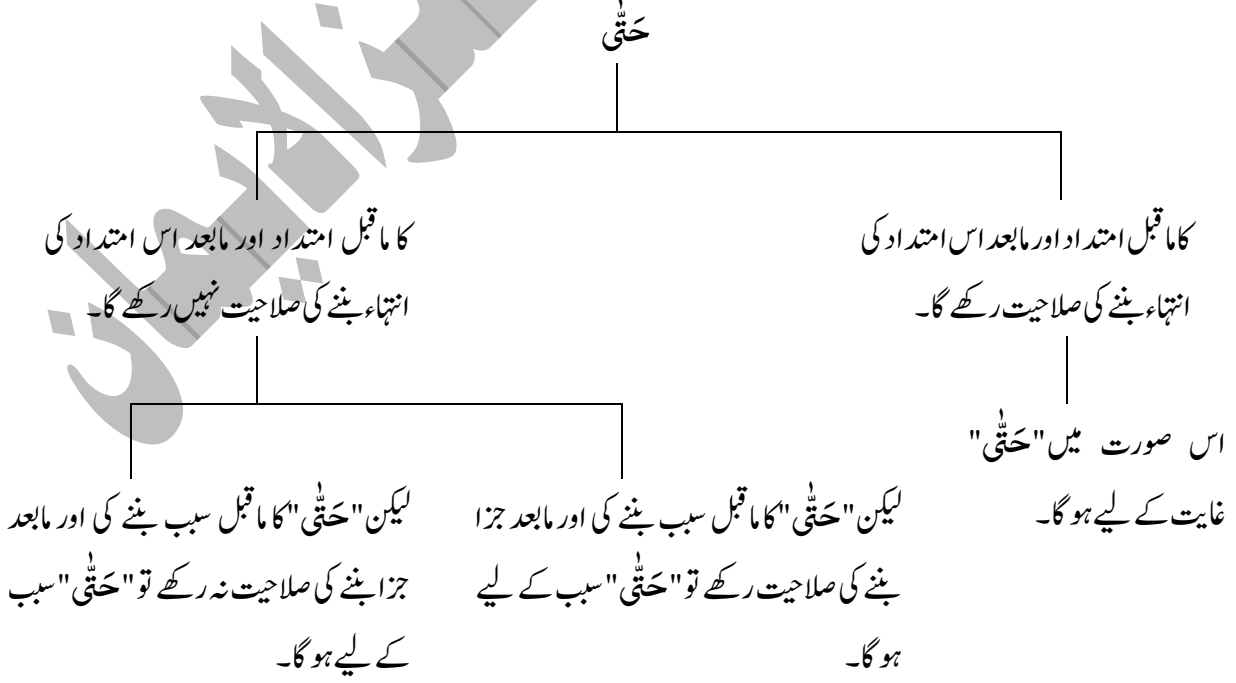
جواب:



{1}"حَتّٰی"کا ماقبل امتداد{بڑھنے}کی صلاحیت رکھے،اور"حَتّٰی"کا مابعد اس امتداد کی غایت بن سکے تو"حَتّٰی"غایت کے لیے ہو گا۔

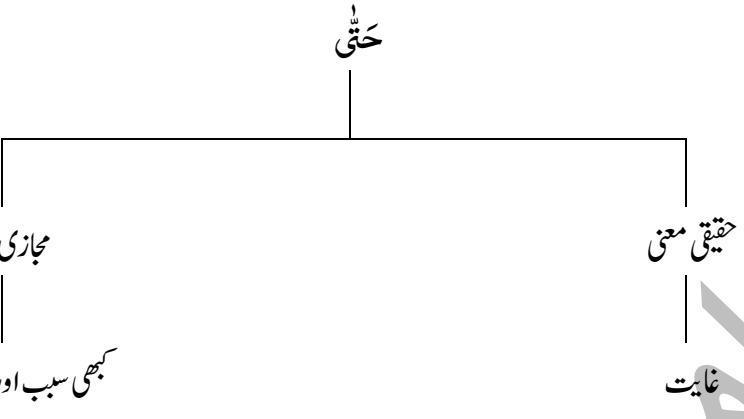
{2}"حَتّٰی"کا ماقبل امتداد کی صلاحیت نہ رکھے،اور"حَتّٰی"کا مابعد اس امتداد کی غایت نہ بن سکے،لیکن"حَتّٰی"کا ماقبل سبب بننے کی اور مابعد جزا بننے کی صلاحیت رکھے تو"حَتّٰی"غایت کے لیے ہو گا۔

{3}"حَتّٰی"کا ماقبل امتداد کی صلاحیت نہ رکھے،اور"حَتّٰی"کا مابعد اس امتداد کی غایت نہ بن سکے،اسی طرح"حَتّٰی"کا ماقبل سبب بننے کی اور مابعد جزا بننے کی صلاحیت نہ رکھے تو"حَتّٰی"{فاء یا ثم}معنی میں ہو کر عطف کے لیے ہو گا۔



جامعۃ المدینہ کنز الایمان

In Short



غایت: وہ چیز جس پر پہنچ کر شئ {چیز} کی انتہاء ہو جائے۔

سوال نمبر2: "حَتّٰی" کے غایت کے معنی میں ہونے کے لیے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: {1} "حَتّٰی" کا ماقبل ایسا فعل ہو جو امتداد {لمبا ہونے} کی صلاحیت رکھتا ہو۔ {2} "حَتّٰی" کا مابعد، ماقبل والے فعل کے لیے غایت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو {یعنی "حَتّٰی" کے بعد ایسا فعل ہو کہ ماقبل والا فعل اس پر مبنی ہو سکے۔

"حَتّٰی" کے غایت کے لیے ہو گا: مثال نمبر 1: کسی نے قسم کھائی "عَبْدِیْ حُرٌّ"

اِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی یَشْفَعَ فُلَانٌ

اِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی تَصِیْحَ

اِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی تَشْتَکِیَ بَیْنَ یَدَیْ

اِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی یَدْخُلَ اللَّیْلُ

تو ان چاروں مثالوں میں حَتّٰی غایت کے لیے ہے۔ کیونکہ دونوں شرطیں پائی گئی ہے۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

مثال نمبر1:اگر کسی نے قسم اٹھائی "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی یَشْفَعَ فُلَانٌ"{میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے اتنا نہ ماروں یہاں تک کہ فلان شفارش کریں}،اس مثال میں حَتّٰی غایت کے لیے ہے۔لہٰذا اگر فلان کی شفارش سے پہلے مارنا بند کر دیا تو حانث ہو جائے گا، اور اگر اس نے فلان کی شفارش سے تک مارنا جاری رکھا تو وہ قسم پورا کرنے والا ہو گا۔

مثال نمبر2:اگر کسی نے قسم اٹھائی "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی تَصِیْحَ"{میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے اتنا نہ ماروں یہاں تک کہ تو چیخ و پکار کریں}،اس مثال میں حَتّٰی غایت کے لیے ہے۔لہٰذا اگر حالف نے چیخ و پکار سے پہلے مارنا بند کر دیا تو حانث ہو جائے گا،{یعنی غلام آزاد ہو جائے گا}اور اگر اس نے مضروب کی چیخ و پکار تک مارنا جاری رکھا تو وہ{حالف}اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو جائے گا۔

مثال نمبر3:اگر کسی نے قسم اٹھائی "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی تَشْتَکِیَ بَیْنَ یَدَیَّ"{میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے اتنا نہ ماروں یہاں تک کہ تو میرے سامنے آہ وزاری کریں}،اس مثال میں حَتّٰی غایت کے لیے ہے۔لہٰذا اگر حالف نے آہ وزاری کرنے سے پہلے مارنا بند کر دیا تو حانث ہو جائے گا{یعنی غلام آزاد ہو جائے گا}اور اگر اس نے مضروب کی آہ وزاری تک مارنا جاری رکھا تو وہ{حالف}اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو گا۔

مثال نمبر4:اگر کسی نے قسم اٹھائی "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی یَدْخُلَ اللَّیْلُ"{میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے اتنا نہ ماروں یہاں تک کہ رات داخل ہو جائے}،اس مثال میں حَتّٰی غایت کے لیے ہے۔لہٰذا اگر حالف رات داخل ہونے سے پہلے مارنا بند کر دیا تو حانث ہو جائے گا{یعنی غلام آزاد ہو جائے گا}اور اگر اس نے رات داخل ہونے تک مارنا جاری رکھا تو وہ{حالف}اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو گا۔

مثال نمبر5:اگر کسی نے کہا "لَا اُفَارِقُ غَرِیْمِیْ حَتّٰی یَقْضِیَ دَیْنِیْ"{میں اپنے مقروض کو نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ وہ میرا قرض ادا کر دے}اس مثال میں حَتّٰی غایت کے لیے ہے لہٰذا اگر قائل قرض ادا کرنے تک چمٹا رہا تو اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو گا،اور اگر اس نے قضائے دین سے پہلے اپنے مقروض کو چھوڑ دیا تو حانث ہو جائے گا۔

فَاِذَا تَعَذَّرَ الْعَمَلُ بِالْحَقِیْقَةِ لِمَانِعٍ کَالْعُرْفِ۔۔۔۔۔

سوال نمبر3:مذکورہ عبارت پر اعراب لگائیں-ترجمہ کریں،نیز مصنف کی غرض بیان کریں؟

اعتراض: آپ نے کہا "حَتّٰی" کے ماقبل میں امتداد کی صلاحیت ہو اور مابعد میں انتہاء کی صلاحیت ہو تو اس کو حقیقی معنی پر محمول کریں گے لیکن ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں دونوں شرطیں پائی گئی ہیں،لیکن "حَتّٰی" کو حقیقی معنی پر محمول نہیں کیا گیا؟ جیسے: کسی نے قسم کھائی کہ وہ مارے فلان کو کہ فلان مر جائے یا قتل ہو جائے،اب اگر حالف کے مرنے سے پہلے یا قتل ہونے سے پہلے مارنا روک لیتا ہے تو اس صورت میں حانث نہیں ہوتا،حالانکہ یہ تو حانث ہو جانا چاہیے؟

وَجواب: حقیقی معنی مراد اس وقت لیا جائے گا جب کوئی مانع موجود نہ ہو، آپ نے جو مثال دی ہے اس میں مانع موجود ہے اور وہ مانع عرفِ عام ہے، یعنی عرف عام میں جب ایسے الفاظ بولے جاتے ہے تو اس سے مراد ضربِ شدید ہوتا ہے۔

سوال نمبر4: "حَتّٰی" کب سبب کے لیے ہو گا؟

جواب: اگر "حَتّٰی" کا ماقبل امتداد کی اور مابعد غایت بننے کی صلاحیت نہ رکھے یا دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو لیکن "حَتّٰی" کا ماقبل سبب بننے کی اور مابعد جزاء بننے کی صلاحیت رکھے تو اب "حَتّٰی" کو جزاء پر محمول کیا جائے گا، اور "حَتّٰی" لامِ کَی کے معنی میں ہو گا۔

"حَتّٰی" کا ماقبل سبب بننے کی اور مابعد جزا بننے کی صلاحیت رکھے مثال نمبر1: اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اٰتِکَ حَتّٰی تُغَدِّیَنِیْ" اس مثال میں "حَتّٰی" سبب کے لیے ہے {یعنی حالف کا مطلب یہ ہے کہا گر میں نہ آؤں ایسا آنا جس کی جزاء ناشتہ ہو {میں آؤں گا بھی اور ناشتہ بھی کروں} تب میرا غلام آزاد ہے

- پس اگر آقا اس کے پاس آیا ایسے آنے کے ساتھ کہ وہ آنا تغدیہ کے لیے سبب بن سکے تو آقا حانث ہو جائے گا {یعنی صبح کے وقت آئے اور دو، تین گھنٹے بیٹھے اور مخاطب اسے کچھ نہ کھلائے۔
- اگر آقا مخاطب کے پاس آیا ہی نہیں تو حانث ہو جائے گا۔
- اسی طرح آقا ایسے آنے کے ساتھ آیا کہ صرف ایک لمحہ ٹھہر کر واپس چلا گیا تب بھی حانث ہو جائے گا۔

سوال نمبر5: "حَتّٰی" کب عطف کے لیے ہو گا؟

جواب: "حَتّٰی" جب نہ غایت نہ بن سکتا ہو اور نہ ہی سبب بن سکتا ہو تو "حَتّٰی" باء یا فاء کے معنی میں ہو کر عطفِ محض کے لیے ہو گا۔

مثال نمبر1: کسی نے قسم اٹھائی "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اٰتِکَ حَتّٰی اَتَغَدّٰی عِنْدَکَ الْیَومَ" {میرا غلام آزاد ہے اگر میں تیرے پاس نہ آؤں پھر اسی دن تیرے پاس صبح کا ناشتہ نہ کروں} اس مثال میں "حَتّٰی" عطفِ محض کے لیے ہے اور قسم پوری ہونے کے لیے دونوں فعلوں کا ہونا ضروری ہے

- یعنی اگر حالف {قسم اٹھانے والا} مخاطب کے پاس نہ جائے تب بھی حانث ہو جائے گا۔
- حالف، مخاطب کے پاس جائے لیکن اسی دن صبح کا کھانا نہ کھائے تب بھی حانث ہو جائے گا۔
- اگر حالف، مخاطب کے پاس جائے اور صبح کا ناشتہ بھی کریں تو اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو گا۔

مثال نمبر2: کسی نے قسم اٹھائی "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ تَأْتَنِیْ حَتّٰی تُغَدِّیَ عِنْدِیْ اَلْیَوْمَ "{میرا غلام آزاد ہے اگر تو میرے پاس نہ آئے اور پھر اسی دن تو صبح کا ناشتہ میرے پاس نہ کھائے} اس مثال میں "حَتّٰی "عطفِ محض کے لیے ہے اور قسم پوری ہونے کے لیے دونوں فعلوں کا ہونا ضروری ہے

- ❖ یعنی اگر مخاطب حالف {قسم اٹھانے والا} کے پاس نہ آئے تو حانث ہو جائے گا۔
- ❖ اگر مخاطب حالف کے پاس جائے تو سہی لیکن صبح کا کھانا نہ کھائے تب بھی حانث ہو جائے گا۔
- ❖ اگر مخاطب، حالف کے پاس آئے اور صبح کا ناشتہ بھی کریں تو اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہو گا۔

سوال نمبر6: "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اٰتِکَ حَتّٰی تُغَدِّیَنِیْ "اس مثال میں "حَتّٰی "سبب کے لیے کیوں ہے؟

جواب: مذکورہ مثال میں "حَتّٰی "سبب کے لیے ہے، کیونکہ "حَتّٰی "کا ماقبل فعل {آتِ} ہے جو کہ غیر ممتد ہے آناً فاناً ہوتا ہے۔ اسی طرح مابعد فعل {تُغَدِّی} ہے جو اِتیان {آنے} کی زیادتی کا سبب ہے، یعنی ناشتے کو دیکھ کر لوگ آتے ہے، رکتے نہیں۔

سوال نمبر7: "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ اٰتِکَ حَتّٰی اَتَغَدّٰی عِنْدَکَ الْیومَ "اور "عَبْدِیْ حُرٌّاِنْ لَمْ تَأْتَنِیْ حَتّٰی تُغَدِّیَ عِنْدِیْ اَلْیَوْمَ "مذکورہ مثالوں میں "حَتّٰی "عطفِ محض کے لیے کیوں ہے؟

جواب: ان دونوں مثالوں میں حَتّٰی "غایت "کے لیے نہیں ہو سکتا، کیونکہ اتیان فعل غیر ممتد ہے جو آناً فاناً ہوتا ہے۔ اسی طرح سبب کے لیے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ دونوں مثالوں میں "اِتیان اور تغدیہ "دونوں فعل ایک ذات کی طرف منسوب ہے {پہلی مثال میں متکلم اور دوسری مثال میں مخاطب کی طرف} اور قاعدہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک فعل اسی شخص کے دوسرے فعل کی جزاء نہیں بن سکتا} پس جزاء کے معنی کے متعذر ہونے کی وجہ سے "حَتّٰی "عطفِ محض کے لیے ہو گا۔

فصل الی انتهاء الغاية

اِلٰی

امتداد حکم کا دیتا ہے

اگر اِلٰی اسقاط حکم کا فائدہ دے تو اس صورت میں غایت مغیاًمیں داخل نہیں ہو گی۔

اسقاط حکم کا دیتا ہے

اگر اِلٰی امتداد حکم کا فائدہ دے تو اس صورت میں غایت مغیاًمیں داخل نہیں ہو گی۔

- امتداد حکم کا مطلب: یہ ہے کہ اِلٰی نے ماقبل والے حکم کو مابعد تک لمبا کیا ہے۔
- اسقاط حکم کا مطلب: یہ ہے کہ اِلٰی نے ماوراء الغایت {غایت کے علاوہ جو کچھ ہے} کو ماقبل والے حکم سے ساقط کر دیا۔
- غایت: جس پر چیز کی انتہاء ہو۔
- مغیاً: جس چیز کی انتہاء بیان کی جائے۔

امتدادِ حکم کی مثال: کسی نے کہا "اِشْتَرَيْتُ هٰذا الْمَكانَ اِلٰى هٰذه الحائِطِ" {یعنی میں نے خریدا اس مکان کو اس دیوار تک} تو اس مثال میں اِلٰی امتداد حکم کا فائدہ دے رہا ہے، پس عقدِ بیع میں دیوار شامل نہیں ہو گی، کیونکہ جب اِلٰی امتدادِ حکم کا فائدہ دے تو غایت، مغیاًمیں داخل نہیں ہوتی، لہٰذا دیوار بھی بیع میں داخل نہیں ہو گی۔

اِشْتَرَيْتُ هٰذا الْمَكانَ اِلٰى هٰذه الحائِطِ

مغیاًہے — غایت ہے

اسقاطِ حکم کی مثال نمبر 1:

ایک شخص نے کہا "بِعْتُ بِشَرْطِ الخِيارِ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ" {یعنی میں نے تین دن تک خیار شرط پر بیچا} اس مثال میں اِلٰی اسقاطِ حکم کا فائدہ دے رہا ہے پس اس خیار میں تیسرا دن بھی داخل ہو گا اور اس کے بعد کے دِنوں کو اس حکم سے ساقط کیا جائے گا، کیونکہ جب اِلٰی اسقاطِ حکم کا فائدہ دے تو غایت، مغیاًمیں داخل ہوتی ہے۔

بِعْتُ بِشَرْطِ الخِيارِ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

مغیاًہے — غایت ہے

اسقاطِ حکم کی مثال نمبر2:

ایک شخص نے کہا"لَا اُکَلِّمُ فُلاناً اِلٰی شَھْرٍ "{یعنی میں فلان سے ایک مہینہ تک بات نہیں کروں گا}اس مثال میں اِلٰی اسقاطِ حکم کا فائدہ دے رہا ہے پس مہینے کے بعد کا وقت اس حکم سے ساقط داخل ہو جائے گا، کیونکہ اِلٰی جب اسقاطِ حکم کا فائدہ دے تو غایت، مغیاً میں داخل ہوتی ہے۔

سوال نمبر1: کہنیاں اور ٹخنے دھونے میں کے حکم میں شامل ہیں یا نہیں، اختلاف بیان کریں؟

جواب:

امام زفر کے نزدیک	امام اعظم کے نزدیک
امام زفر فرماتے ہیں کہ کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل نہیں ہیں۔ دلیل: انہوں نے اِسے اس آیت{وَاَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ}پر قیاس کیا ہے۔ کہ جس طرح رات روزے کے حکم میں داخل نہیں ہے، اسی طرح کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل نہیں ہے	امام اعظم کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہیں {یعنی ان دونوں کا وضو میں دھونا فرض ہے}۔ دلیل: ارشاد باری تعالیٰ ہے{فَاغْسِلُوْا وُجُوھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ}اس آیت مبارکہ میں اِلٰی اسقاطِ حکم کے لیے آیا ہے، تو غایت، مغیاً میں داخل ہو گی، لہٰذا کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہونگے فَاغْسِلُوْا وُجُوھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ مغیاً غایت اگر یہاں اِلٰی نہ ہوتا تو ہاتھ کا دھونا بغل تک اور پیر کا دھونا ران تک ضروری ہوتا۔

سوال نمبر2: گھٹنا ستر میں داخل ہیں یا نہیں؟

جواب:

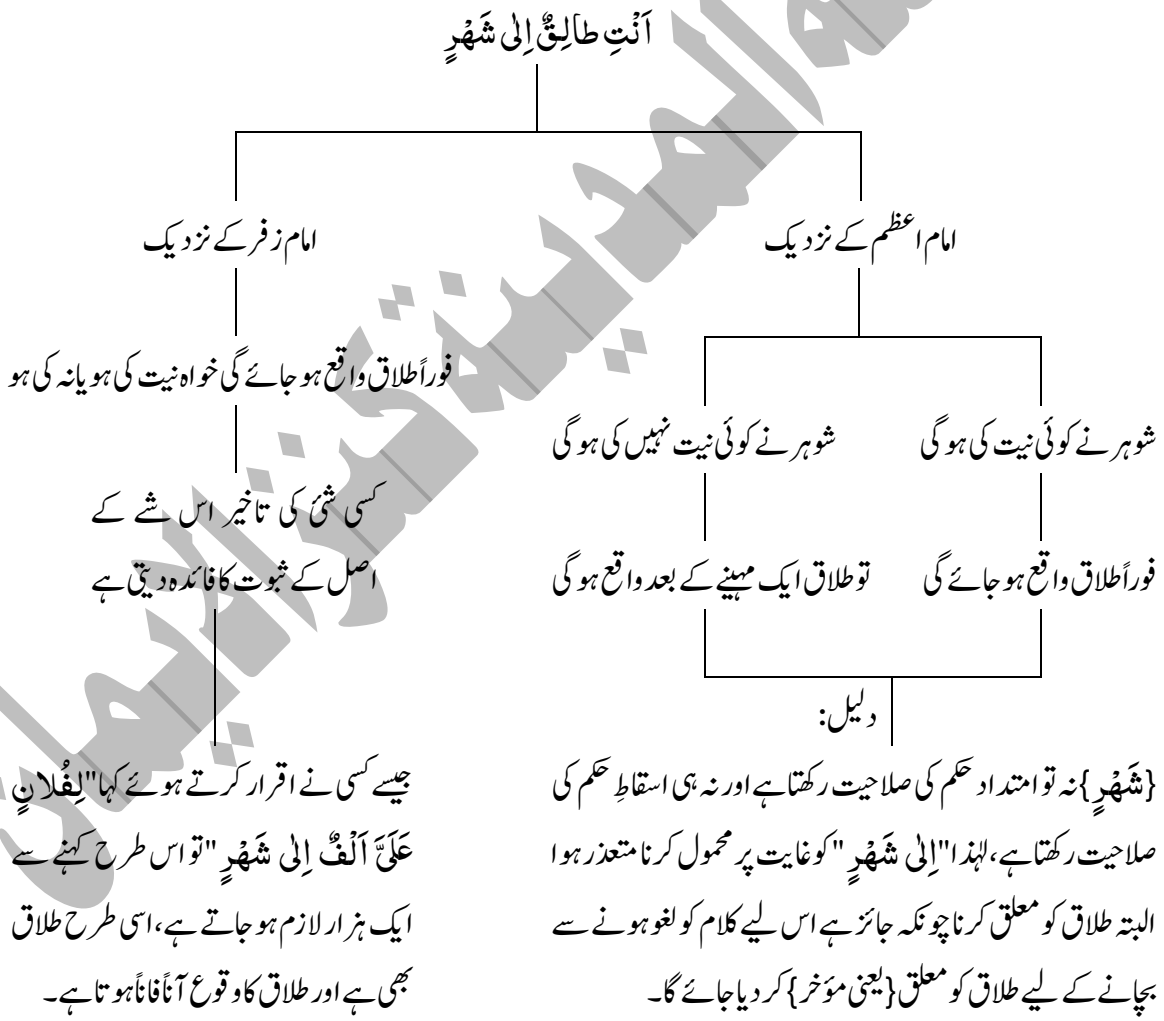
امام شافعی کے نزدیک	امام اعظم کے نزدیک
امام شافعی فرماتے ہیں گھٹنا ستر میں داخل نہیں ہے۔	امام اعظم کے نزدیک گھٹنا ستر میں داخل ہے۔ دلیل: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا"عَوْرَۃُ الرَّجُلِ مَا تَحْتَ السُّرَّۃِ اِلَی الرُّکْبَۃِ"اس حدیث میں اِلٰی اسقاطِ حکم کا فائدہ دے رہا ہے اور جب اِلٰی اسقاطِ حکم کا فائدہ دیتا ہے تو غایت، مغیاً میں داخل ہوتی ہے، لہٰذا گھٹنا ستر میں داخل ہو گا۔

سوال نمبر 3: کیا "اِلٰی" حکم کو غایت تک مؤخر کرنے کا فائدہ دیتا ہے؟

جواب: جی ہاں! کبھی کبھی اِلٰی حکم کو غایت تک مؤخر کرنے کا فائدہ دیتا ہے، جبکہ اِلٰی کا مدخول زمانے پر ہو۔

حکم کو غایت تک مؤخر کرنا کا مطلب: یہ ہے کہ حکم کا وقوع غایت گزرنے کے بعد ہو گا۔

"اِلٰی" حکم کو غایت تک مؤخر کرنے کا فائدہ دیتا ہے {مثال}: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ اِلٰی شَهْرٍ" {یعنی تجھے ایک مہینے تک طلاق ہے} تو امام اعظم کے نزدیک اگر شوہر کی کوئی نیت نہ ہو تو طلاق ایک مہینے کے فوراً بعد واقع ہو گی اور اگر شوہر نے فی الحال کی نیت کی ہو تو عورت کو فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی اور "اِلٰی شَهْرٍ" کی قید لغو ہو جائے گی، اور امام زفر کے نزدیک نیت کی ہو یا نہ کی ہو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔



فصل علٰی للالزام

سوال نمبر 1: کلمہ "علٰی" کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟

جواب: کلمہ "علٰی" کا لغوی معنی: توفق {اوپر ہونا، فوقیت} اور تعلی {بلندی} کے معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ کلمہ "علٰی" کا اصطلاحی معنی: لازم کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال نمبر 1:

اگر کوئی شخص کہے "لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلْفٌ" {فلان کے لیے مجھ پر ایک ہزار ہے} تو قائل قول قرض اقرار ہو گا، پس قائل پر ایک ہزار لازم ہونگے، کیونکہ "عَلٰی" کی وجہ سے لزوم ثابت ہوا۔

اگر کوئی شخص یوں کہے "لِفُلانٍ عِنْدِیْ اَلْفٌ" یا "لِفُلانٍ مَعِیَ اَلْفٌ" یا "لِفُلانٍ قِبَلِیْ اَلْفٌ"

تو قائل کا قول قرض کا اقرار نہیں ہو گا۔ البتہ ان صورتوں میں اس کے قول کو امانت پر محمول کیا جائے گا۔

مثال نمبر 2: جب کفار کے قلعے سردار نے کہا "اٰمِنُوْنِیْ عَلٰی عَشَرَۃٍ مِنْ اَھْلِ الْحِصْنِ" {تم مجھے امان دو قلعے والوں میں سے دس پر} پس مسلمانوں نے اس کو امان دے دیا تو اس کو اور اسکے علاوہ دس کو آدمیوں کو امان حاصل ہو گا، اور ان دس آدمیوں کی تعیین کا اختیار بھی اسی کافر سردار {امان طلب کرنے والے} کو ہو گا۔

اور جب کفار کے قلعے کے سردار نے کہا "اٰمِنُوْنِیْ فَعَشَرَۃً" یا "اٰمِنُوْنِیْ وعَشَرَۃً" یا "اٰمِنُوْنِیْ ثُمَّ عَشَرَۃً"

ان تمام صورتوں میں اگر مسلمانوں نے امان دے دیا تو 11 آدمیوں کو امن ملے گا لیکن اِن کو متعین کرنے کا اختیار امن دینے والے کو ہو گا۔

سوال نمبر 2: کلمہ "اِلٰی" الزام کے علاوہ مجازاً کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: کبھی کلمہ "اِلٰی" مجازاً {باء} کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

مثال: "بِعْتُکَ ھٰذا عَلٰی اَلْفٍ" اس مثال میں "اِلٰی" مجازاً {باء} کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ معاوضہ کی دلالت موجود ہے۔

سوال نمبر3: کیا کلمہ "اِلٰی" شرط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: کبھی کلمہ "اِلٰی" شرط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

مثال نمبر1:

قرآن کریم میں ہے: "یُبَایِعْنَکَ علٰی اَنْ یُّشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا" {وہ عورتوں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتی ہیں کہ وہ اللہ پاک کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھرائیں گی۔ کلمہ "اِلٰی" شرط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس پر قرآن کریم سے دلیل یہ مذکورہ مثال ہے۔

مثال نمبر2:

اگر بیوی نے شوہر سے کہا "طَلِّقْنِیْ ثَلَاثاً علٰی اَلْفٍ" اور شوہر نے ایک طلاق دے دی تو کیا حکم ہیں، اختلاف بیان کریں؟

جواب:

طَلِّقْنِیْ ثَلَاثاً علٰی اَلْفٍ

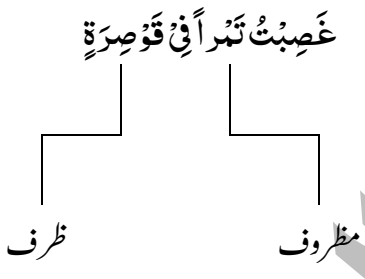
امام اعظم کے نزدیک	صاحبین کے نزدیک
اگر عورت نے شوہر سے کہا "طَلِّقْنِیْ ثَلَاثاً علٰی اَلْفٍ" پس اگر شوہر نے ایک طلاق دی تو بیوی پر شوہر کے لیے کچھ بھی لازم نہیں ہو گا۔ دلیل: اس لئے کہ اس کلام میں کلمہ "عَلٰی" شرط کے معنی ہے، لہٰذا عورت پر ایک ہزار لازم ہونے کے لیے تین طلاقیں شرط ہونگی، یہاں شرط نہیں پائی گئی لہٰذا جزا بھی ثابت نہیں ہو گی۔	اگر عورت نے شوہر سے کہا "طَلِّقْنِیْ ثَلَاثاً علٰی اَلْفٍ" پس اگر شوہر نے ایک طلاق دی تو عورت پر ایک ہزار کی تہائی ادا کرنا ضروری ہے۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

فصل کلمۃ فی للظرف

سوال نمبر 1: کلمہ "فِیْ" کس لیے آتا ہے؟

جواب: کلمہ "فِیْ" ظرف کے لیے آتا ہے {یعنی اس بات پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے کہ "فِیْ" کا مابعد ظرف ہوتا ہے اور "فِیْ" کا ماقبل مظروف ہوتا ہے۔



مثال نمبر 1:

اگر کسی شخص نے کہا "غَصِبْتُ ثَوْباً فِیْ مِنْدِیْلٍ" {میں نے رومال میں کپڑا غصب کیا} تو غاصب پر مالک کو دونوں چیزیں لوٹانا لازم ہیں۔

مثال نمبر 2:

اگر کسی شخص نے کہا "غَصِبْتُ تَمْراً فِیْ قَوْصِرَةٍ" {میں نے ٹوکری میں کھجوریں غصب کی} تو غاصب پر مالک کو دونوں چیزیں لوٹانا لازم ہیں۔

سوال نمبر 2: کلمہ "فِیْ" کا استعمال کتنی طرح ہوتا ہے؟

جواب: کلمہ "فِیْ" 3 طرح استعمال ہوتا ہے:

- {1} کلمہ "فِیْ" کبھی زمان میں استعمال ہوتا ہے۔
- {2} کلمہ "فِیْ" کبھی مکان میں استعمال ہوتا ہے۔
- {3} کلمہ "فِیْ" کبھی فعل لغوی {مصدری معنی} میں استعمال ہوتا ہے۔

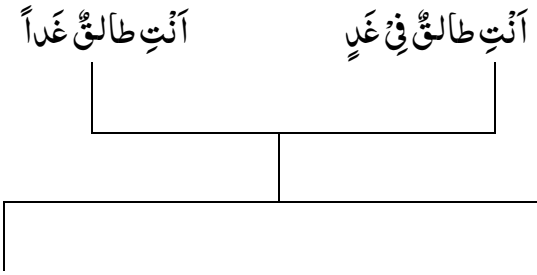
سوال نمبر 3: کلمہ "فِیْ" کے زمان میں استعمال ہونے کے متعلق اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب: امام اعظم کا مذہب: جب کلمہ "فِیْ" زمان میں استعمال ہو تو "فِیْ" کو حذف اور ذکر کرنے میں فرق ہے۔

صاحبین کا مذہب: جب کلمہ "فِیْ" زمان میں استعمال ہو تو "فِیْ" کو حذف اور ذکر کرنا دونوں برابر ہے۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

مثال نمبر1:



صاحبین کے نزدیک

صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں صبح صادق ہوتے ہی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

امام اعظم کے نزدیک

امام اعظم کے دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن فرق اتنا ہے "غَداً" والی صورت میں صبح صادق ہوتے ہی اسے طلاق واقع ہو جائے گی، اور "فِيْ غَدٍ" والی صورت میں دن کا ایک جزء مراد ہو گا {یعنی دن کے جس جزء کی وہ نیت کرے گا اس میں طلاق واقع ہو جائے گی} اگرچہ وہ دن کے آخری حصے کی نیت کرے اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو صبح صادق ہوتے ہی اسے طلاق واقع ہو جائے گی۔

❖ خلاصہ کلام: صاحبین کے نزدیک "اَنْتِ طالِقٌ فِيْ غَدٍ" والی صورت میں اس نے نیت کی ہو یا نیت نہ کی ہو، صبح صادق ہوتے ہی اسے طلاق واقع ہو جائے گی۔ جبکہ امام اعظم کے نزدیک اگر نیت کی ہے تو دن کے جس جزء کی نیت کی اس جزء میں طلاق واقع ہو گی اگر نیت نہیں کی تو اول جزء {صبح صادق} ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

❖ "فِيْ" کو حذف اور ذکر کرنے میں فرق ہے اس پر شاہد {گواہ-حاضر} یہ مثال ہیں، اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا "اِنْ صُمْتِ فِيْ الشَّهْرِ" پس اس صورت میں اگر بیوی مہینے میں ایک گھڑی {دن میں تھوڑی دیر کے لیے} بھی روزے کی نیت سے کھانے، پینے اور جماع سے رُکی، تو طلاق والی ہو جائے گی۔

نوٹ: جب "فِيْ" کو ذکر نہ کیا جائے تو اس صورت میں زمان "مِثْلاً غَداً" مفعول بہ کے مشابہ ہوتا ہے، اور فعل مفعول بہ کو اپنے تمام اجزاء کے گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور مفعولیت کو استیعاب لازم نہیں ہے۔

کلمہ "فِيْ" کو مکان میں استعمال کرنے کی مثال اور ایک اہم بات:

❖ اہم بات: اگر کلمہ "فِيْ" کو مکان میں ایسی چیز کے ساتھ استعمال کیا جائے کہ وہ چیز کسی جگہ کے ساتھ خاص نہ ہو تو وہ چیز فی الحال واقع ہو جائے گی، اور "فِيْ" کا ظرفیت والا معنی لغو ہو جائے گا۔

مثال نمبر1:

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ الدَّارِ"{تو طلاق والی ہے گھر میں}تو عورت کو فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی۔

مثال نمبر2:

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ مَکَّۃَ"{تو طلاق والی ہے مکہ میں}تو عورت کو فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجہ: کیونکہ طلاق کسی جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، لہٰذا عورت کو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

❖ اہم اصول{ضابطہ}: اگر حالف نے کسی فعل پر قسم کھائی، اور اس فعل کو زمان یا مکان کی طرف منسوب{مضاف}کیا، تو اس فعل کو دیکھا جائے گا،

- کہ وہ فعل لازم ہے
  - یعنی وہ فاعل پر پورا ہو جاتا ہے
    - اگر صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے تو قسم کھانے والے پر حانث ہونے کے لیے ضروری ہے کہ فعل کو جس مکان یا زمان کی طرف منسوب کیا ہے اس میں موجود ہو
- کہ وہ فعل متعدی ہے
  - یعنی وہ فاعل کے علاوہ مفعول بہ کا بھی تقاضا کرتا ہے
    - اگر فاعل کے علاوہ مفعول بہ کا بھی تقاضہ کرتا ہے تو قسم کھانے والے کے حانث ہونے کے لیے مفعول کا اس مکان یا زمان میں موجود ہونا شرط ہے
      - مفعول بہ کا اس مکان یا زمان میں ضروری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل متعدی اپنے اثر کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور فعل کا اثر مفعول میں ہوتا ہے اس لیے مفعول کا اس مکان یا زمان میں ہونا ضروری ہے

مثال نمبر1:{فعل لازم کی مثال}

اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے "اِنْ شَتَمْتُکَ فِیْ الْمَسْجِدِ فَعَبْدِیْ حُرٌّ"{اگر میں نے تجھے گالی دی مسجد میں تو میرا غلام آزاد ہے} پھر حالف نے مسجد میں {بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر} اُسے گالی دی اس حال میں کہ مشتوم {جس کو گالی دی گئی} مسجد سے باہر تھا تو حالف {گالی دینے والا} حانث ہو جائے گا۔

کیونکہ اُصول یہ ہے کہ حالف نے کسی فعل پر قسم کھائی، اور اس فعل کو کسی مکان یا زمان کی طرف منسوب کیا تو دیکھا جائے گا، کہ وہ فعل لازم ہے یا فعل متعدی ہے، پس اگر وہ فعل لازم ہو تو حالف کے حانث ہونے کے لیے فاعل کا اس مکان یا زمان میں ہونا شرط / ضروری ہے، اور اس مثال میں {شَتَمَ} فعل لازم ہے اور {شَاتِم یعنی گالی دینے والا-فاعل} مسجد میں بھی ہے۔ لہٰذا شرط پائی گئی تو جزا بھی پائی جائے گی اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔

مثال نمبر2:{فعل متعدی کی مثال مکان کے اعتبار سے}

اگر کوئی شخص کہے "اِنْ ضَرَبْتُکَ فِیْ الْمَسْجِدِ فَعَبْدِیْ حُرٌّ"{اگر میں تجھے مسجد میں ماروں تو میرا غلام آزاد ہے} تو اس صورت میں مضروب {جس کو مارا گیا-مفعول} کا مسجد میں ہونا ضروری ہے اور ضارب {مارنے والے-فاعل} کا مسجد میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرے سے کہے "اِنْ شَجَجْتُکَ فِیْ الْمَسْجِدِ فَعَبْدِیْ حُرٌّ"{اگر میں تجھے مسجد میں زخمی کروں تو میرا غلام آزاد ہے} تو اس صورت میں مَشْجُوْج {جس کو زخمی کیا گیا ہے-مفعول} کا مسجد میں ہونا ضروری ہے اور شاج {زخمی کرنے والے-فاعل} کا مسجد میں ہونا ضروری نہیں ہے۔

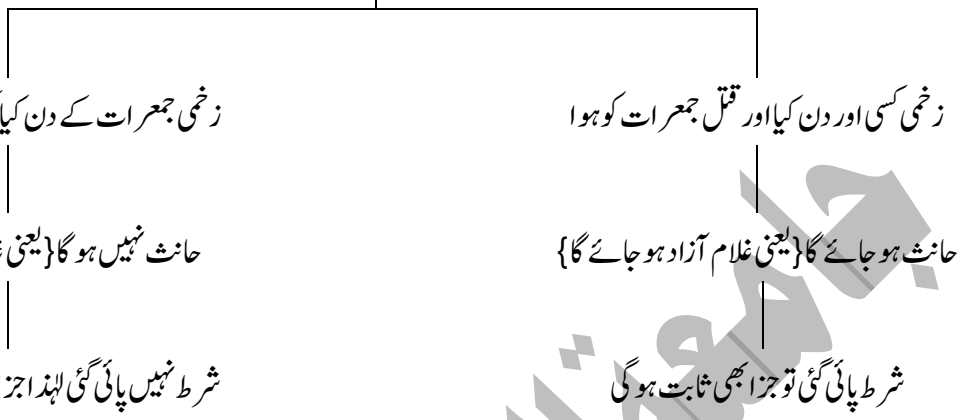
دونوں مثالوں کی دلیل:

اگر حالف نے کسی فعل پر قسم اُٹھائی اور اس فعل کو مکان یا زمان کی طرف منسوب کیا تو اس فعل کو دیکھا جائے گا کہ وہ فعل لازم ہے یا متعدی، اگر وہ فعل متعدی ہے، تو قسم کھانے والے کے حانث ہونے کے لیے مفعول کا اس مکان یا زمان میں ہونا ضروری ہے۔ مذکورہ مثالوں {ضَرَبَ} اور {شَجَجَ} فعل متعدی ہے اور مفعول بھی مکان {یعنی مسجد} میں موجود ہے۔ پس شرط پائی گئی تو جزا بھی ثابت ہو گی اور وہ غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔

مثال نمبر3:{فعل متعدی کی مثال زمان کے اعتبار سے}

اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے "اِنْ قَتَلْتُکَ فِیْ یَوْمِ الْخَمِیْسِ فَعَبْدِیْ حُرٌّ"{اگر میں نے تجھے جمعرات کے دن قتل کیا تو میرا غلام آزاد ہے} پس اگر حالف نے اُسے جمعرات سے پہلے زخمی کیا اور وہ شخص جمعرات کو مر گیا تو حالف حانث ہو جائے گا اور اگر حالف نے اُسے جمعرات کو زخمی کیا مگر وہ شخص جمعرات کے دن نہیں مرا بلکہ جمعہ یا کسی اور دن مرا تو حالف حانث نہیں ہو گا۔

اِنْ قَتَلْتُکَ فِیْ یَوْمِ الْخَمِیْسِ فَعَبْدِیْ حُرٌّ



سوال نمبر3:کلمہ "فِیْ" کے فعل / مصدری معنی میں استعمال ہونے کی مثال بیان کریں؟

جواب:کلمہ "فِیْ" کے فعل میں استعمال ہونے کی مثال: کبھی کبھی کلمہ "فِیْ" فعل / مصدری معنی میں استعمال ہوتا ہے،اور اس وقت یہ شرط کے معنی کا فائدہ دے گا۔

❖ شرط کے معنی میں فائدہ دینے کا مطلب: یہ ہے کہ حکم فعل پر معلق {لٹکا ہوا} ہو گا۔

مثال نمبر1:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ دُخُوْلِکِ الدَّارِ "تو یہ جملہ اس قول کی طرح ہو گا"اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ"اب عورت کو طلاق اُسی وقت واقع ہو گی جب وہ گھر میں داخل ہو گی۔اس لئے کہ یہاں "فِیْ"مصدر پر داخل ہوا ہے اور جب "فِیْ" مصدر پر داخل ہو تو شرط معلق ہوتا ہے۔

مثال نمبر2:

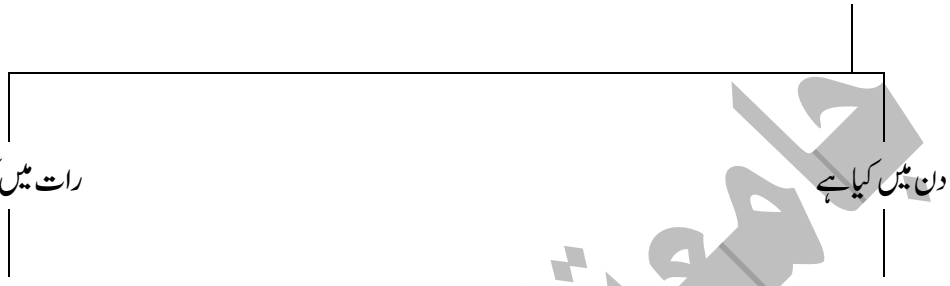
اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ حَیْضَتِکِ "تو یہ جملہ اس قول کی طرح ہو گا"اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ حِضْتِ"اب عورت کو طلاق اُسی وقت واقع ہو گی جب وہ حائضہ ہو گی۔اس لئے کہ یہاں "فِیْ"مصدر پر داخل ہوا ہے اور جب "فِیْ"مصدر پر داخل ہو تو شرط معلق ہوتا ہے۔

مثال نمبر3:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ مَجِیْءِ یَوْمٍ " {دن کے آنے پر تجھے طلاق ہے}تو طلاق یوم{دن}کے آنے پر معلق ہو گی{یعنی دوسرے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔

مثال نمبر4:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ مَضَی الْیَوْمِ" {دن کے گزرنے پر تجھے طلاق ہے}تو دیکھا جائے گا کہ شوہر نے یہ جملہ{یہ کلام}



اگر یہ کلام دن میں کیا ہے تو جس وقت یہ ساعت{یعنیsame time}اگلے دن آئے گی تو عورت کو طلاق واقع ہو گی۔

اگر یہ کلام رات میں کیا ہے تو اگلے دن غروب آفتاب ہوتے ہی عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

مثال نمبر5:

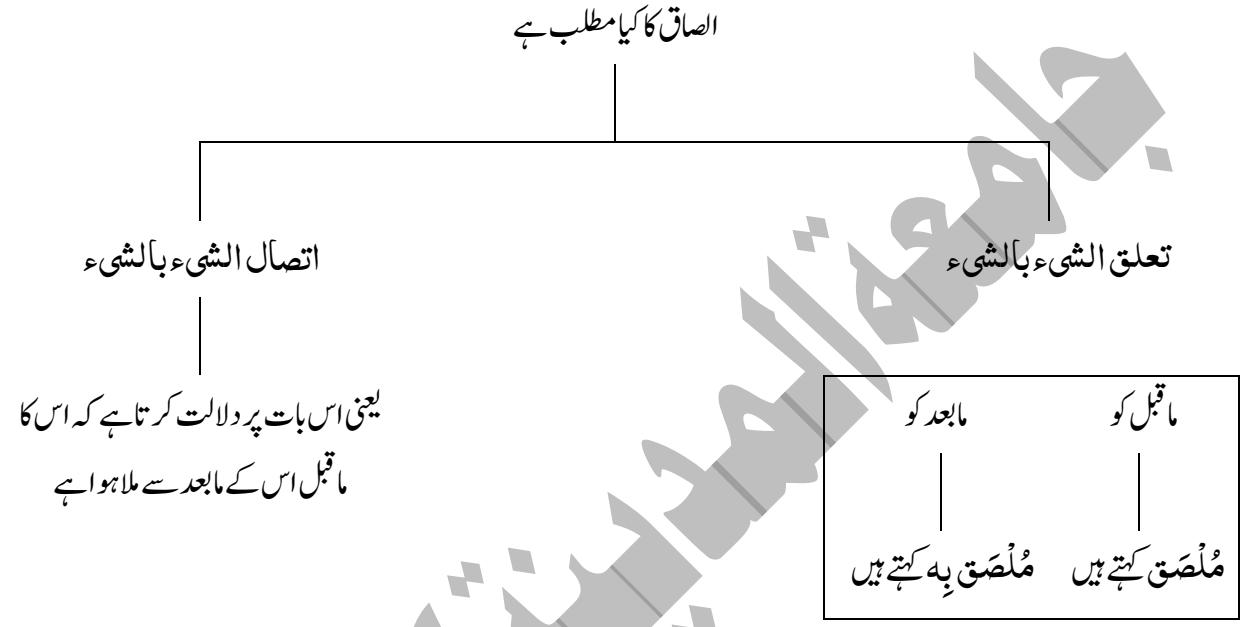
اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ مَشْیَةِ اللّٰہِ"یا"اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ مَشْیَةِ اللّٰہِ"تو یہ کلام اس قول کی طرح ہو گا "اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شاءَ اللّٰہُ"یا"اَنْتِ طَالِقٌ اَرادَ اللّٰہُ"اب چونکہ اللہ پاک کی مشیت اور ارادہ بندے کو معلوم نہیں،لہٰذا اس کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل حرف الباء للالصاق

سوال نمبر 1:"باء" کس لیے آتا ہے؟

جواب:"باء" الصاق کے لیے آتا ہے۔



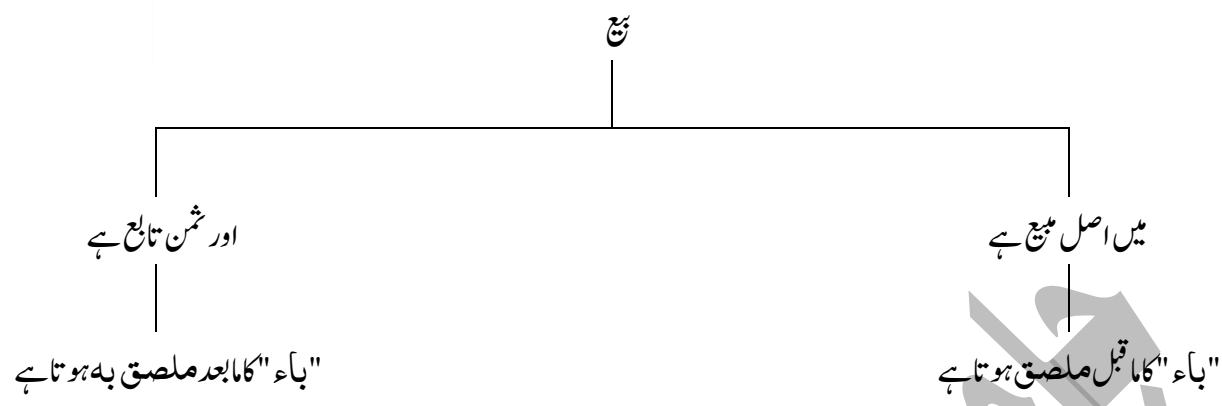
سوال نمبر 2:"باء" کے الصاق کے ہونے پر کوئی دلیل بیان کریں؟

جواب:"باء" الصاق کے لیے آتا ہے، اس لیے کہ یہ اثمان پر داخل ہوتا ہے "اِشْتَرَيْتُ هٰذا لْكِتابَ بِخَمْسِيْنِ دِرْهَماً"۔

"باء" الصاق کے معنی کے لیے ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بیع میں اصل مبیع ہے اور ثمن شرط {تابع} ہے، اسی وجہ سے اگر عقدِ بیع کے بعد اور قبضِ سے پہلے مبیع بائع کے پاس ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ ہو جاتی ہے، اور اگر عقدِ بیع کے بعد اور قبض سے پہلے ثمن مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ {ختم} نہیں ہوتی، بلکہ اس کی جگہ دوسرا ثمن دیا جا سکتا ہے۔

- ❖ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ مبیع بیع میں اصل ہے تو ہم کہتے ہیں ضابطہ یہ ہے کہ تابع اصل کے ساتھ ملصق ہو گا، نہ کہ اصل تابع کے ملصق ہو۔
- ❖ لہٰذا جب حرف باء ثمن پر داخل ہو تع یہ اس بات پر دلیل ہو گی کہ بیع میں ثمن تابع ہے کہ اصل کے ساتھ ملے گا، اور جس پر "باء" داخل ہو وہ ثمن ہو گا، نہ کہ مبیع ہو گا۔

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان



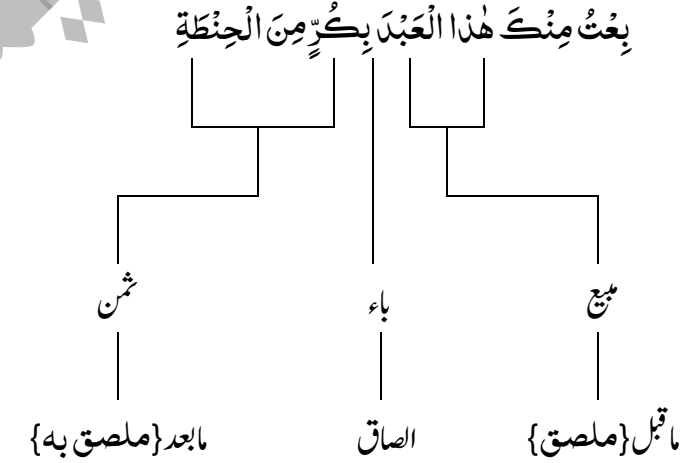
- ملصق: جو ملا ہوا ہو / ملنے والا ہو۔
- ملصق بہ: جس سے ملایا جائے۔
- بیع سلم: وہ عقد جس میں مبیع ادھار اور ثمن نقد ہوتا ہے۔
- کر: ایک پیمانہ ہے۔

سوال نمبر 3: "باء" الصاق کے لیے آتا ہے، مثال بیان کریں؟

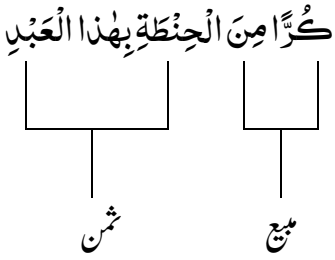
جواب: "باء" الصاق کے لیے آتا ہے، مثال نمبر 1:

ایک شخص نے دوسرے سے کہا "بِعْتُ مِنْكَ هٰذا الْعَبْدَ بِكُرٍّ مِنَ الْحِنْطَةِ" {میں نے یہ غلام آپ کو ایک کُر {پیمانہ} گندم کے عوض بیچا۔

اس مثال میں "العبد {غلام}" مبیع ہے، اور "کُر {گندم کا ایک پیمانہ}" ثمن ہے، اس لیے کہ باء ثمن پر داخل ہوتی ہے، لہٰذا اگر غلام ہلاک ہو گیا تو بیع ہی ختم ہو جائے گی۔



مثال نمبر2:ایک شخص نے دوسرے سے کہا"بِعْتُ مِنْکَ کُرًّا مِنَ الْحِنْطَةِ بِهٰذا الْعَبْدِ "{میں نے آپ کو ایک کُر گندم اس غلام کے عوض بیچا}پھر اس نے گندم کے اوصاف بھی بیان کر دیئے تو یہ{کُر حنطہ}مبیع اور{غلام}ثمن ہو گا۔کیونکہ{باء}غلام پر داخل ہے اور یہ عقد عقدِ سلم ہو گا۔



مثال نمبر3:ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا"اِنْ خَرَجْتِ مِنَ الدَّارِ اِلَّا بِاِذْنِیْ فَاَنْتِ طَالِقٌ"{اگر تو نکلی گھر سے سوائے میری اجازت کے ساتھ تو تو طلاق والی ہے}تو عورت پر ہر مرتبہ نکلنے کے لیے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔ہر بار اجازت اس لیے ضروری ہے کہ شوہر نے عورت کو نکلنے سے منع کیا ہے اور اس نکلنے کو استثناء میں اذن پر"باء"کو داخل کیا ہے لہٰذا ہر بار اجازت لینا ضروری ہو گی۔

لیکن

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اِنْ خَرَجْتِ مِنَ الدَّارِ اِلَّا آذَنَ لَکِ فَاَنْتِ طَالِقٌ"تو اس صورت میں شوہر کا قول ایک مرتبہ اجازت لینے پر محمول ہو گا،پس اگر دوسری مرتبہ شوہر کی اجازت کے بغیر نکلی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

مثال نمبر4:اگر آقا نے اپنے غلام سے کہا"اِنْ اَخْبَرْتَنِیْ بِقُدُوْمِ فُلانٍ فَاَنْتَ حُرٌّ"{اگر تو نے مجھے فلان کے آنے کی خبر دی تو تو آزاد ہے}تو آزادی کا حکم سچی خبر پر محمول ہو گا{یعنی اگر غلام نے سچی خبر دی تو غلام آزاد ہو جائے گا}۔اس لیے کہ آقا نے لفظِ قدوم پر"باء"کو داخل کیا ہے جو الصاق کے لیے آتا ہے اور یہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ خبر فلان کے آنے کے ساتھ ملی ہوئی ہو لہٰذا اس کی آزادی اس خبر معلق ہو گی جو سچی ہو۔

اگر آقا نے اپنے غلام سے کہا"اِنْ اَخْبَرْتَنِیْ اَنَّ فُلاناً قَدِمَ فَاَنْتَ حُرٌّ"{اگر تو مجھے خبر دے کہ فلان آگیا ہے تو تو آزاد ہے}تو یہ جملہ مطلق خبر پر محمول ہو گا،لہٰذا اگر غلام فلان کے آنے کی جھوٹی خبر بھی دے گا تو آزاد ہو جائے گا،کیونکہ آقا نے"باء"کو استعمال نہیں کیا جو الصاق کے لیے آتا ہے۔

مثال نمبر5:اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا"اَنْتِ طَالِقٌ بِمَشِیَّةِ اللّٰهِ"اَوْ"اَنْتِ طَالِقٌ بِاِرَادَةِ اللّٰهِ"اَوْ"اَنْتِ طَالِقٌ بِحُکْمِ اللّٰهِ"تو عورت پر طلاق واقع نہیں ہو گی،کیونکہ بندہ اللہ پاک کے ارادے حکم سے بے خبر ہے{یعنی اللہ پاک کے ارادے کو معلوم کرنا بندے کے لیے محال ہے،لہٰذا عورت کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

فصل فی وجوہ البیان

سوال نمبر 1: بیان کے لغوی واصطلاحی معنی ذکر کریں؟

جواب: بیان کے لغوی معنی:

بیان کے لغوی معنی "ظہور" ہے۔

بیان کے اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرنا بیان کہلاتا ہے۔

سوال نمبر 2: بیان کی اقسام {انواع} ذکر کریں؟

جواب: بیان کی 7 اقسام ہیں:

{1} بیان تقریر

{2} بیان تفسیر

{3} بیان تغییر

{4} بیان ضروت

{5} بیان حال

{6} بیان عطف

{7} بیان تبدیل

سوال نمبر 3: بیان تقریر کی تعریف مع مثال ذکر کریں؟

جواب: بیان تقریر کی تعریف: لفظ کا معنی {مضمون} بلکل ظاہر ہو، لیکن وہ غیر کا احتمال رکھتا ہو، پھر متکلم اپنے بیان کے ذریعے اس بات کو واضح کر دے کہ میری مراد بھی وہی معنی ہے جو ظاہر ہے، تو ظاہر والا معنی متکلم کے بیان کی وجہ سے پختہ ہو جائے گا اور دوسرے معنی کا احتمال ختم ہو جائے گا۔

مثال نمبر 1:

کسی نے اقرار کرتے ہوئے کہا "لِفُلانٍ عَلَيَّ قَفِيْزُ حِنْطَةٍ بِقَفِيْزِ الْبَلَدِ" {یعنی فلان کے لیے مجھ پر شہر کے رائج قفیزوں میں سے ایک قفیز ہے} اس مثال میں "بِقَفِيْزِ الْبَلَدِ" بیان تقریر ہے، کیونکہ اس کے مطابق کلام سے بھی قفیز بلد مراد تھا لیکن غیر کے معنی کا بھی احتمال تھا، چناچہ اس نے "بِقَفِيْزِ الْبَلَدِ" کہہ کر اسی ظاہری معنی کو پختہ کر دیا، اور غیر کے معنی کے احتمال بھی ختم ہو گیا۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

مثال نمبر2:

کسی نے اقرار کرتے ہوئے کہا"لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلْفٌ مِنْ نَقْدِ الْبَلَدِ"بیان تقریر ہے کیونکہ اس کے مطابق کلام سے بھی نقد بلد {یعنی شہر کی رائج نقد}مراد تھا، لیکن غیر کے معنی کا بھی احتمال تھا{یعنی شاید کسی اور علاقے کی نقد بھی مراد ہو}، چناچہ اس نے"مِنْ نَقْدِالْبَلَدِ"کہہ کر اسی ظاہری معنی کو پختہ کر دیااور غیر کے معنی کا احتمال بھی ختم ہو گیا۔

مثال نمبر3:

کسی نے کہا"لِفُلانٍ عِنْدِیْ اَلْفٌ وَدِیْعَةٌ"{فلان کے میرے پاس ایک ہزار امانت کے ہیں}اس مثال میں"وَدِیْعَةٌ"بیان تقریر ہے، کیونکہ اس نے"عِنْدِیْ"مطلق بولا ہے اور جب"عِنْدِیْ"بولا جائے تو امانت کا فائدہ دیتا ہے لیکن اس میں غیر کا احتمال تھا کہ شاید امانت کے طور پر نہ ہو، لیکن متکلم نے"وَدِیْعَةٌ"کہہ کر اسی ظاہری معنی کو پختہ کر دیا، اور غیر کے معنی کے بھی احتمال ختم ہو گیا۔

سوال نمبر4:بیان تقریر کا حکم بیان کریں؟

جواب:بیان تقریر متصل بھی درست ہوتا ہے اور منفصل بھی درست ہوتا ہے{یعنی متکلم اپنے کلام کے فوراًبعد بیان لائے یا کچھ دیر بعد لائے، دنوں جائز ہے۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل بیان التفسیر

سوال نمبر 1: بیان تفسیر کی تعریف مع مثال ذکر کریں؟

جواب: بیان تفسیر کی تعریف: لفظ کے مشترک یا مجمل ہونے کی بناء پر کلام غیر واضح ہو پھر متکلم اپنے بیان کے ذریعے اپنی مراد کو واضح کر دے۔

مثال نمبر 1:

کسی نے اقرار کرتے ہوئے کہا "لِفُلانٍ عَلٰی شَیْءٍ" {فلان کے لیے مجھ پر کچھ ہے} اس مثال میں لفظ "شَیْء" مجمل و مبہم ہے جس کی مراد ظاہر نہیں پھر متکلم نے لفظِ ثوب کہہ کر اپنی مراد کر ظاہر کر دیا کہ شیء سے مراد کپڑا ہے پس اس کا قول "ثَوْب" بیان تفسیر ہے۔

مثال نمبر 2:

کسی نے کہا "لِفُلانٍ عَلَیَّ عَشَرَۃُ دَرَاھِمَ وَنَیْفٌ" {فلان کے لیے مجھ پر دس درہم اور کچھ ہے} اس مثال میں "نَیْف" غیر واضح ہے، کیونکہ "نَیْف" کا اطلاق ایک سے لیکر تین تک ہوتا ہے، پھر متکلم نے آگے لفظِ "واحد" یا "اثنان" کہہ کر اپنی مراد کو واضح کر دیا، لہٰذا {واحد – اثنان} بیان تفسیر ہو گا۔

سوال نمبر 3: بیان تفسیر کا حکم بیان کریں؟

جواب: بیان تفسیر متصل بھی درست ہوتا ہے اور منفصل بھی درست ہوتا ہے {یعنی متکلم اپنے کلام کے فوراً بعد بیان لائے یا کچھ دیر بعد لائے، دنوں جائز ہے۔

فصل اما بیان التغییر

سوال نمبر 1: بیان التغییر کی تعریف بیان کریں؟

جواب: بیان التغییر کی تعریف: یہ ہے کہ متکلم کوئی کلام کرے اسکے بعد ایسا بیان لائے کہ اس سے وہ اپنے کلام کے معنی کو تبدیل کر دے۔

اور

متکلم اپنے کلام کو اپنے ہی بیان سے تبدیل کر دے۔{یعنی کلام میں شرط یا استثناء وغیرہ کر دے، کہ جس سے کلام میں تبدیلی واقع ہو جائے}۔

حوالہ: {تلخیص اصول الشاشی}۔

سوال نمبر 2: بیان التغییر کتنی طرح ہوتا ہے / بیان تغییر کتنی چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے؟

جواب: بیان التغییر 2 طرح ہوتا ہے۔{1} تعلیق {2} استثناء

سوال نمبر 3: تعلیق کی تعریف مع مثال ذکر کریں؟

جواب: تعلیق کی تعریف: کلام کو شرط کے ساتھ معلق کرنا "تعلیق" ہے۔

- بیان التغییر تعلیق کے ساتھ ہو تو، یہ ضروری ہے کہ شرط کلام سے مؤخر ہو اگر شرط کلام سے مقدم ہو گی تو ہمارے نزدیک یہ بیان التغییر نہیں ہو گی۔
- مؤخر مطلب: بعد میں ہے۔

مثال نمبر 1:

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ" اس مثال میں "اَنْتِ طَالِقٌ" کے معنی بلکل واضح ہیں لیکن متکلم نے "اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ" کے ساتھ اس کے معنی کو تبدیل کر دیا، پس اس مثال میں "اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ" بیان التغییر ہے۔

اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ

کلام — شرط {مؤخر}

سوال نمبر 4: تعلیق {معلق} کرنے کا مطلب کیا ہے، اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب:

امام اعظم کے نزدیک

معلق باشرط شرط کے پائے جانے کے وقت سبب ہو گا لیکن شرط کے پائے جانے سے پہلے سبب نہیں ہو گا۔

امام شافعی کے نزدیک

معلق باشرط فی الحال حکم کے واقع ہونے کا سبب ہوتی ہے لیکن شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم بھی نہیں پایا جاتا ہے۔

"مذکورہ اختلاف پر"

مثال نمبر1:

اگر کسی نے اجنبی عورت سے کہا"اِنْ تَزَوَّجْتُکِ فَاَنْتِ طَالِقٌ"تو ہمارے نزدیک تعلیق درست ہے اور شوافع کے نزدیک تعلیق باطل ہے۔لہٰذا ہمارے{احناف کے}نزدیک جب وہ اجنبیہ عورت سے شادی کرے گا،تو اس{عورت کو}طلاق واقع ہو جائے گی،اور شوافع کے نزدیک جب ہو اس اجنبیہ عورت سے شادی کرے گا،تو اس{عورت کو}طلاق واقع نہیں ہو گی۔

مثال نمبر2:

اگر کسی شخص نے کسی دوسرے غلام سے کہا"اِنْ مَلَکْتُکَ فَاَنْتَ حُرٌّ"تو ہمارے نزدیک{احناف}تعلیق درست ہے اور شوافع کے نزدیک تعلیق باطل ہے۔لہٰذا ہمارے{احناف کے}نزدیک جب وہ شخص اجنبیہ عورت سے شادی کرے گا،تو اس{عورت کو}طلاق واقع ہو جائے گی،اور شوافع کے نزدیک جب وہ اس اجنبیہ عورت سے شادی کرے گا،تو اس{عورت کو}طلاق واقع نہیں ہو گی۔

اِنْ تَزَوَّجْتُکِ فَاَنْتِ طَالِقٌ　　اِنْ مَلَکْتُکَ فَاَنْتَ حُرٌّ

دلیل

شوافع کی دلیل:

امام شافعی فرماتے ہیں کہ تعلیق کا حکم یہ ہے کہ صدر کلام{یعنی جزا}فی الحال علت ہو لیکن مذکورہ دونوں مثالوں میں{طلاق اور عتاق}فی الحال علت نہیں بن سکے اس لئے کہ اس نے ان دونوں{طلاق اور عتاق}کو ایسے محل کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ محل اس حکم کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے،لہٰذا تعلیق باطل ہے۔اور کلام لغو ہو جائے گا،اور جب کلام لغو ہو جائے گا تو اجنبیہ سے نکاح کے بعد عورت کو طلاق واقع نہیں ہو گی اور دوسرے کے غلام کے مالک ہونے کے بعد غلام آزاد نہیں ہو گا۔

احناف کی دلیل:

ہمارے نزدیک صدر کلام{یعنی جزا}تکلم کے وقت علت نہیں بنتی بلکہ وجودِ شرط کے وقت علت بنتی ہے لہٰذا جب وہ شادی کرے گا تو شرط پائی گئی{یعنی وہ عورت طلاق کا محل ہے}اور{وہ غلام آزادی کا محل ہے}جب شرط پائی گئی تو جزا بھی واقع ہو گی اسی وجہ سے اس عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی،اور وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

❖ اُصول: معلق باشرط وجود شرط سے پہلے سبب نہیں بنتا، اسی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ عدم ملکیت کی صورت میں وقوع تعلیق کے صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اسے ملکیت یا سببِ ملکیت کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

مثال نمبر1:

اگر کسی نے کسی اجنبی عورت سے کہا"اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ"پھر قائل نے اس اجنبی عورت سے نکاح کرایا، اور اس کے بعد دخول کی شرط پائی گئی تو طلاق واقع نہیں ہو گی،

اس لیے کہ یہاں طلاق نہ تو ملک کی طرف منسوب ہے اور نہ ہی سببِ ملک کی طرف منسوب ہے۔

اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ

اس صورت میں نکاح کے بعد طلاق اس لیے واقع نہیں ہوئی کہ عدم ملکیت کی صورت میں وقوع طلاق کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ ملکیت یا سبب ملکیت کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

اِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ

اِنْ مَلَكْتُكَ فَاَنْتَ حُرٌّ

مذکورہ صورت میں نکاح کرنے اور ملک ہونے کے بعد {طلاق یا آزادی} اس لیے واقع ہو رہی ہے کہ عدم ملکیت کی صورت میں وقوعِ تعلیق کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ اُسے {وقوع تعلیق کو} ملکیت یا سببِ ملکیت کی طرف منسوب کیا گیا ہو، اور یہاں ایسا ہی ہے۔

❖ طول: قدرت واستطاعت۔

❖ حرہ: آزاد عورت۔

❖ طول حرہ: آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی قدرت واستطاعت رکھنا۔

سوال نمبر4: آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی قدرت واستطاعت کے باوجود باندی سے نکاح کرنے کے متعلق اختلاف بیان کریں؟

جواب:

امام اعظم کے نزدیک

امام اعظم کے نزدیک: آزاد عورت سے نکاح پر قدرت کے باوجود باندی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

امام شافعی کے نزدیک

امام شافعی کے نزدیک: جو شخص آزاد عورت سے نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اس کے لیے باندی سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔

دلیل: ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

{1}"اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَالِكَ "مذکورہ آیت کو محرمات کے بعد بیان فرمایا اب یہ آیت عام ہے خواہ آزاد ہو یا باندی، سب سے نکاح کر سکتے ہیں۔

{1}"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ"

مذکورہ آیت میں آزاد یا باندی کی قید نہیں ہے اب جس سے مرضی نکاح کرو، نکاح ہو سکتا ہے۔

دلیل: ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

"وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصِنَاتِ"

{جو شخص تم میں سے آزاد مومنہ عورتوں سے نکاح کرنے پر قادر نہ ہو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کر لے۔

مذکورہ آیت میں مومنہ باندی سے نکاح کرنے کی اس وقت اجازت دی گئی ہے جب آزاد مومنہ عورت سے نکاح کرنے پر قدرت نہ ہو۔

سوال نمبر 5: مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے لیے نفقہ واجب ہو گا یا نہیں، اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب:

امام اعظم کے نزدیک

مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے لیے عدت کے دوران نفقہ واجب ہے

دلیل: "وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ "{یعنی اگر وہ عورتیں حاملہ ہو تو ان کو نفقہ دو یہاں تک کہ وہ لینا حمل وضع کر دیں}۔

امام شافعی کی دلیل کی وضاحت: اس آیت میں حمل شرط ہے اور نفقہ اس کا حکم اور حمل نہ ہونا عدم شرط {شرط کا نہ ہونا} ہے اور عدم شرط حکم سے مانع ہوتا ہے لہٰذا غیر حاملہ کو نفقہ نہیں دیا جائے گا۔

امام شافعی کے نزدیک

مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے لیے عدت کے دوران نفقہ واجب نہیں ہے

دلیل: وجودِ شرط مثبتِ حکم تو ہوتا ہے لیکن عدم شرط مانع حکم نہیں ہوتا {یعنی جب شرط پائی جائی گی تو حکم بھی پایا جائے گا لیکن جب شرط نہیں پائی جائی گی تو حکم ساکت {خاموش} ہوتا ہے {یعنی نہ اس کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ اس کی نفی ہوتی ہے لہٰذا وہ حکم کسی اور دلیل سے ثابت ہو سکتا ہے، اسی وجہ سے مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے نفقہ کے وجود پر ہماری دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

"وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف"

{الفاظ کا آسان معنی}

- وجود شرط {شرط کا پایا جانا}
- مثبت حکم {حکم کو ثابت کرنے والا}
- عدم شرط {شرط کا نہ پایا جانا}
- مستلزم {لازم ہے}
- ساکت عن الحکم {حکم سے خاموش رہنا}

اختلافی مسائل

شوافع کے نزدیک: عدم شرط عدم حکم کو مستلزم ہے۔

احناف کے نزدیک: عدم شرط مانع عن الحکم نہیں ہوتا بلکہ ساکت عن الحکم ہوتا ہے۔

❖ نوٹ:مطلقہ بائنہ حاملہ کے لیے عدت کے دوران نفقہ واجب ہے۔

سوال نمبر6: کیا کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں، اختلاف آئمہ بیان کریں؟

جواب:

امام اعظم کے نزدیک	امام شافعی کے نزدیک
امام اعظم کے نزدیک کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہے دلیل:وجودِ صفت مثبت حکم تو ہوتا ہے لیکن عدم صفت مانع حکم نہیں ہوتا بلکہ ساکت عن الحکم ہوتا ہے{یعنی جب صفت پائی جائے گی تو حکم بھی پایا جائے گا اور جب صفت نہیں پائی جائے گی تو حکم ساکت{خاموش}ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ نہ اس کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ اس کی نفی ہوتی ہے،لہٰذا وہ حکم کسی دوسری دلیل سے ثابت ہو سکتا ہے اور یہاں کتابیہ سے نکاح کا جائز ہونا قرآن پاک کی اس آیت سے ثابت ہے۔ "فانْكِحُوْا ما طابَ لَكُمْ مِنَ النِّساءِ"	امام شافعی کے نزدیک کتابیہ باندی سے نکاح کرنا درست نہیں ہے دلیل: قرآن پاک میں ہے"فَمِنْ مِنَّا مَلَكَتْ اَيْمانكُمْ مِنْ فَتَياتِكُمُ الْمُؤمِنات"اس آیت میں باندی کی صفت مومنہ ہونا ہے لہٰذا کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے،اس لیے کہ عدم صفت{مومنہ نہ ہونا}نکاح کے حکم سے مانع ہے۔

عند الشافعی _____ عدم شرط عدم حکم کو مستلزم ہے۔

عند الاحناف _____ عدم شرط مانع عن الحکم نہیں ہوتا بلکہ ساکت عن الحکم ہوتا ہے۔

اس پر دو مثالیں

آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی قدرت واستطاعت کے باوجود باندی سے نکاح کرنے کے متعلق اختلاف؟

مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے لیے نفقہ واجب ہو گا یا نہیں،اس کے متعلق اختلاف؟

Rule

عند الشافعی _____ عدم شرط عدم حکم کو مستلزم ہے۔

عند الاحناف _____ عدم شرط مانع عن الحکم نہیں ہوتا بلکہ ساکت عن الحکم ہوتا ہے۔

اس پر ایک مثال

کتابیہ باندی سے نکاح کرنے کے جواز اور عدمِ جواز کے متعلق اختلاف؟

❖ بیان تغییر کبھی استثناء کے ساتھ ہوتا ہے۔

استثناء کے متعلق اختلاف آئمہ بیان کریں	
امام اعظم کے نزدیک	امام شافعی کے نزدیک
استثناء تکلم بالباقی کا نام ہے {یعنی استثناء کرنے کے بعد جو مقدار باقی رہ جاتی ہے فقط اسی باقی رہ جانے والی مقدار کے تکلم کا نام "استثناء" ہے، گویا کہ متکلم نے باقی رہ جانے والی مقدار کا ہی تکلم کیا ہے مستثنی منہ کا تکلم کیا ہی نہیں ہے۔ دلیل: احناف کے نزدیک ایک مٹھی اناج دو مٹھی اناج کے عوض {لا تَبِيْعُوْا الطَّعَامَ بِالطَّعَامِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ} کے تحت داخل نہیں۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے مساوات کی صورت کو جائز قرار دیا ہے اور تفاضل کی صورت کو حرام قرار دیا ہے اور مساوات ناپ تول سے ہی ممکن ہے نیز مساوات اور تفاضل اسی مقدار میں ثابت ہوسکتے ہیں جو کسی مقدار برابر کرنے والے پیمانہ کے تحت آسکے، ورنہ ایک عاجز کو نہیں کرنا لازم آئے گا۔ لہٰذا ایک مٹھی اناج کی بیع دو مٹھی اناج کی بیع معیار مسوی کے تحت داخل نہیں ہوگی، اور جب یہ حدیث کے تحت داخل نہیں تو اس کی بیع جائز ہے۔	مستثنی منہ وجوبِ کل کے لیے علت بن کر منعقد ہو جاتا ہے لیکن استثناء اس علت کو کل میں عمل کرنے سے روک دیتا ہے جیسا کہ عدم شرط معلق بالشرط کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے۔ دلیل: صدر کلام {مستثنی منہ} مطلقاً طعام کی طعام کے ساتھ بیع کے حرام ہونے کی علت بن رہا ہے، خواہ مقدار قلیل ہو یا کثیر ہو یا مساوات ہو پھر مساوات کی صورت اس سے خارج ہوگی {یعنی جو مساوات کی بیع ہوگی وہ جائز ہے} اس کے سواء تمام صورتیں حرام ہیں، لہٰذا ایک مٹھی اناج کو دو مٹھی اناج کے عوض بیچنا حرام ہے۔ حدیث: {لا تَبِيْعُوْا الطَّعَامَ بِالطَّعَامِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ}

سوال نمبر7:ایک مٹھی اناج کو دو مٹھی اناج کے عوض بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

امام اعظم کے نزدیک	امام شافعی کے نزدیک
ایک مٹھی اناج کو دو مٹھی اناج کے عوض بیچنا جائز ہے۔	ایک مٹھی اناج کو دو مٹھی اناج کے عوض بیچنا ناجائز ہے۔

سوال نمبر8:بیان التغییر کی مزید مثالیں بیان کریں؟

جواب:مثال نمبر1:

کسی نے کہا"لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلفٌ وَدِیْعَۃٌ"تو یہ ودیعۃ"بیان تغییر"ہے۔اس لیے کہ اس کا قول"لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلفٌ"یہ قرض ہے کیونکہ اس کلام میں علیٰ ہے اور علیٰ وجوب کا فائدہ دیتا ہے{یعنی الزام کے لیے آتا ہے}لیکن پھر متکلم نے اس کے ظاہری معنی{قرض}کو دوسرے معنی{یعنی الزام کے لیے آتا ہے}لیکن پھر متکلم نے اس کے ظاہری معنی{قرض}کو دوسرے معنی{امانت}کی طرف تبدیل کر دیا ہے۔

مثال نمبر2:

کسی نے کہا"لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلْفٌ زُیُوْفٌ"{کہ فلان کے لیے مجھ پر100 کھوٹے ہیں}تو یہ زیوف"بیان تغییر"ہے کیونکہ قائل کا قول"لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلْفٌ"اس کا ظاہری معنی یہ تھا کہ وہ جیاد اور کھرے ہیں لیکن اس نے زیوف کہہ کر{کھرے درہموں}کو{کھوٹے درہم}میں تبدیل کر دیا۔

بیان تغییر کا حکم:بیان تغییر کا حکم یہ ہے کہ یہ{بیان تغییر متصلاً درست ہوتا ہے}لیکن منفصلاً درست نہیں ہوتا۔

مثال نمبر3:

کسی نے کہا"اَعْطَیْتَنِیْ اَلْفاً فَلَمْ اَقْبِضْھا"{کہ تو نے مجھے ایک ہزار دیا،لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا}پس اس کا قول"فَلَمْ اَقْبِضْھا"بیان تغییر ہو گا۔اس لیے کہ"اَعْطَیْتَنِیْ"کا ظاہری معنی یہ ہے کہ تو نے مجھے 1000 ہزار دے دیے اور میں نے ان پر قبضہ کر لیا لیکن جب اس نے"فَلَمْ اَقْبِضْھا"کہا تو پہلے والا کلام کا معنی اس نے بدل دیا۔

مثال نمبر4:

کسی نے کہا"اَسْلَفْتَنِیْ اَلْفاً فَلَمْ اَقْبِضْھا"{کہ تم نے مجھے ایک ہزار روپے پر بیع سلم کی،لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا}پس اس کا قول"فَلَمْ اَقْبِضْھا"بیان تغییر ہو گا۔اس لیے کہ"اَسْلَفْتَنِیْ"کا ظاہری معنی یہ ہے کہ متکلم نے 1000 ہزار روپے پر قبضہ بھی کر لیا اس لیے کہ بیع سلم میں مجلس کے اندر راس المال پر قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے،لیکن جب اس نے"فَلَمْ اَقْبِضْھا"کہا تو پہلے والا کلام کا معنی اس نے بدل دیا۔

فصل اما بیان الضرورت

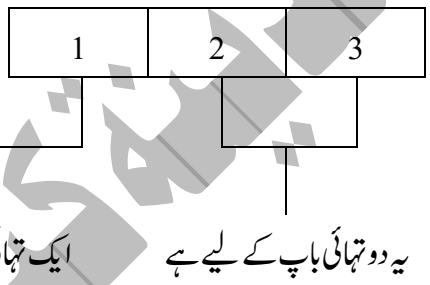
سوال نمبر 1: بیان ضرورت کی تعریف، مع مثال ذکر کریں؟

جواب: بیان ضرورت کی تعریف: جو متکلم کے کلام سے اقتضاءً سمجھ آرہا ہو اور متکلم کے کلام میں اس بیان کے لیے کوئی لفظ موجود نہ ہو۔

مثال نمبر 1:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَ وَرِثَهٗۤ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ" {اور اس {میت} کے وارث اس کے والدین ہوں، تو اس کی ماں کے لیے ایک تہائی ہے۔

اگر کوئی فوت ہو جائے اور اس کے وُرثاء میں صرف اس کے والدین ہوں تو وہ دونوں ہی اس کے وارث ہونگے، پھر قرآن پاک نے ماں کے حصّے کو بیان کر دیا کہ اس کو ایک تہائی ملے گا لیکن باپ کے حصّے کو بیان نہیں کیا تو باپ کا حصّہ اقتضاءً ثابت ہو جائے گا {یعنی ایک تہائی کے بعد جو بچے گا وہ باپ کا ہو گا۔



مثال نمبر 2:

اگر عقدِ مضاربت میں صرف رب المال کا حصّہ متعین کر دیا جائے اور مضارب کا حصّہ متعین نہ کیا جائے یا صرف مضارب کا حصّہ متعین کر دیا جائے اور رب المال کا حصّہ متعین نہ کیا جائے، تو ان دونوں صورتوں میں عقدِ مضاربت درست ہو گا، اس لیے کہ ایک کے حصّے کو متعین کرنے سے دوسرے کا حصّہ ضرورۃً متعین ہو رہا ہے۔

مثال نمبر 3:

اگر عقدِ مزارعت میں مالکِ زمین کا حصّہ متعین کر دیا جائے اور کاشتکار کا حصّہ متعین نہ کیا جائے یا اگر صرف کاشتکار کا حصّہ متعین کر دیا جائے اور مالکِ زمین کا حصّہ متعین نہ کیا جائے، تو ان دونوں صورتوں میں عقدِ مزارعت درست ہو گا، اس لیے کہ ایک کے حصّے کو متعین کرنے سے دوسرے کا حصّہ ضرورۃً متعین ہو رہا ہے۔

مثال نمبر4:

ایک آدمی نے دو آدمیوں کے لیے ایک ہزار روپے کی وصیت کی، پھر ان دونوں میں سے ایک آدمی کا حصّہ بیان کر دیا اور دوسرے آدمی کا حصّہ بیان نہیں کیا تو یہ وصیت درست ہو گی، کیونکہ دوسرے آدمی کا حصّہ اقتضاءً ثابت ہو جائے گا۔

مثال نمبر5:

ایک شخص نے دو بیویاں تھیں، اس نے بغیر کسی تعیین کے ان دونوں میں سے ایک کو طلاق دی پھر ان میں سے ایک سے وطی کر لی تو یہ ایک سے وطی کرنا" بیان ضرورت" ہو گا، اس بات کا کہ طلاق دوسری بیوی کو ہے۔

مثال نمبر6:

اگر کسی شخص کی دو لونڈیاں ہیں اب اس نے کہا تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے اب کسی ایک سے وطی کی تو دوسری آزاد نہیں ہو گی، کیونکہ لونڈی سے وطی کرنا، دو لحاظ سے ہے {1} ملک کے طریقے سے {2} نکاح کے طریقے سے۔ لہٰذا اگر وطی کرتا ہے تو ملک کی جہت متعین نہیں ہو گی کہ یہ کونسی جہت سے وطی کر رہا ہے۔

- عقدِ مضاربت: وہ عقد ہے جس میں ایک آدمی کا مال ہو اور دوسرے کے محنت ہو۔
- رب المال: صاحبِ مال کو رب المال {مال والا} کہتے ہیں۔
- مضارب: جس کی محنت ہو اُسے مضارب کہتے ہیں۔
- عقدِ مزارعت: وہ عقد ہے جس میں ایک کی زمین ہو اور دوسرے کی محنت ہو۔

فصل اما بیان الحال

سوال نمبر 1: بیان حال کی تعریف، مع مثال بیان کریں؟

جواب: بیان حال کی تعریف: جس جگہ بیان کرنے کی ضرورت ہو، وہاں سکوت اختیار کرنا "بیان حال" کہلاتا ہے۔

مثال نمبر 1:

حضور اقدس ﷺ نے کسی شخص کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا، اور حضور اقدس ﷺ نے اُسے منع نہیں فرمایا، بلکہ سکوت اختیار فرمایا تو حضور اقدس ﷺ کا سکوت اختیار کرنا اس بات کا بیان ہو گا کہ کام شرعاً جائز ہے۔

مثال نمبر 2:

جب شفیع {حق شفعہ رکھنے والے} کو اس بات کا علم ہوا کہ اس کے پڑوس میں گھر کی بیع ہو رہی ہے اور اس نے سکوت اختیار کیا تو اس کا سکوت {یعنی خاموش رہنا} اختیار کرنا، اس بات کا بیان ہے کہ اس بیع سے یہ راضی ہے۔

مثال نمبر 3:

باکرہ بالغہ کی اجازت کے بغیر جب اس کے ولی نے اس کا نکاح کر دیا پھر اسے {باکرہ بالغہ} کو نکاح کی خبر ملی، اور اس نے سکوت اختیار کیا تو اس کا سکوت {یعنی خاموش رہنا} اختیار کرنا اس بات کا بیان ہے کہ وہ {باکرہ بالغہ} اس نکاح سے راضی ہے۔

مثال نمبر 4:

جب آقا نے دیکھا کہ اس کا غلام بازار میں خرید و فروخت کر رہا ہے، آقا نے اس کو دیکھ کر سکوت اختیار کیا، تو آقا کا سکوت {یعنی خاموش رہنا} اختیار کرنا اجازت کے مرتبے میں ہو گا۔

مثال نمبر 5:

"اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ اَنْكَرَ" {مدعی پر گواہی ہے اور منکر پر قسم ہے}، اگر مدعی گواہ پیش کرنے سے پہلے عاجز رہا اور منکر سے قاضی قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے مگر وہ مجلس قضاء {فیصلے کی جگہ} میں قسم نہ اٹھائے اور خاموش رہنا اور خاموش رہے تو منکر کا خاموش رہنا، اس بات کا بیان ہے کہ وہ اپنے اوپر مال لازم کئے جانے پر راضی ہے، مگر صاحبین کے نزدیک منکر کا قسم اُٹھانے سے باز رہنا گویا اپنے اوپر لزومِ مال کا اقرار نہیں ہے بلکہ یہ بطور بذل کے ہے۔

- مدعی: دعوی کرنے والے کو "مدعی" کہتے ہیں۔
- منکر: انکار کرنے والے کو "منکر" کہتے ہیں۔
- بذل: خرچ کرنے کے طریقے پر ہو گا {یعنی شرفاء سچی قسم اُٹھانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں تو یہ خرچ کرنا قسم سے بچنے کے لیے ہے نہ کہ اقرار کے طریقے پر ہیں۔
- اجماعِ سکوتی: کچھ عُلماء کسی حکم کو صراحۃً بیان کر دیں اور باقی اس پر خاموش رہیں تو یہ حکم اجماع عُلماء سے ثابت ہو جائے اور اس اجماع کو "اجماعِ سکوتی" کہتے ہیں۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل فی بیان العطف

- **مکیلی:** اس چیز سے مراد ناپی جانے والی چیز ہے۔ جیسے: گندم وغیرہ
- **موزونی:** اس سے مراد وزن کی جانے والی چیز ہے۔ جیسے: درہم ودینار جو کہ سونے یا چاندی سے بنے ہوئے ہیں
- **جملہ مجملہ:** اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عدد مرکب {تین یا اور اس سے زائد گنتی} ہو۔
- **عطف بیان:** اگر کسی مجمل جملے پر مکیلی یا موزونی چیز کا عطف کریں، تو یہ عطف اس مجمل جملے کا بیان ہو گا، اور اِسے ہی عطف بیان کہتے ہیں۔

بیان عطف کی صورتیں

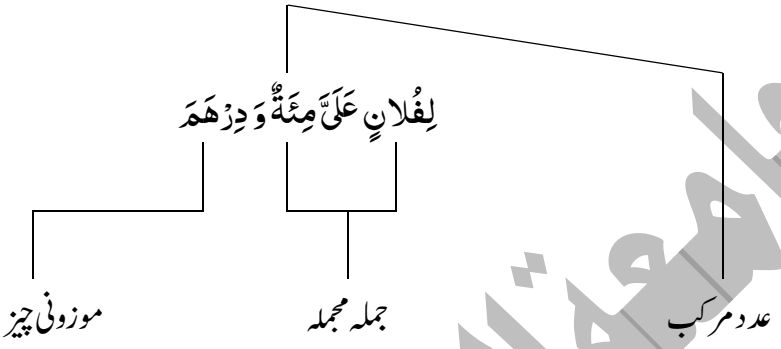
- پہلی صورت: جب جملہ مجملہ پر کسی مکیلی یا کسی موزونی چیز عطف کیا جائے، تو یہ عطف اس جملہ مجملہ کے لیے بیان ہو گا۔
- دوسری صورت: جب جملہ مجملہ پر کسی عدد کا عطف کیا جائے خواہ وہ عدد مکیلی یا موزونی چیز کا ہو یا غیر مکیلی یا موزونی چیز کا ہو، تو یہ عطف بھی اس جملہ مجملہ کے لیے بیان ہو گا۔
- تیسری صورت: جب جملہ مجملہ پر عطف کیا جائے، معدود مفرد کا شرط یہ ہے کہ وہ معدود مکیلی یا موزونی چیز نہ ہو تو،
  - طرفین کے نزدیک یہ عطف جملہ مجملہ کے لیے بیان نہیں ہو گا۔
  - امام ابو یوسف کے نزدیک یہ عطف بھی جملہ مجملہ کے لیے بیان ہو گا۔

- یہ عطف اس جملہ مجملہ کے لیے بیان ہو گا، کا مطلب: یہ ہے کہ معطوف علیہ، معطوف کے کی جنس سے ہے۔
- پہلی صورت مع مثال: جب جملہ مجملہ پر کسی مکیلی یا موزونی چیز عطف کیا جائے، تو یہ عطف اس جملہ مجملہ کے لیے بیان ہو گا۔

مثال نمبر 1:

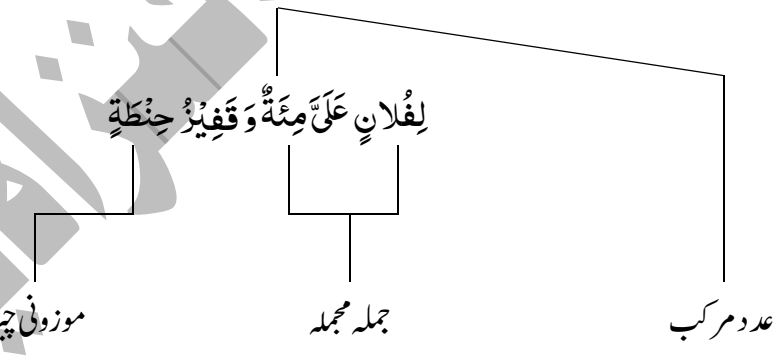
جامعۃ المدینۃ فیض الایمان

کسی شخص نے کہا"لِفُلانٍ عَلَيَّ مِئَةٌ وَ دِرْهَمَ"{فلان کے لیے مجھ پر100 اور 1 درہم ہے}تو اس مثال میں"مِئَةٌ"پر"دِرْهَمَ" عطف کرنا اس بات کا بیان ہے کہ وہ تمام کا تمام اسی جنس سے ہے{یعنی اقرار کرنے والے پر 101 درہم لازم ہونگے}۔



مثال نمبر2:

کسی شخص نے کہا"لِفُلانٍ عَلَيَّ مِئَةٌ وَ قَفِيْزُ حِنْطَةٍ"{فلان کے لیے مجھ پر100 اور 1 قفیز گندم ہے}تو اس مثال میں"مِئَةٌ" پر"قَفِيْزُ حِنْطَةٍ"عطف کرنا اس بات کا بیان ہے، کہ وہ تمام کا تمام اسی جنس سے ہے{یعنی اقرار کرنے والے پر 101 قفیز گندم کے لازم ہونگے}۔



❖ دوسری صورت مع مثال:جب جملہ مجملہ پر کسی عدد کا عطف کیا جائے خواہ وہ عدد موزونی یا مکیلی چیز کا ہو، غیر موزونی یا غیر مکیلی چیز کا ہو تو یہ عطف اس جملہ مجملہ کے لیے بیان ہو گا۔

مثال نمبر1:

کسی شخص نے کہا"لِفُلانٍ عَلَیَّ مِئَۃٌ وَ ثَلاثَۃُ اَثْوَابٍ"{یعنی فلان کے لیے مجھ پر100اور 3 کپڑے ہیں}تو اس مثال میں معطوف علیہ100 ہے، لیکن پتہ نہیں کہ100 کیاہیں البتہ معطوف میں تین کپڑوں کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معطوف علیہ میں بھی 100 کپڑوں کا ذکر ہے، لہٰذا اقرار کرنے والے پر103 کپڑے لازم ہونگے۔

مثال نمبر2:

کسی شخص نے کہا"لِفُلانٍ عَلَیَّ مِئَۃٌ وَ ثَلاثَۃُ اَثْوَابٍ"{یعنی فلان کے لیے مجھ پر100اور 3 درہم ہیں}تو اس مثال میں معطوف علیہ100 ہے، لیکن یہ پتہ نہیں کہ100 کیاہیں، البتہ معطوف میں تین درہموں کا ذکر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معطوف علیہ میں بھی 100 درہم کا ذکر ہے، لہٰذا اقرار کرنے والے پر103 درہم لازم ہونگے۔

مثال نمبر3:

کسی شخص نے کہا"لِفُلانٍ عَلَیَّ مِئَۃٌ وَ ثَلاثَۃُ اَعْبُدٍ"{یعنی فلان کے لیے مجھ پر100اور 3 غلام ہیں}تو اس مثال میں معطوف علیہ100 ہے، لیکن یہ پتہ نہیں کہ100 کیاہیں، البتہ معطوف میں تین غلاموں کا ذکر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معطوف علیہ میں بھی 100 درہم کا ذکر ہے، لہٰذا اقرار کرنے والے پر103 غلام لازم ہونگے۔

❖ تیسری صورت مع مثال: جب جملہ مجملہ پر عطف کیا جائے معدود مفرد کا شرط یہ ہے کہ وہ معدود مکیلی چیز یا موزونی چیز نہ ہو تو

طرفین{امام محمد + امام اعظم}کے نزدیک — یہ عطف جملہ مجملہ کے لیے بیان نہیں ہو گا

امام ابو یوسف کے نزدیک — یہ عطف جملہ مجملہ کے لیے بیان ہو گا

مثال نمبر1:

کسی شخص نے کہا" لِفُلانٍ عَلَیَّ مِئَۃٌ وَ ثَوْبٌ"{فلان کے لیے مجھ پر100اور 1 کپڑا ہے}تو اس مثال میں "ثَوْبٌ"نہ مکیلی چیز ہے اور نہ ہی موزونی چیز ہے، لہٰذا طرفین کے نزدیک یہ عطف "مِئَۃٌ" کے لیے بیان نہیں ہو گا، بلکہ متکلم سے پوچھا جائے گا کہ "مِئَۃٌ" سے کیا مراد ہے اگر وہ کہے کے میری مراد "ثَوْبٌ"{کپڑا} ہے، تو متکلم پر101 کپڑے لازم ہونگے، اور اگر کہے کہ میری مراد کچھ اور ہے، تو وہی واجب ہو گا جو اس کی مراد ہو گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک101 کپڑے لازم ہونگے۔

مثال نمبر1:

کسی شخص نے کہا" لِفُلانٍ عَلَیَّ مِئَۃٌ وَ شاۃٌ"{فلان کے لیے مجھ پر100 اور 1 بکری ہے}تواس مثال میں "شاۃٌ"نہ مکیلی چیز ہے اور نہ ہی موزونی چیز ہے،لہٰذا طرفین کے نزدیک یہ عطف "مِئَۃٌ" کے لیے بیان نہیں ہو گا،بلکہ متکلم سے پوچھا جائے گا کہ "مِئَۃٌ" سے کیا مراد ہے اگر وہ کہے کے میری مراد "شاۃٌ"{بکری}ہے،تو متکلم پر 101 بکریاں لازم ہو نگی،اور اگر کہے کہ میری مراد کچھ اور ہے،تو وہی واجب ہو گا جو اس کی مراد ہو گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک 101 بکریاں لازم ہو نگی۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل اما بیان التبدیل

سوال نمبر 1: بیان تبدیل کی تعریف، نیز اس کا حکم بیان ہیں؟

جواب: بیان تبدیل کی تعریف: سابق حکم کو اور منسوخ کرنا بیان تبدیل کہلاتا ہے۔

❖ بیان تبدیل کو "بیان نسخ" بھی کہتے ہیں۔

بیان تبدیل کا حکم: اس کا حق صرف شارع کو ہے بندوں کے لیے جائز نہیں ہے۔

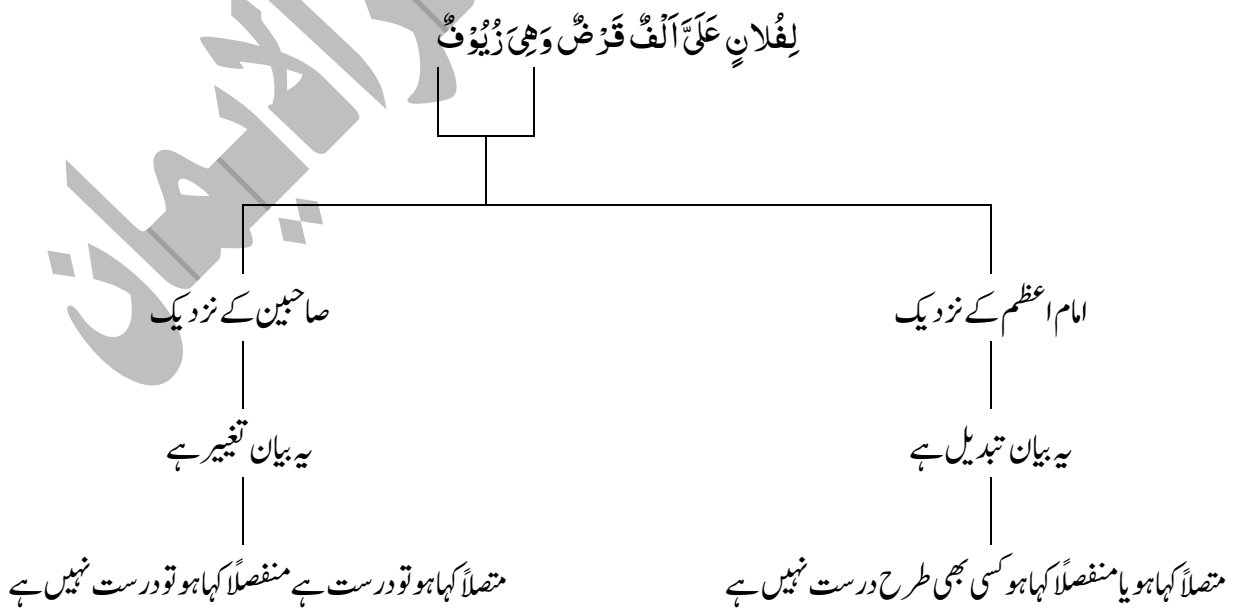
سوال نمبر 2: کُل کا کُل سے استثناء کیوں باطل ہے؟

جواب: کُل کا کُل سے استثناء کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کہ یہ حکم کو منسوخ کرنا ہے، اور نسخ کا حق صرف "شارع" کو ہے، بندوں کو اس کا حق نہیں ہے۔ جیسے: "لِفُلانٍ عَلَيَّ اَلْفٌ اِلَّا اَلْفٌ"۔

سوال نمبر 3: چند وہ مثال بیان کریں جن کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے آ! یا وہ بیان کریں تغییر ہے یا بیان تبدیل ہے؟

جواب: مثال نمبر 1:

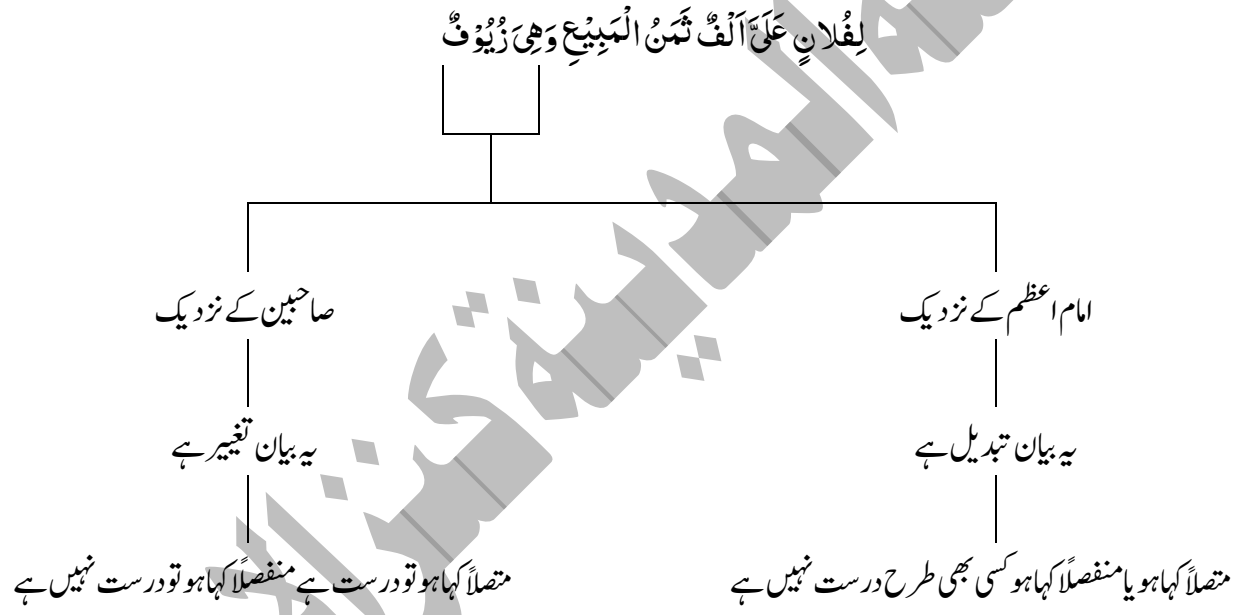
کسی آدمی نے اقرار کیا "لِفُلانٍ عَلَيَّ اَلْفٌ قَرْضٌ وَهِيَ زُيُوْفٌ" {فلان کے لیے مجھ پر ایک ہزار قرض ہے اور وہ کھوٹے ہیں} تو امام اعظم کے نزدیک "وَهِيَ زُيُوْفٌ" کہنا بیان تبدیل ہے اگر اس نے "وَهِيَ زُيُوْفٌ" متصلاً کہا ہو تب بھی درست نہیں ہے {یعنی اس پر جیاد {کھڑے} ہی واجب ہونگے}، اور صاحبین کے نزدیک "وَهِيَ زُيُوْفٌ" کہنا بیان تغییر ہے، اگر اس نے متصلاً کہا تو اس کا بیان بننا درست ہے اور اگر اس نے منفصلاً کہا تو اس کا بیان بننا درست نہیں ہے {یعنی اس پر کھڑے ہی واجب ہونگے}۔



مثال نمبر2:

کسی آدمی نے اقرار کیا"لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلْفٌ ثَمَنُ الْمَبِیْعِ وَھِیَ زُیُوْفٌ"{فلان کے لیے مجھ پر ایک ہزار ہے مبیع کی قیمت کے اور وہ کھوٹے ہیں}تو امام اعظم کے نزدیک"وَھِیَ زُیُوْفٌ"کہنا بیان تبدیل ہے،اگر اس نے"وَھِیَ زُیُوْفٌ"متصلاً کہا ہو تب بھی درست نہیں ہے{یعنی اس پر جیاد{کھرے}ہی واجب ہونگے}،

اور صاحبین کے نزدیک"وَھِیَ زُیُوْفٌ"کہنا بیان تغییر ہے،اگر اس نے متصلاً کہا تو اس کا بیان بننا درست ہے اور اگر اس نے منفصلاً کہا تو اس کا بیان بننا درست نہیں ہے{یعنی اس پر کھرے ہی واجب ہونگے}۔



مثال نمبر3:

اگر کوئی شخص کہے"لِفُلانٍ عَلَیَّ اَلْفٌ ثَمَنُ الْجَارِیَةِ بَاعَنِیْھَا وَ لَمْ اَقْبِضْھَا"{یعنی فلان کے لیے مجھ پر ایک ہزار ہے اس لونڈی کے قیمت کے سے جو ان نے مجھے بیچی ہے اور میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا}اب حال یہ ہے کہ بائع کی لونڈی نہیں ہے تو امام اعظم کے نزدیک یہ تبدیل ہو گا،

جب کوئی چیز خریدی جائے اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس وہ چیز ہلاک ہو جائے تو بیع ختم ہو جاتی ہے اگر بائع نے رقم لی ہے تو اُسے لوٹانا ضروری ہے،اگر کوئی کہتا ہے کہ فلان کی اتنی رقم دینی ہے کیونکہ میں نے اس سے لونڈی خریدی تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس

نے لونڈی پہ قبضہ بھی کیا تھا، ورنہ قبضہ نہ کیا ہوتا تو رقم کیسے لازم ہوتی، اس لیے اس کا کہنا "وَ لَمۡ اَقۡبِضۡها" اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا ہے جو جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر 4: اقرار، عتاق اور طلاق سے رجوع کرنا کیوں درست نہیں ہے؟

جواب: اقرار، عتاق اور طلاق سے رجوع کرنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ نسخ ہے، اور بندوں کے لیے نسخ جائز نہیں ہے۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

البحث الثانی فی سنۃ رسول اللہ ﷺ

سوال نمبر 1: سنت کے لغوی معنی واصطلاحی معنی بیان کریں؟

جواب: لغوی معنی: عادت اور طریقہ ہیں۔

اصطلاحی معنی: ہر وہ چیز جو حضور اقدس ﷺ سے قرآن کے علاوہ سے صادر ہو خواہ وہ آپکا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر ہو۔

سوال نمبر 2: ماقبل میں مصنف نے فرمایا "اَلْبَحْثُ الثَّانِیْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ" اور اسکے بعد فرمایا "خَبَرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ" اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مصنف نے سنت کے بجائے خبر کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اصولیین کے نزدیک خبر کا تعلق صرف قول کے ساتھ ہوتا ہے اور آنے والی اقسام کا تعلق بھی قول کے ساتھ ہے، اسی وجہ سے سنت کے بجائے خبر کہہ دیا۔

سوال نمبر 3: خبرِ رسول کی شرعی حیثیت کیا ہے، نیز خبر کا حکم بیان کریں؟

جواب: علم و عمل کے اعتبار سے خبرِ رسول کی شرعی حیثیت کے اعتبار سے سنتِ رسول ﷺ قرآن پاک کی طرح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مَنْ یطع الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" {یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ پاک کی اطاعت کی۔

اِلَّا اَنَّ الشُّبْھَۃَ فِیْ بَابِ الخَبرِ فِیْ ثُبُوْتِہٖ۔۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 4: مذکورہ عبارت کی وضاحت اس طرح کریں کہ اعتراض وجواب واضح ہو جائے؟

جواب: مذکورہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے،

اعتراض: جب خبرِ رسول ﷺ کا وہی درجہ ہے جو کتاب اللہ کا ہے تو پھر خبرِ رسول کو بھی قطعی اور متواتر ہونا چاہیے جبکہ اس کی تین اقسام ہیں؟

جواب: قرآنِ پاک کا ثبوت شک وشبہ سے پاک ہے لیکن خبرِ رسول میں دو وجہ سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

{1} ثبوت میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں۔

{2} حضور اقدس ﷺ کے ساتھ خبر میں اتصال میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث آپ ﷺ تک متصل ہے یا نہیں۔

سوال نمبر 5: "اَلْخَبَرُ علٰی ثَلَاثَۃِ اَقْسَامٍ" سے کونسی اقسام مراد ہے اور کس اعتبار سے یہ تقسیم ہے؟

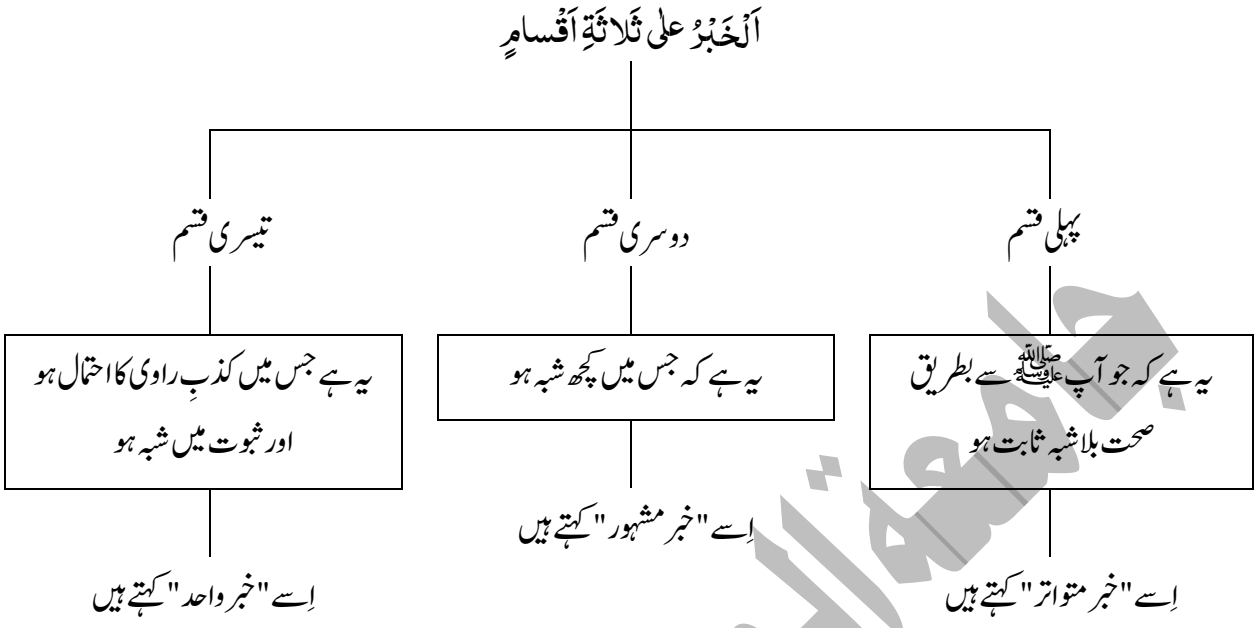
جواب: نقل کرنے میں کثرت وقلت کے اعتبار سے حدیث کی 3 قسمیں ہیں:

{1} حدیث متواتر

{2} حدیث مشہور

{3} خبرِ واحد

جامعۃ المدینہ کنز الایمان



سوال نمبر6: حدیث متواتر کی تعریف مع مثال اور حکم بیان کریں؟

جواب: حدیث متواتر کی تعریف: وہ حدیث جسے ہر زمانے میں ایک جماعت نے دوسری جماعت سے اس طرح نقل کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا متصور نہ ہو اور یہ حدیث اسی طریقے سے چلتی ہوئی ہم تک پہنچی ہو۔

مثال:

{1} قرآن کریم کا ہم تک منتقل ہونا {2} زکوۃ کی مقدار

{3} نماز کی رکعات کی تعداد

حکم: حدیث متواتر سے علمِ قطعی و یقینی حاصل ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر ہے، نیز اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر7: حدیث مشہور کی تعریف مع مثال اور حکم بیان کریں؟

جواب: حدیث مشہور کی تعریف: وہ حدیث جو عصرِ صحابہ علیہم السلام میں خبر واحد کی طرح ہو پھر دوسرے اور تیسرے دور میں مشہور ہو جائے اور امت مسلمہ اس کو قبول کرے یہاں تک کہ متواتر کی طرح ہم تک پہنچے۔

مثال:

{1} حدیثِ رجم {2} موزوں پر مسح کرنے والی حدیث

حکم: حدیثِ مشہور علمِ طمانیت کا فائدہ دیتی ہے {یعنی حدیث مشہور سے مطمئن کرنے والا علم حاصل ہوتا ہے}، اس پر بھی عمل کرنا لازم ہے اس کا انکار بدعت ہے۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

سوال نمبر7: خبر واحد کی تعریف مع مثال اور حکم بیان کریں؟

جواب: خبر واحد کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کو ایک راوی نے ایک راوی سے یا ایک راوی نے راویوں کی ایک جماعت سے یا ایک جماعت نے ایک راوی سے نقل کرے۔

حکم: خبر واحد احکام شرعیہ میں عمل کو واجب کرتی ہے لیکن آٹھ شرائط کے ساتھ، چار شرائط راوی میں موجود ہوں اور باقی چار شرائط خبر واحد میں موجود ہو، اور وہ شرائط یہ ہیں:

{1} راوی کا مسلمان ہونا
{2} عادل ہونا
{3} قوی الحفظ ہونا
{4} عاقل ہونا
{5} "خبر واحد" کی سند حضور اقدس ﷺ سے متصل ہو کر تجھ تک پہنچے
{6} "خبر واحد" قرآن پاک کے مخالف نہ ہو
{7} "خبر واحد" حدیثِ مشہور کے خلاف نہ ہو
{8} "خبر واحد" ظاہر کے خلاف نہ ہو

ثُمَّ الرَّاوِیْ فِی الْاَصْلِ قِسْمَانِ

معروف بالعلم و الاجتهاد	هم المعرفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد و الفتوی
جب ان حضرات کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو قیاس کے مقابلے میں اس {حدیث} پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔	جب ان حضرات کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو پھر دیکھیں گے کہ وہ روایت قیاس کے موافق ہے یا قیاس کے مخالف ہے، اگر موافق ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

سوال نمبر8: علم و اجتہاد کے اعتبار سے راوی کی کتنی قسمیں ہیں، مع حکم بیان کریں؟

جواب: علم و اجتہاد کے اعتبار سے راوی کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ رواۃ جو علم و اجتہاد میں معروف ہوں۔

حکم: جب ان حضرات کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو قیاس کے مقابلے میں اس {حدیث} پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

دوسری قسم: وہ رواۃ جو حفظِ و عدالت میں معروف ہوں لیکن اجتہاد و فتوی میں معروف نہ ہوں۔

حکم: جب ان حضرات کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو پھر دیکھیں گے کہ وہ روایت قیاس کے موافق ہے یا قیاس کے مخالف ہے، اگر موافق ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

سوال نمبر9:چند ان راویوں کے نام لکھیں جو علم واجتہاد کے اعتبار سے معروف ہیں؟ اور چند ان راویوں کے نام لکھیں جو حفظ وعدالت کے اعتبار سے معروف ہیں؟

جواب:علم واجتہاد کے اعتبار سے معروف راویوں کے نام:

خلفاءِ راشدین{حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ}اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاذ بن جبل، وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

حفظ وعدالت کے اعتبار سے معروف راویوں کے نام:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

❖ اُصول:جب ان حضرات کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو قیاس کے مقابلے میں اس{حدیث}پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

سوال نمبر10:اس اُصول کے تحت جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مثالیں ذکر کی ہیں وہ بیان کریں؟

جواب:مثال نمبر1:

اس اصول کے تحت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث اعرابی کو قیاس کے مقابلے میں ترجیح دی ہے اور قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔

حدیث اعرابی یہ ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ جن کی آنکھ میں کچھ کمزوری تھی وہ نماز کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ مسجد کے قریب وہ میں گر پڑے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالتِ نماز میں قہقہ لگا کر ہنس پڑے تو نماز کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم میں سے جو قہقہ لگا کر ہنسا ہے وہ نماز اور وضو دونوں لوٹائے۔

اب نماز کو ٹوٹنا تو موافق قیاس ہے کیونکہ قہقہ تو کلام کی طرح ہے لیکن وضو ٹوٹنا خلافِ قیاس ہے اس وجہ سے امام محمد نے قیاس کو ترک کر دیا۔

مثال نمبر2:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ محاذاۃ میں تاخیر النساء کی حدیث پر عمل کو قیاس کے مقابلے میں ترجیح دی ہے اور قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔

مسئلہ محاذاۃ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اگر عورت نماز میں مرد کے برابر کھڑی ہو جائے یا مرد عورت کے برابر میں کھڑا ہو جائے، تو دونوں صورتوں میں مرد کی نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ حدیث میں ہے "عورتوں کو پیچھے رکھو"۔

اب قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس طرح مرد کی نماز فاسد ہو گی اسی طرح عورت کی نماز بھی فاسد ہو جائے مگر صرف مرد کی نماز فاسد ہو گی، کیونکہ عورتوں کو پیچھے کھڑا کرنا مردوں کی ذمہ داری تھی اور اس نے ذمہ داری پر عمل نہیں کیا، اسی وجہ سے مرد کی نماز فاسد ہو گی۔

مثال نمبر3:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قے کے ناقضِ وضو ہونے کی حدیث پر عمل کو قیاس کے مقابلے میں ترجیح دی ہے اور قیاس کو ترک کر دیا۔

حدیثِ قے یہ ہے کہ "حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا اگر کسی کو نماز میں قے آئے یا نکسیر پھوٹے تو اسے چاہیے کہ نماز سے پھر جائے اور وضو کر کے سابقہ نماز پر بناء کرے جب تک اس نے کلام نہ کیا ہو"

اب قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ قے ناقصِ وضو نہ ہو کیونکہ قے معدے کے اوپر سے نکلتی ہے اور وہ محلِ نجاست نہیں ہے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس کے مقابلے میں حدیث کو ترجیح دی۔

مثال نمبر 4:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سہو بعد السلام کی حدیث پر عمل کرنے کو قیاس کے مقابلے میں ترجیح دی ہے اور قیاس کو ترک کر دیا ہے۔

حدیثِ پاک یہ ہے "ہر سہو کے لیے دو سجدے ہے {سلام کے بعد ہونگے}" اس حدیث سے معلوم ہے کہ اگر نماز میں بھول چوک کی وجہ سے کمی یا زیادتی ہو جائے تو سلام کے بعد دو سجدے سہو کر لیں۔

اب قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس طرح سہو نماز کے اندر {سلام سے قبل} ہوا ہے اسی طرح سجدہ سہو بھی نماز کے اندر ہو، لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو ترجیح دی ہے اور قیاس پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے۔

اُصول: قسم ثانی کے راویوں کی روایت کردہ حدیث ہم تک صحیح ثابت ہو کر پہنچے تو اگر وہ قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر وہ قیاس کے مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

سوال نمبر 11: مذکورہ اصول کے تحت کوئی مثال ذکر کریں؟

جواب: مثال:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پاک مروی ہے۔

حدیثِ پاک یہ ہے کہ "جس چیز کو آگ نے چھو لیا تو اس کے کھانے سے وضو واجب ہے" جب حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سنائی تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بتائیں اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں {جس کو آگ نے چھوا ہے} تو کیا دوبارہ وضو کرنا واجب ہو گا؟ تو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قیاس سن کر سکوت اختیار کیا۔

یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مخالفِ قیاس ہونے کی وجہ سے رد فرمایا ہے۔

مسئلہ مصرّاۃ:

اگر کسی شخص نے جانور بیچنا ہوتا ہے تو بعض اوقات تو وہ اس کا دودھ اس جانور کے تھنوں میں جمع کرتا ہے اور وقتِ بیع سے ایک دن پہلے دودھ دوہنا چھوڑ دیتا ہے تاکہ وقتِ بیع میں دودھ زیادہ دوہا جائے اور خریدار یہ سمجھے کہ اس جانور کا دودھ زیادہ ہے اور وہ اس کی قیمت زیادہ لگائے۔

سوال نمبر12: مسئلہ مصراۃ میں علماء کے اختلاف کو بیان کریں، نیز احناف کے قیاس پر عمل کیوں کیا؟

جواب:

امام شافعی کے نزدیک	امام اعظم کے نزدیک
اگر کسی شخص نے جانور کے تھنوں میں دودھ روک کر اسے فروخت کیا پھر خریدار کے ہاں دودھ کم نکلا تو حدیث پاک کے مطابق مشتری کو دو باتوں کا اختیار ہے{1}چاہے تو بیع کو باقی رکھے {2}چاہے تو جانور کو واپس کردے اور جو دودھ استعمال کیااس کے بدلے ایک صاع تمر دے دے اور اپنا ثمن واپس لے لے۔ حدیث:اونٹنیوں اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ نہ روکو،پس جو ایسے جانور کو خریدے گاتو مشتری کو دودھ دھونے کے بعد دو اختیار حاصل ہونگے،{1}اس جانور کو اپنے پاس رکھ لے{2}اور چاہے تو جانور کو واپس کردے ایک صاع کھجوریں بھی بائع کو دے۔	مشتری کو مبیع واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو گا البتہ مشتری کو رجوع بالنقصان کا حق ہو گا۔ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے کیونکہ اس نے جو دودھ استعمال کیا کھجوریں اس کی نہ مثلِ صوری ہے،اور نہ ہی مثلِ معنوی ہے،اور ضمان کو دو ہی قسمیں ہیں،اسی وجہ سے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا اور قیاس کو ترجیح دیتے ہوئے مشتری کو رجوع بالنقصان کا حق دیا جائے گا۔

سوال نمبر13: خبر واحد پر عمل کی شرائط کا مقصد اس انداز میں بیان کریں کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک راویوں کی اقسام بھی واضح ہو جائیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی واضح ہو جائے؟

جواب:ان شرائط کا مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے"میرے بعد تم پر احادیث کی کثرت ہو جائے گی لہٰذا جب تمھیں میرے حوالے سے کوئی حدیث پہنچے تو تم اسے کتاب اللہ پر پیش کرو،اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو اُسے قبول کرلو اور اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو تو اسے رد کر دو۔

اس قبول ورد کی تحقیق وہی ہے،جسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔فرماتے ہیں کہ راوی کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

وہ مومن و مخلص حضرات جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت حاصل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے معنی و مفہوم کو سمجھا اور اسے من و عن لوگوں تک پہنچادیا۔

دوسری قسم:

وہ اعرابی{دیہاتی} حضرات جو کہ کسی قبیلے سے آئے اور حضور اقدس ﷺ کے بعض کلام کو سن پائے اور آپ ﷺ کے کلام کے حقیقی معنی و مفہوم کو نہیں سمجھ سکے چناچہ جب قبیلے کی طرف واپس لوٹے تو وہاں حدیث کا صحیح مفہوم بیان کرنے سے قاصر رہے اور یہ گمان کیا کہ ہم حدیث بیان کر رہے ہیں۔

تیسری قسم:

وہ منافق لوگ کہ جن کا کا نفاق ظاہر نہ تھا انہوں نے آپ ﷺ سے سنے بغیر من گھڑت احادیث روایت کیں اور جب لوگوں نے ان سے اس قسم کی احادیث سنی تو انہیں مومن گمان کرتے ہوئے آگے بیان کر دیں اس طرح لوگوں میں یہ من گھڑت احادیث بطور فرامینِ رسول مشہور ہو گئیں۔

سوال نمبر 14: خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثالیں بیان کریں؟

جواب: مثال نمبر 1:

حضور اقدس ﷺ سے ایک حدیث یوں ہے روایت کی گئی ہے: "مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ" {یعنی جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو اُسے چاہیے کہ وہ وضو کرے}، یہ حدیث "خبر واحد" ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسِ ذکر ناقضِ وضو ہے {اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے} لیکن ہم احناف اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کریں گے تاکہ حدیث کی صحت معلوم ہو، چناچہ جب ہم نے اسے کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے کتاب اللہ نے مخالف پایا۔ کیونکہ اللہ پاک نے اہل قباء کی تعریف میں ارشاد فرمایا "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا" {یعنی ان میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں}، چونکہ یہ حضرات پتھروں سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے دھوتے تھے پس اگر ذکر کو چھونا ناقضِ وضو ہوتا تو یہ طہارت کے بجائے تنجیس ہوتا، کیونکہ استنجاء بالماء مسِ ذکر {شرمگاہ کو چھونے} کے بغیر ناممکن ہے، لہٰذا ہم احناف نے کتاب اللہ کے مقابلے میں خبرِ واحد کو چھوڑ دیا۔

مثال نمبر 2:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرے تو اسکا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے"

یہ حدیث "خبر واحد" ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی ہے اگر کیا تو اس کا نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ {یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے} لیکن

ہم احناف کہتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر بھی عورت کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ ہم اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف نکلی وہ اس طرح کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے "فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ "یعنی اے اولیاء تم نہ روکو ان عورتوں کو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کریں۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتیں اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، لہٰذا ہم احناف نے کتاب اللہ کے مقابلے میں خبرِ واحد کو چھوڑ دیا۔

سوال نمبر 15: خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال بیان کریں؟

جواب: حضور اقدس ﷺ سے ایک حدیث یوں روایت کی گئی "اَلْقَضَاءُ شَاهِدٌ وَ يَمِيْنٌ "یعنی مدعی کو اگر اپنے حق میں دو گواہ نہ ملیں تو وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک گواہ پیش کر سکتا ہے اور دوسرے گواہ کے بدلے قسم کھالے تو قاضی کے یہاں یہ گواہی معتبر ہو گی۔

لیکن جب ہم نے اس خبر کو خبرِ مشہور پر پیش کیا تو اسے خبر مشہور کے مخالف پایا کیونکہ خبرِ مشہور میں ہے "اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ "یعنی گواہی مدعی پر اور قسم منکر پر ہے جبکہ خبر واحد میں گواہی اور قسم دونوں کے مدعی پر ہونے کا ذکر ہے، لہٰذا خبرِ واحد کو خبرِ مشہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کیا جائے گا اور خبرِ مشہور پر عمل کیا جائے گا۔

سوال نمبر 16: خبر واحد کے ظاہر کے خلاف ہونے کی مثالیں بیان کریں؟

جواب: خبرِ واحد کے ظاہر کے مخالف ہونے کی مثال نمبر 1:

خبرِ واحد کے ظاہر کے خلاف ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے زمانہ مبارکہ میں وہ معاملات جن میں عموم و بلوی تھا ان میں خبرِ واحد کی عدم شہرت اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اس کے خلاف عمل اس بات کی علامت ہے کہ یہ حدیث ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم پر اس بات کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی کہ معاذاللہ انہوں نے سنت کی پیروی میں تقصیر {کوتاہی} سے کام لیا۔ پس عموم و بلوی اور سنت احتیاجی کے باوجود اس حدیث کا صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مشہور نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

مثال نمبر 2: {احکام شرعیہ میں}

ایک آدمی نے شیر خوار بچی سے نکاح کیا پھر ایک آدمی نے اسے خبر دی کہ تیری ماں نے اس شیر خوار بچی کو دودھ پلایا ہے اور وہ تمھاری رضاعی بہن بن گئی ہے تو علماء فرماتے ہیں کہ اس کی خبر واحد پر اعتماد کیا جائے گا اور اس کا نکاح اس شیر خوار بچی سے ختم ہو جائے گا، پس اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اس شیر خوار بچی کی بہن سے نکاح کر لے، کیونکہ اس کی شیر خوار بچی سے رضاعت ثابت ہو چکی ہے اور یہ خبرِ واحد ظاہر حال کے موافق بھی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ شیر خوار بچی کی ماں کہیں گئی ہو اور بچی کے شدت سے رونے کی وجہ سے اس آدمی کی ماں نے اسے دودھ پلا دیا ہو۔ لیکن

ایک آدمی نے کسی سے نکاح کیا پھر کسی آدمی نے اسے بتایا کہ تیرا نکاح ہی باطل ہے کہ تیری رضاعتِ اصلیہ سے تیری بہن ہے تو اس خبر واحد پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ خبرِ واحد ظاہر کے خلاف ہے اس طرح کہ نکاح کے موقع پر دو خاندان جمع ہوئے اور اس کے نکاح کی خبر لوگوں میں مشہور ہوئی، لیکن کسی ایک نے بھی اس وقت رضاعت اصلیہ کا ذکر نہیں کیا، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خبر دینے والا کاذب ہے۔

مثال نمبر2:

جب کسی عورت کو کسی آدمی نے خبر دی کہ تمھارا شوہر مر گیا ہے یا اس نے تمھیں تین طلاق دے دی ہے اور شوہر غائب ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر لے۔ کیونکہ کہ خبر ظاہر کے خلاف نہیں ہے۔

مثال نمبر3: اگر کسی آدمی پر قبلہ مشتبہ ہو گیا اور اس کو کسی نے خبر دی کہ قبلہ اس طرف ہے تو اس کے لیے اس خبر پر عمل کرنا واجب ہو گا، کیونکہ یہ خبر ظاہر کے خلاف نہیں ہے۔

مثال نمبر4:

اگر کسی کو پانی ملا اور اس شخص کو اس پانی کے پاک ہونے یا ناپاک ہونے کا علم نہیں ہے، پھر ایک آدمی نے خبر دی کہ یہ پانی ناپاک ہے تو اس شخص کے لیے اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہو گا، بلکہ اس شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ تیمم کرے، کیونکہ خبر دینے والے کی خبر ظاہر کے مخالف نہیں ہے۔

چند اہم تعریفات

- عموم بلوی: ایک ناپسندیدہ صورت جو اتنی عام ہو جس سے احتراز کرنا عام و خواص سب کے لیے ممکن نہ ہو سکے۔
- رضاعت طاری: بیوی کا دودھ پینے کا واقعہ نکاح کے بعد پیش آئے۔
- ظاہر حال: ظاہر حال سے مراد لوگوں {صحابہ کرام اور تابعین} کے ظاہری و عمومی عمل، عملِ متواتر کے خلاف نہ ہو۔
- عدالت: وہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقے پر ڈٹ کر عمل کرنے والا ہو۔

فصل: خبر الواحد حجة اربعة مواضع

سوال نمبر1: خبر واحد کتنے مقام پر حجت ہوتی ہے؟

جواب: خبر واحد چار مقام پر حجت ہوتی ہے{یعنی دلیل کے طور پر قبول کی جاتی ہے}۔

❖ پہلا مقام: خالص اللہ تعالیٰ کا حق جس میں کسی قسم کی عقوبات نہ ہو۔ جیسے: نماز، روزہ

حکم: موضع اول میں خبر واحد بغیر کسی شرط کے قبول ہے، حضور اقدس ﷺ نے ایک اعرابی کی رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں گواہی کو قبول فرمایا، کیونکہ چاند سے روزہ ثابت ہوتا ہے جو خالص اللہ پاک کا حق ہے۔

❖ دوسرا مقام: خالص بندے کا حق جس میں دوسرے پر کسی چیز کو لازم کرنا ہو۔ جیسے: مال کا جھگڑا

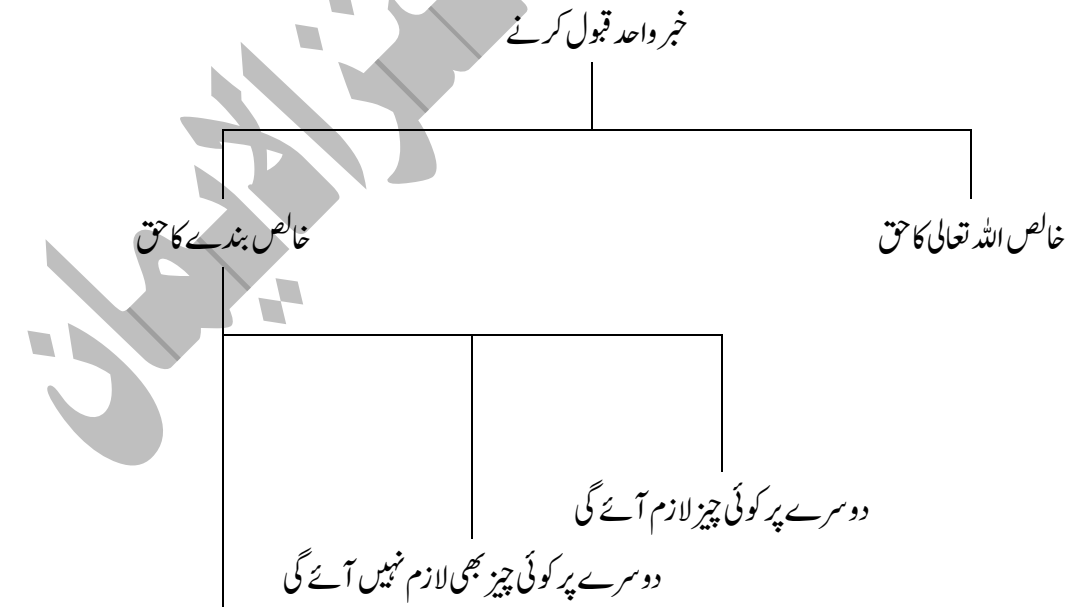
حکم: موضع ثانی میں خبر واحد کے حجت بننے کے لیے عدد اور عدالت شرط ہے۔ عدد سے مراد کم از کم دو افراد ہیں۔

❖ تیسرا مقام: خالص بندے کا حق جس میں دوسرے پر کوئی چیز لازم نہ آئے۔ جیسے: قبولِ ھدیہ

حکم: موضع ثالث میں خبر واحد کے حجت بننے کے لیے نہ عدد شرط ہے اور نہ عدالت شرط ہے۔{یعنی خبر دینے والا فاسق بھی ہو تو اس کی بھی گواہی قبول کی جائے گی}۔

❖ چوتھا مقام: خالص بندے کا حق جس میں من وجہ غیر پر کچھ لازم ہو اور من وجہ غیر پر کچھ لازم نہ ہو۔ جیسے: عزل اور حجر

حکم: موضع رابع میں امام اعظم کے نزدیک خبر واحد کے حجت ہونے کے لیے عدد اور عدالت میں سے کم از کم ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔



البحث الثالث فی الاجماع

سوال نمبر 1: اجماع کے لغوی و اصطلاحی تعریف اور اس کی شرعی حیثیت بیان کریں؟

جواب: اجماع کے لغوی معنی: "عزم" اور "اتفاق" ہے۔

اجماع کے اصطلاحی معنی: ہر زمانے کے اہل سنت کے عادل اور مجتہد علماء کا کسی حکم پر اتفاق "اجماع" ہے۔

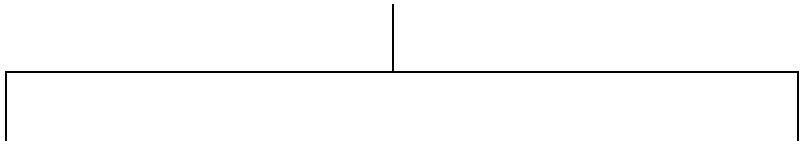
شرعی حیثیت: حضور اقدس ﷺ کی ظاہری وفات کے بعد اس امت کا فروعی مسائل میں اجماع حجت ہے۔{شرعی طور پر اس اجماع پر عمل کرنا واجب ہے، اس امت کی کرامت کی وجہ سے}۔

سوال نمبر 2: اجماع کی اقسام بیان کریں؟

جواب:



اجماع مذہبی کی اقسام



اجماع مرکب	اجماع غیر مرکب
جب کسی جدید مسئلہ کے حکم پر مجتہدین متفق ہو جائیں لیکن اس حکم کی علت میں اختلاف ہو	جب کسی جدید مسئلہ کے حکم پر مجتہدین متفق ہو جائیں اور اس حکم کی علت میں بھی متفق ہوں

اجماع مرکب کی مثال:

احناف کے نزدیک منہ بھر قے آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔

امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ احناف کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

لیکن

امام اعظم اور امام شافعی دونوں اس بات متفق ہیں کہ اگر کسی باوضو آدمی نے قے کی پھر عورت کو چھو لیا تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن وضو ٹوٹنے کی علت مختلف ہے۔ احناف کے نزدیک اس لیے وضو ٹوٹا کہ قے آئی اور شوافع کے نزدیک اس لیے ٹوٹا کہ اس نے عورت کا ہاتھ لگایا۔

اجماع مرکب کا حکم:

اجماع مرکب اس وقت تک حجت بن سکتی ہے جب تک اس کی علتوں میں فساد ظاہر نہ ہو، اگر ان علتوں میں سے کسی ایک علت میں فساد ظاہر ہو گیا تو اجماع مرکب اس وقت حجت شرعی نہیں رہے گی، چناچہ دلیل شرعی سے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قے ناقض وضو نہیں ہے تو مذکورہ مسئلہ میں امام اعظم نقضِ وضو کا حکم نہیں دیں گے کیونکہ جس علت کی بناء پر امام اعظم نے نقضِ وضو کا حکم دیا تھا وہ علت فوت ہو گئی ہے۔

اسی طرح

اگر دلیل شرعی سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ عورت کو چھونا ناقض وضو نہیں ہے تو مذکورہ مسئلہ میں امام شافعی نقضِ وضو کا حکم نہیں دیں گے کیونکہ جس علت کی بناء پر امام اعظم نے نقضِ وضو کا حکم دیا تھا وہ علت فوت ہو گئی ہے۔

الفساد متوهم فی طرفین۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 3: مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

اعتراض:اجماع مرکب فساد کو متضمن ہے کیونکہ اجماع مرکب کے اندر علت میں اختلاف ہوتا ہے اور ظاہر ہے اختلاف میں ایک صورت حق اور دوسری صورت باطل ہوگی،جب یہ ثابت ہو چکا تو معلوم ہوا کہ اجماعِ مرکب کی بنیاد باطل ہے؟

جواب:اگرچہ یہ دونوں طرف علت کے فاسد ہونے کا احتمال موجود ہے لیکن اس احتمال کی وجہ سے یہ اجماع باطل نہیں ہوگا کیونکہ ایک امام کی علت میں فساد قطعی طور پر متعین نہیں ہو سکتا ہے کہ امام اعظم مسِ عورت کے ناقضِ وضو نہ ہونے میں صواب{درستگی}پر ہوں اور قے کے ناقضِ وضو ہونے میں خطا پر ہوں اور اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام شافعی قے کے ناقضِ وضو نہ ہونے میں صواب{درستگی}پر ہوں اور مسِ عورت کے ناقضِ وضو ہونے میں خطا پر ہوں۔

سوال نمبر4:اجماع مرکب کی بنیاد{یعنی علت جب باطل{فاسد}ہو جائے تو اجماع فاسد ہو جاتا ہے}اس پر مثال بیان کریں؟

جواب:مثال نمبر1:

قاضی کا فیصلہ گواہوں کی بنیاد پر ہوتا ہے اور جب فیصلے کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ گواہ غلام ہیں یا انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو فیصلہ باطل ہو جائے گا کیونکہ قاضی کے فیصلے کی علت گواہوں کی شہادت تھی تو جب باطل ہوگئی تو فیصلہ بھی باطل ہو جائے گا۔

اعتراض:جب قاضی نے بینہ کے مطابق مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا اور مدعی علیہ سے وہ مال حاصل کر لیا اور پھر گواہوں کا جھوٹا ہونا یا گواہوں کا غلام ہونا ظاہر ہو گیا تو چاہیے تھا کہ مدعی نے جو مال مدعی علیہ سے وصول کیا تھا وہ واپس دلوایا جاتا،حالانکہ مدعی کے ذمے وہ مال واپس کرنا ضروری نہیں اور مال کا واپس نہ لوٹانا اس بات کی دلیل ہے کہ قضاء باطل نہیں ہوتی؟

جواب:قاضی کا فیصلہ مدعی علیہ پر گواہوں کے حق میں باطل ہوگا نہ کہ مدعی کے حق میں کیونکہ جب قاضی نے حجت شرعی کے مطابق فیصلہ کیا تو اب اگر اس فیصلے کو باطل قرار دیا جاتا تو حجت شرعی کا باطل ہونا لازم آتا حالانکہ حجت شرعی کا بطلان جائز نہیں۔البتہ گواہوں کے حق میں اس کا فیصلہ اس لیے باطل ہوگا کہ وہ آئندہ جھوٹی گواہی نہ دیں اسی لیے اس قدر مال گواہوں سے دلوایا جائے گا جو ان کی گواہی سے تلف ہوا اور مدعی علیہ کے حق میں اسی لیے باطل ہوگا کہ وہ نقصان سے بچ جائیں۔

- حدث:سر کہ نجاست حکمیہ کو زائل نہیں کرتا،نجاست حکمیہ صرف پانی سے زائل ہوگی۔
- خبث:سر کہ وغیرہ سے نجاست حقیقیہ زائل ہو جاتی ہے۔

مثال نمبر2:

قرآن پاک میں مصارف زکوۃ کا ذکر ہے{یعنی جن لوگوں کو زکوۃ دی جاتی ہے وہ آٹھ قسم کے ہیں اور ان میں ایک قسم کو مؤلفۃ القلوب کہا جاتا ہے۔ مؤلفۃ القلوب کو زکوۃ سے حصہ دینے کی علت ابتداء زمانے میں اسلام کا ضعف تھا جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا تو یہ علت ختم ہوگئی اور اسی وجہ سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہو گیا۔

فصل الواجب علی المجتهد

سوال نمبر 1: مجتہد اگر کسی مسئلے کا حکم دریافت کرنا چاہے تو کیا حکم ہیں؟

جواب: مجتہد پر واجب ہے کہ وہ نئے مسئلے کا حکم سب سے پہلے کتاب اللہ سے تلاش کرے، اگر قرآن سے حکم نہ ملے تو سنتِ رسول سے تلاش کرے خواہ ان کی عبارت النص سے یا اشارۃ النص سے یا دلالت النص سے یا اقتضاء النص سے تلاش کرے، پھر اگر قرآن و سنت میں بھی مسئلے کا حکم نہ ملے تو پھر اجتہاد کرے، کیونکہ جب تک نص {قرآن وحدیث} پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس وقت تک رائے پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

❖ اصول: جب تک نص {قرآن وحدیث} پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس وقت تک رائے پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

اس اصول کی بناء پر

مثال نمبر 1:

اگر ایک آدمی پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اُس آدمی سے کوئی دوسرا شخص کہے کہ قبلہ اس طرف ہے تو اب جس آدمی پر قبلہ مشتبہ ہوا ہے اس شخص کے لیے تحری کرنا ناجائز ہے، کیونکہ تحری عمل بالرائے ہے اور قبلے کی جہت کے بارے میں بتانے والے کی خبر نص کے حکم میں ہے۔

مثال نمبر 2:

اگر کسی شخص کو ایسا پانی مل گیا جس کا پاک ہونا یا ناپاک ہونا اس کو معلوم نہیں پھر اس کو ایک عادل آدمی نے خبر دی کہ یہ پانی ناپاک ہے تو اس کے لیے اس پانی سے وضو کرنا ناجائز ہے اور یہ شخص تیمم کرے گا۔

سوال نمبر 2: شبہ کی تعریف اور اقسام بیان کریں؟

جواب: شبہ کی تعریف: وہ ہے جو ثابت شدہ چیز کے مشابہ ہو لیکن حقیقت میں وہ خود ثابت نہ ہو۔

شبہ کی اقسام

- شبہ فی المحل
  - نص کی وجہ سے کسی محل میں شبہ پیدا ہوا ہو۔
- شبہ فی الظن
  - نص کی وجہ سے نہیں بلکہ ظن کی وجہ سے شبہ پیدا ہوا ہو۔

سوال نمبر3:شبہ فی المحل اور شبہ فی الظن میں کونسا شبہ زیادہ قوی ہے مع مثال بیان کریں؟

جواب:چونکہ شبہ فی المحل نص کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور شبہ فی الظن گمان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس لیے شبہ فی المحل شبہ فی الظن سے زیادہ قوی ہے۔

شبہ فی المحل کی مثال:

جب کوئی شخص اپنے بیٹے کی باندھی سے وطی کرے تو اس پر حدِ زنا جاری نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور بچے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ باپ کے لیے بیٹے کی باندھی کی ملکیت کا شبہ نص سے ثابت ہے، جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا"تو اور تیرا مال باپ کی ملکیت ہے"۔

شبہ فی الظن کی مثال:

اگر بیٹے نے اپنے باپ کی باندھی سے وطی کر لی تو شبہ فی الظن کی وجہ سے شبہ پیدا ہوا ہے کیونکہ اس نے یہ گمان کیا ہے جس طرح باپ وطی کر سکتا ہے تو بیٹا بھی کر سکتا ہے لہٰذا ظن کی وجہ سے شبہ پیدا ہوا ہے اب گمان کا اعتبار کرتے ہوئے اس سے پوچھیں گے کہ تو نے حلال سمجھ کر وطی کی ہے یا حرام سمجھ کر،اگر حرام سمجھ کر وطی کی ہے تو حد زنا لگے گی اور اگر حلال سمجھ کر وطی کی ہے تو حد زنا نہیں لگے گی،اور بچے کا نسب اس سے ثابت نہیں ہو گا اگرچہ بیٹا اس کو دعوی کرتا رہے۔

سوال نمبر4:دو دلیلوں میں تعارض دور کرنے کا طریقہ بیان کریں؟

جواب:دو دلیلوں میں تعارض دور کرنے کا طریقہ:

اگر دو آیتوں میں تعارض ہو تو مجتہد تعارض دور کرنے کے لیے سنتِ رسول ﷺ کی طرف رجوع کرے۔

اگر دو سنتوں میں تعارض ہو تو مجتہد آثارِ صحابہ اور قیاس صحیح کی طرف رجوع کرے۔

اگر دو قیاسوں میں تعارض ہو تو ہم دیکھیں گے کہ اس سے شے کا کوئی بدل ہے یا نہیں،اگر شے کا کوئی بدل ہے تو اس بدل کی طرف رجوع کریں گے،اگر شے کا کوئی بدل نہیں تو تحری کریں گے کیونکہ قیاس سے نیچے ایسی کوئی دلیل شرعی نہیں ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے۔

- اصول:قیاس پر عمل اس وقت کریں گے جب قیاس سے اوپر کوئی دلیل شرعی {یعنی بدل} موجود نہ ہو،اگر قیاس سے اوپر اور اعلیٰ کوئی دلیل شرعی موجود ہو تو پھر قیاس پر عمل درست نہیں۔

اس اصول کی بناء پر

مثال نمبر1:

ایک مسافر کے پاس پانی کے دو برتن ہوں ایک برتن میں پاک پانی ہو اور دوسرے برتن میں ناپاک پانی ہو لیکن اسے معلوم نہیں کہ کس برتن میں پاک پانی ہے اور کس برتن میں ناپاک پانی ہے، تو ایسی صورت میں مسافر تحری کر کے پاک پانی کو متعین نہیں کرے گا بلکہ وہ تیمم کر کے نماز پڑھے گا کیونکہ تحری قیاس ہے اور وضو کا بدل موجود ہے اور قیاس پر عمل اس وقت درست ہو گا جب قیاس سے اوپر کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو۔

مثال نمبر2:

اگر مسافر کے پاس دو کپڑے ہوں ایک پاک کپڑا ہو اور دوسرا ناپاک کپڑا ہو اور اس کو معلوم نہیں کہ کونسا کپڑا پاک ہے اور کونسا کپڑا ناپاک ہے تو اس صورت میں مسافر تحری کرے گا اور جس کپڑے کو وہ پاک سمجھے گا اسی کپڑے کو پہن کر نماز پڑھے گا کیونکہ کپڑے کا کوئی ایسا بدل نہیں جس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

❖ اصول: جب ایک تحری کو عمل کے ساتھ مؤکد کر دیا تو محض تحری اس کو باطل نہیں کر سکتی ہے۔

اس اصول کی بناء پر مثال:

اگر کسی شخص نے دو کپڑوں میں تحری کی اور اس تحری کے بعد ایک کپڑے کو پہن کر ظہر کی نماز ادا کر لی، پھر عصر کے بعد اس کی تحری بدل گئی اور دوسرے کپڑے کے پاک ہونے پر واقع ہوئی تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرا کپڑا پہن کر نماز ادا کرے، کیونکہ پہلی تحری کو عمل کے ساتھ تاکید حاصل ہے۔

سوال نمبر5: "هَذَا بِخِلافِ مَا اِذَا تَحَرّٰی فِی الْقِبْلَةِ" مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

اعتراض: آپ نے کہا کہ محض تحری، تحری مؤکد کو باطل نہیں کر سکتی، ہم آپ کو ایسی مثال دیتے ہے جو محض تحری ہے اور تحری مؤکد کو باطل کر رہی ہے۔ جیسے: اگر کسی شخص پر قبلہ مشتبہ ہو گیا اس نے ظہر کے وقت تحری کر کے شمال کی جانب منہ کر کے نماز پڑھ لی اب عصر کے وقت خیال آیا کہ قبلہ جنوب کی جانب ہے تو حکم یہ ہے کہ جنوب کی جانب منہ کر کے ہی نماز ادا کرے، لہٰذا آپ کا بیان کردہ قائدہ درست نہ ہوا؟

جواب: جو چیز انتقال کا احتمال رکھے اس میں حکم منتقل ہو سکتا ہے چونکہ قبلہ بھی ان چیزوں میں سے ہے جو انتقال کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا قبلے کے حکم میں بھی حکم منتقل ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر6: تکبیرات عیدین کے بارے میں اختلاف ذکر کرکے یہ بتائیں کہ کیا تکبیرات عیدین انتقال کا احتمال رکھتی ہے یا نہیں مع مثال ذکر کریں؟

جواب: تکبیرات عیدین کے بارے میں اختلاف:

- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تکبیرات عیدین کل 13 ہیں۔{احناف کا مذہب}
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تکبیرات عیدین کل 9 ہیں۔{شوافع کا مذہب}
- بعض کے نزدیک تکبیرات عیدین کل 15 ہیں۔

مثال: امام محمد فرماتے ہیں کہ مجتہد نے نماز عید پڑھانے سے پہلے دونوں حدیثوں کو سامنے رکھ کر تحری کی تو اس کی تحری ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ راجح ہونے پر واقع ہوئی اس نے اسی طرح نماز پڑھ لی پھر اس کے خیال میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تکبیرات صحیح قرار پائیں تو امام نے آئندہ اس کے مطابق عمل کرسکتا ہے کیونکہ تکبیرات عیدین انتقال کا احتمال رکھتی ہے تو لہٰذا حکم کا منتقل ہونا بھی درست ہے۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

البحث الرابع فی القیاس

سوال نمبر 1: قیاس کے لغوی واصطلاحی معنی مع حکم بیان کریں؟

جواب: قیاس کا لغوی معنی: اندازہ کرنا

قیاس کا اصطلاحی معنی: کسی حکم کو اصل سے فرع کی طرف لے جانا ایسی علت کی وجہ سے جو دونوں میں مشترک ہو۔

قیاس کا حکم: قیاس شرعی حجتوں میں سے ایک حجت ہے جب کسی مسئلے کے متعلق کوئی اس سے مافوق {اوپر} دلیل موجود نہ ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر 2: قیاس کا حجت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کریں؟

جواب: قیاس کا حجت ہونا قرآن کریم کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ}

قیاس کے حجت شرعی ہونے کے متعلق حدیث نمبر 1:

حضور اقدس ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا جب آپ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا کہ اے معاذ! کس {دلیل شرعی} سے تم فیصلہ کروگے، عرض کی کتاب اللہ سے، فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو عرض کی حدیثِ رسول ﷺ سے، فرمایا اگر حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ پاؤ تو عرض کی پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اس پر حضور اقدس ﷺ نے ان کی تصویب {درستگی} فرمائی اور فرمایا تمام تعرفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جس کو وہ پسند کرتا ہے اور جس پر وہ راضی ہے۔

حدیث نمبر 2:

روایت کیا گیا ہے کہ قبیلہ خثیم کی ایک عورت حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہو گیا ہے حج اس پر فرض ہے اور وہ اونٹ پر بیٹھ نہیں سکتا، کیا مجھے یہ بات کافی ہے کہ میں اس کی جانب سے حج کروں تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بتاؤ تو سہی اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا اور تو اُسے ادا کرتی تو تیرے لیے جائز نہ ہوتا، عرض کی بلاشبہ جائز ہوتا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا پس اللہ پاک کا دین {حج} اس {باپ} کی طرف سے ادا کرنا زیادہ اولیٰ ہے پس اگر قیاس کرنا درست نہ ہوتا تو حضور اقدس ﷺ کبھی ایسا نہ فرماتے۔

حدیث نمبر 3:

حضرت قیس بن طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص جو بدوی {دیہاتی} معلوم ہوتا تھا، وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس شخص کا کیا حکم ہے جو وضو کرنے کے بعد اپنے عضوِ تناسل کو ہاتھ لگاتا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے عضوِ تناسل کو دیگر اعضاء پر قیاس کیا {یعنی جس طرح دیگر اعضاء کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح عضوِ تناسل کو بھی چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حدیث نمبر4:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اس شخص کے بارے میں جو کسی عورت سے نکاح کریں اور اس کے لیے مہر متعین نہ کرے پھر وہ جماع کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ تو آپ نے ایک مہینے کی مہلت مانگی پھر فرمایا میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا پس اگر وہ صحیح ہوا تو وہ اللہ پاک کی طرف سے ہو گا اور اگر غلط ہوا تو عبد اللہ بن مسعود کی طرف سے ہو گا، پھر فرمایا میرے نزدیک اُسے مہرِ مثل ملے گا نہ اس میں کمی ہو گی اور نہ اس میں زیادتی ہو گی۔

جامعۃ المدینہ کنز الایمان

فصل القیاس الشرعی

سوال نمبر 1: قیاس شرعی کی تعریف، نیز معنی کی علت ہونے کی پہچان کتنی اور کون کونسی چیزوں کے ساتھ ہوتی ہے، تفصیل سے بیان کریں؟

جواب: قیاس شرعی: منصوص علیہ میں جس علت کی وجہ سے حکم ثابت ہوا ہے اسی علت کی وجہ سے غیر منصوص علیہ میں حکم ثابت کرنے کا نام قیاس شرعی ہے۔

معنی کے علت ہونے کی پہچان:

- معنی کا علت ہونا کتاب اللہ سے معلوم ہو گا۔
- معنی کا علت ہونا سنت سے معلوم ہو گا۔
- معنی کا علت ہونا اجماع سے معلوم ہو گا۔
- معنی کا علت ہونا اجتہاد و استنباط سے معلوم ہو گا۔

"معنی کا علت ہونا کتاب اللہ سے معلوم ہو گا"

مثال نمبر 1:

جیسے: کثرۃ الطواف {یعنی بار بار آنا}۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے تین اوقات کے علاوہ {یعنی نماز فجر سے پہلے، دوپہر میں، عشاء کی نماز کے بعد} غلاموں کو بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی رخصت عطا فرمائی اور کثرت طواف کو اس کی علت قرار دیا کیونکہ بار بار اجازت لینے میں حرج ہے۔

لہٰذا یہ علت قرآن سے معلوم ہوئی پھر اسی علت {بار بار آنا- کثرت الطواف} کی بناء پر حضور اقدس ﷺ نے بلی کے جھوٹے کی نجاست کا حکم ساقط کر دیا اور فرمایا بلی کا جھوٹا نجس نہیں ہے کیونکہ وہ تم پر طواف کرنے والے اور طواف کرنے والیوں کی طرف ہے۔

پس یہاں دفع حرج کی بناء پر بلی کے جھوٹے کی نجاست کا حکم ساقط ہوا، اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء کرام نے تمام گھروں میں رہنے والے جانوروں کے جھوٹے کو بھی ناپاک نہیں قرار دیا۔

مثال نمبر 2:

جیسے "علتِ سیر {آسانی} ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے بیمار اور مسافر کو ماہِ رمضان میں روزہ چھوڑنے کی رخصت عطا فرمائی ہے اور سیر {آسانی پہنچانا} اس کی علت قرار دیا {یعنی مریض اور مسافر روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کے سلسلے میں جس پر قادر ہو جائے اس کو اختیار کر لیں۔ اگر روزہ رکھنے میں آسانی ہے تو روزہ رکھ لے اور اگر افطار میں اپنے لیے آسانی سمجھے تو اس کو اختیار کر لے۔

آسانی کے اسی معنی پر قیاس کرتے ہوئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسافر آدمی ماہ رمضان میں کسی اور واجب روزے {جیسے نذر یا قضاء وغیرہ} کی نیت کر لے تو جس کی اس نے نیت کی وہی واجب روزہ ادا ہو گا۔ کیونکہ روزہ نہ رکھنے میں بدنی فائدہ ہے اس طرح کہ کھانے پینے سے بدن میں قوت آئے گی اور سفر کرنے میں سہولت ہو گی اور واجب اُخر کا روزہ رکھنے میں دینی فائدہ ہے اس طرح کہ وہ ایک واجب سے فارغ ہو جائے گا اور آخرت کی سزا سے بچ جائے گا، پس جب مسافر کے لیے بدنی فائدے کے خاطر روزہ رکھنے کی رخصت ثابت ہے تو دینی فائدے کا خاطر واجب اُخر کا روزہ رکھنے کی اجازت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گی۔

"معنی کا علت ہونا سنت سے معلوم ہو گا"

مثال نمبر 1:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص پر وضو نہیں ہے جو سو گیا کھڑے ہونی کی حالت میں، بیٹھنے کی حالت میں یا رکوع و سجود کی حالت میں۔ اور جو پہلو کے بل سوئے کیونکہ جب وہ پہلو کے بل سوتا ہے تو اس کے اعضاءِ جسم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں"۔

اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے ٹوٹنے کی علت اعضاء کا ڈھیلا پڑنا بیان فرمائی ہے، پس استرخاء مفاصل {اعضاء کا ڈھیلا پڑنے} کی یہ علت جس صورت میں پائی جائے گی وہاں نقضِ وضو کا حکم لگایا جائے گا۔

جیسے: کوئی آدمی ٹیک لگا کر سو جائے یا ایسی چیز سے تکیہ لگا کر سو جائے کہ اگر اسے ہٹا لیا جائے تو آدمی گر پڑے یا اور اسی طرح اگر کوئی شخص بے ہوش ہو جائے یا اسے نشہ آ جائے، ان تمام صورتوں میں اس شخص کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اس کی علت استرخاء مفاصل ہے۔

مثال نمبر 2:

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب عرض کی: مجھے بہت زیادہ خون آتا ہے تو کیا ایسی حالت میں نماز پڑھوں؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پہلے غسل کر لو پھر ہر نماز کے لیے وضو کر کے نماز پڑھو اگرچہ چٹائی پر خون کے قطرے بھی ٹپکتے رہیں اس لیے کہ یہ ایک رگ کا خون ہے جو بہہ پڑتا ہے۔

{جیسے: فصد کھلوانا {رگ سے خون نکلوانا} اور حجامہ کروانا اور نکسیر کا پھوٹنا ان میں بھی انفجار دم کی علت پائی جاتی ہے لہٰذا وضو ٹوٹنے کا حکم لگایا جائے گا۔

"معنی کا علت ہونا اجماع سے معلوم ہو گا"

مثال نمبر 1:

چھوٹے بچے پر باپ کو جو ولایت حاصل ہے اس کی علت بچے کا صغر {چھوٹا اور ناسمجھ} ہونا ہے اور یہی علت بچی میں بھی پائی جاتی ہے لہٰذا جس طرح باپ کو نابالغ بچے پر ولایت حاصل ہے اسی طرح نابالغہ بچی پر بھی ولایت حاصل ہے۔

اسی طرح جب لڑکا بالغ ہو جائے تو باپ کی ولایت ختم ہو جاتی ہے گویا اس ولایت کے زوال کی علت بالغ ہونا ہے تو جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس سے بھی ولایت زائل ہو جائے گی۔

مثال نمبر 2:

اس بات پر اجماع ہے کہ جس عورت کو استحاضے کا خون آتا ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے {یعنی انفجار دم وضو کے ٹوٹنے کی علت ہے} پس یہ علت فصد کھلوانے، نکسیر پھوٹنے اور حجامہ کروانے میں بھی پائی جاتی ہے لہٰذا ان تمام صورتوں میں نقضِ وضو کا حکم لگایا جائے گا۔

اَلْقِیاسُ عَلٰی نَوْعَیْنِ۔۔۔۔۔۔۔۔

سوال نمبر 2: جنس و نوع کے اعتبار سے / تعدی حکم کے اعتبار سے قیاس کی اقسام بیان کریں؟

جواب: جنس و نوع کے اعتبار سے / تعدی حکم کے اعتبار سے قیاس کی دو قسمیں ہیں:

{1} حکمِ فرع، حکمِ اصل کی نوع سے ہو۔ {اتحاد فی النوع}

{2} حکمِ فرع، حکمِ اصل کی جنس سے ہو۔ {اتحاد فی الجنس}

"پہلی قسم مع مثال و حکم"

حکمِ فرع، حکمِ اصل کی نوع سے ہو۔ یعنی فرع {مقیس} کی طرف متعدی کیا جانے والا حکم اصل میں پائے جانے والے حکم کی نوع سے ہو۔

مثال نمبر 1:

صغیر کے صغر {نابالغ ہونا} ہونے کی وجہ سے باپ کو ولایتِ نکاح حاصل ہے، اسی علت کی وجہ سے صغیرہ میں بھی باپ کو ولایت نکاح حاصل ہو گی۔

بچے کا بالغ ہونا علت ہے باپ کے لیے ولایتِ نکاح کے زوال کی اسی علت کی وجہ سے بالغہ بچی کے حق میں بھی باپ کی ولایتِ نکاح زائل ہو گی۔

کثرۃ طواف یہ علت ہے بلی کے جھوٹے کا نجاست کے ساقط ہونے کی، اسی علت کی وجہ سے وہ جانور جو گھروں میں رہائش پذیر ہیں ان کا جھوٹا بھی پاک ہو گا۔

اتحاد فی النوع کا معنی یہ ہے کہ فرع کا حکم بعینہ وہی ہو جو اصل کا حکم تھا لیکن دونوں کا محل الگ الگ ہو۔

- {صغیر اور صغیرہ} محال میں اختلاف ہے۔
- {ولایتِ نکاح} اصل اور فرع کا حکم ایک ہی ہے۔
- {بالغ ہونا-نابالغہ ہونا} محال میں اختلاف ہے۔
- {ولایتِ نکاح کا زائل ہونا} اصل اور فرع کا حکم ایک ہی ہے۔
- {بلی اور گھروں میں رہنے والے جانور} محال میں اختلاف ہے۔
- {جوٹھے کی نجاست کا حکم ساقط ہوا} اصل اور فرع کا حکم ایک ہی ہے۔

نوٹ:{اہم بات}

اصولِ فقہ کے نزدیک جنس وہ کلی ہے جس کے تحت مختلف انواع ہیں اور ان کی اغراض مختلف ہیں۔ جیسے: انسان جنس ہے اور مرد اور عورت ہم جنس ہے کہ دونوں کی اغراض مختلف ہیں۔ جیسے: عورت گھر کا نظام چلاتی ہے، مرد کھلاتا ہے۔

"معنی کا علت ہونا اجتہاد واستنباط سے معلوم ہو گا"

اس کی وضاحت یوں ہے کہ جب ہم کسی ایسے وصف کو پائیں جو کسی حکم کے مناسب ہو{یعنی وہ وصف ایسا ہو کہ وہ حکم کے ثبوت کو واجب کرتا ہو اور اس وصف کی طرف نظر کریں تو وہ اس حکم کا تقاضہ کرتا ہو}اور مواضع اجماع میں اس وصف کے ساتھ وہ حکم مقترن بھی ہو چکا ہو، تو اس صورت میں اس حکم کو اس وصف کی طرف منسوب کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس حکم اور وصف کے درمیان مناسبت ہے اور شریعت میں تو اس وصف کے علت ہونے کی تصریح نہیں ہے۔

مثال نمبر1:

اگر کوئی شخص کسی فقیر کو درہم دے تو اسے دیکھ کر ہمارا غالب گمان یہی ہو گا کہ اس نے فقیر کو اس لیے درہم دیئے ہیں تا کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے اور اسے ثواب حاصل ہو، پس درہم دینے کی علت{رفع حاجت اور تحصیل ثواب}اجتہاد سے معلوم ہوئی۔

اس مثال میں ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ شریعت میں غالب گمان کی بنیاد پر عمل واجب ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے اوپر کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

مثال نمبر2:

اگر کسی پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو وہ تحری کرے گا اور جس جہت پر تحری واقع ہو{یعنی اسے ظنِ غالب ہو}تو اسی تحری پر عمل واجب ہو گا۔

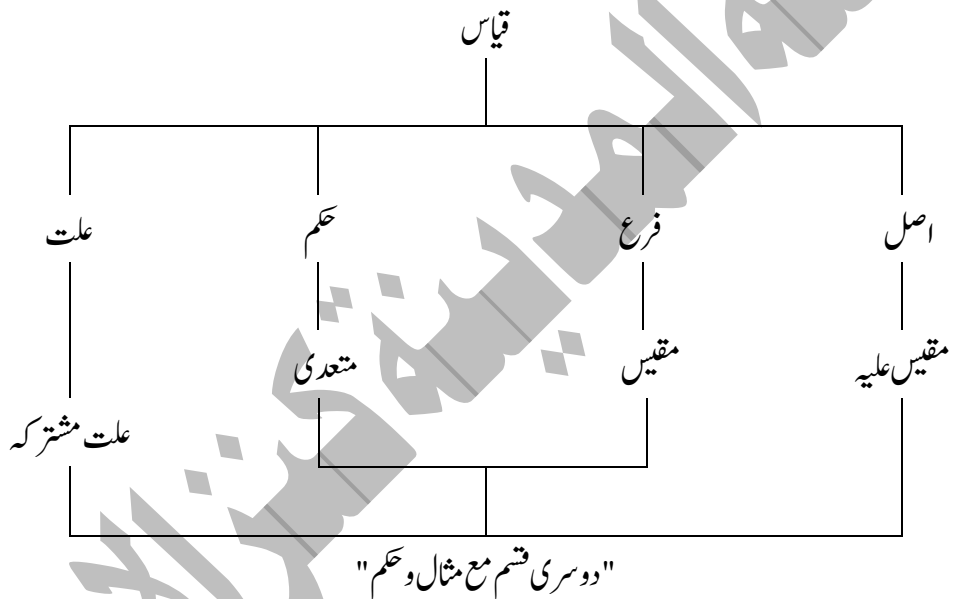
مثال نمبر3:

جب مسافر کو غالب گمان ہو کہ پانی اس کے قریب میں موجود ہے تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں۔

اس مثال میں بھی غالب گمان کی بنیاد پر عمل واجب ہوا{یعنی اس کے لیے تیمم جائز نہیں}۔

تیسری قسم{ معنی کا علت ہونا اجتہاد و استنباط سے معلوم ہو گا}کا حکم:

اس قیاس کا حکم یہ ہے کہ یہ فرقِ مناسب سے باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ قیاس کرنے والے کے نزدیک جب اس پہلے وصف کے سوا کوئی وصف مناسب اور اس کا حکم پایا جائے گا تو حکم کو پہلے وصف کے بجائے اس وصف کی طرف منسوب کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی بنیاد غالب گمان تھا اور جب ظنِ غالب میں ہی فرق ظاہر ہو گیا تو قیاس بھی باقی نہ رہا۔



"دوسری قسم مع مثال و حکم"

حکمِ فرع، حکمِ اصل کی جنس سے ہو۔یعنی فرع{مقیس}کی طرف متعدی کیا جانے والا حکم اصل میں پائے جانے والے حکم کی جنس سے ہو۔

مثال نمبر1:

سب غلاموں کو حرج کی بناء پر بغیر اجازت کے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کی علت کثرت طواف بیان کی گئی ہے، پس یہی علت{کثرت طواف}بلی اور دیگر سواکن البیوت میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس بلی اور دوسرے سواکن البیوت میں بھی حرج کی بناء پر ان کے جھوٹے کی نجاست کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

	جنس		
علت{کثرت طواف}	حکم{حرج استئذان}	اصل	_____
علت{کثرت طواف}	حکم{حرج نجاست}	فرع	_____

اتحاد فی الجنس کا معنی یہ ہے کہ حکم، مضاف میں متحد اور مضاف الیہ میں مختلف ہو۔

مثال نمبر2:

صغر{چھوٹا ہونا}علت ہے باپ کے لیے مال میں تصرفِ ولایت کی،پس اسی علت کی وجہ سے باپ کے لیے نفس میں تصرف کی ولایت ثابت ہو جائے گی۔

جنس

علت{صغر}	_____	حکم{ولایت تصرف فی المال}	_____ اصل
علت{صغر}	_____	حکم{ولایت تصرف فی النفس}	_____ فرع

مثال نمبر3:

بالغہ ہونا علت ہے باپ کے لیے مال میں تصرفِ ولایت کے زوال کی،پس اسی علت کی وجہ سے باپ کے لیے نفس میں ولایت تصرف زائل ہو جائے گی۔

جنس

علت{بالغہ ہونا}	_____	حکم{ولایت تصرف کا زائل ہونا فی المال}	_____ اصل
علت{بالغہ ہونا}	_____	حکم{ولایت تصرف کا زائل ہونا فی النفس}	_____ فرع

Extra Work

اتحاد فی النوع

فرع		حکم بعینہ		اصل
گھروں میں رہنے والے جانور		جھوٹے کی نجاست کا ساقط ہونا		بلی
صغیرہ		ولایتِ نکاح کا ثابت ہونا		صغیر
بالغ ہونا		ولایتِ نکاح کا زائل ہونا		بالغ ہونا

اتحاد فی الجنس

فرع		حکم بعینہ		اصل
حرج نجاست		حرج{مضاف}--استنذان + نجاست{مضاف الیہ}		حرج استنذان
ولایتِ تصرف کا ثبوت فی النفس		ولایت{مضاف}-----مال + نفس{مضاف الیہ}		ولایت تصرف کا ثبوت فی المال
ولایت تصرف کا زوال فی النفس		ولایت{مضاف}-----مال + نفس{مضاف الیہ}		ولایت تصرف کا زوال فی المال

جامعۃ المدینۃ کنز الایمان

❖ تجنیس علت: علت کا جنس ہونا ضروری ہے {علت کا ایسا معنی عام ہو جو اصل اور فرع دونوں کا شامل ہو۔

سوال نمبر 3: اتحاد فی الجنس میں تجنیس علت کیوں ضروری ہے؟

جواب: اتحاد فی الجنس میں تجنیس علت ضروری ہے کیونکہ چھوٹی بچی کے مال میں باپ کو ولایت اس لیے حاصل ہے کہ وہ ذاتی طور پر تصرف نہیں کر سکتی،

لہٰذا شریعت نے باپ کو اختیار دیا تاکہ بچی کے مال سے متعلق امور معطل ہو کر نہ رہ جائیں اور چونکہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی تصرف کرنے سے عاجز ہے،

لہٰذا اس کے نفس پر بھی باپ کے لیے ولایت ثابت ہو گی، پس تصرف سے عاجز ہونے کی علت کا ایسا معنی عام ہے جو جان اور مال دونوں کو شامل ہے۔

پہلی قسم کا حکم:

پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ قیاس اتنا مضبوط اور قوی ہے کہ فرقِ مطلق سے باطل نہیں ہوتا، کیونکہ جب اصل، فرع کے ساتھ علت میں متحد ہے تو ان دونوں کا حکم میں متحد ہونا ضروری ہے اگرچہ وہ دونوں {اصل اور فرع} اس علت کے علاوہ میں جدا ہوں۔

دوسری قسم کا حکم:

دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ ممانعتِ تجنیس اور فرقِ خاص کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے۔

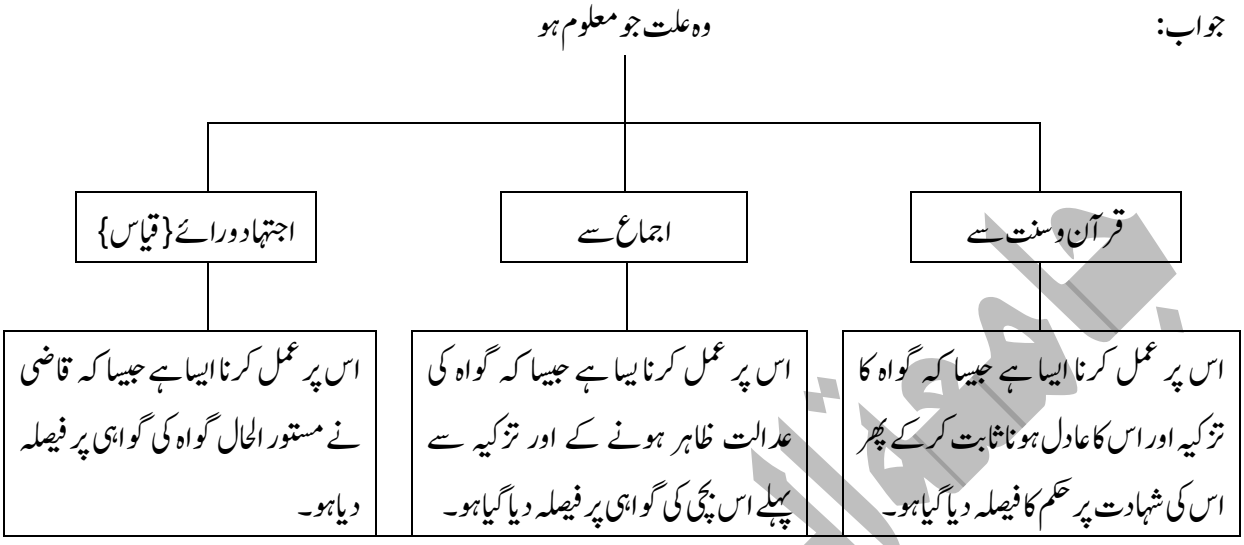
فرقِ خاص کی مثال یہ ہے کہ اگر معترض یوں کہے کہ مال میں جو باپ کی ولایتِ تصرف ہے اس میں صغر کی تاثیر زیادہ ہے اس طرح کہ صغر کو کھانے پینے، کپڑے وغیرہ کی صورتیں لاحق ہوتی ہیں،

کیونکہ صغیر مال میں تصرف کرنے سے عاجز ہے لہٰذا اس ضرورت کی وجہ سے اس کے مال میں باپ کو ولایتِ تصرف حاصل ہو گی،

اس کے برخلاف نفس میں جو باپ کو ولایتِ تصرف حاصل ہے اس میں صغر کی تاثیر کم ہے نابالغ میں شہوت معدوم ہوتی ہے اس لیے اس کو نفس میں تصرف کی بھی ضرورت نہیں ہو گی، پس جب نفس میں تصرف کی ضرورت نہیں تو باپ کو نفس میں ولایت بھی حاصل نہیں ہو گی۔

سوال نمبر4: وہ علت جو کتاب، سنت، اجماع اور اجتہاد ورائے {قیاس} سے معلوم ہو، یہ تمام کی تمام کس مرتبے میں ہے؟

جواب:



Extra Work

